"اس کے تھکے تھکے سے قدم گھر کی طرف رواں دواں تھے ۔۔ ایسے
جیسے چلنے والا کتنی مشکل سے یہ فریضہ سر انجام دے رہا ہو ۔۔ یوں

جیسے کوئی ہمت نہ ہو لیکن رکنے والوں میں ٹھہرنا نہیں ۔۔!!"

ابھی بہت ساری سوچوں میں گم وہ یوں ہی اپنے آپ سے انجان چلتی رہتی ۔۔جب قریب سے کسی گاڑی کے تیز ہارن نے اُسے ہوش کی دُنیا

میں لا پڑکا تھا۔۔ ہواس باختہ ہو کر بے اختیار پیچھے کی طرف دیکھا تو ایک لمحے کے لیے اُس کا دل رُک سا گیا۔۔۔

گاڑی نے صرف اس سے با مشکل ایک قدم دور ہی تو بریک لگایا تھا ۔ وہ تو اِک لمحے کے لیے خوف سے بت بن گئ ۔ابھی بھی وہ یوں ہی ساکت و جامد ہی کھڑی رہتی ۔۔۔ جب کسی کی تیز چلانے کی آواز سے ہوش کی دنیا میں واپس آئی ۔۔۔

آواز کی سمت دیکھتے اس کا دل ڈر سے دھڑکنا بند ہو گیا ۔۔۔ نازک سی گردن یوں جُھکی جیسے کسی قاتل کی

پھانسی گھاٹ کے سامنے جھکتی ہے ۔۔۔

دل بے اختیار آیات الکرسی کا ورد کرنے لگا ۔۔۔۔۔۔۔

مقابل اب اس کے رو برو کھڑا اُسے یوں دیکھ رہا تھا۔۔۔ نہیں بلکے یہ

کہنا زیادہ بہتر ہے۔۔ جیسے شیر اپنے شکار کو دیکھتا ہے۔۔ مقابل کا

انداز بھی کُچھ ایسا ہی

تھا۔۔۔

اس لیے اس نے کوئی بھی جواب دینے سے خود کو با مشکل روکا اور

اپنی زبان کو قابو میں ہی رکھ کر شرافت سے گاڑی کی پسنجر سیٹ پر

بیٹھ گئی۔۔۔۔

کچھ لمحوں بعد گاڑی کے فرنٹ دوڑ کھلنے اور ڈھار سے بند ہونے کی

آواز آئی تھی۔ لیکن مروہ یوسف

نے اپنا رُخ نہ بدلا بلکے یوں ہی کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی ۔۔۔

مقابل بھی کچھ کم نہ تھا۔ اس نے بھی اسے دیکھنے یا مخاطب کرنے کا گناہ نہیں کیا۔

ہاں نوح ابراہیم۔۔۔!! کے لیے مروہ یوسف ۔۔۔ کو مخاطب کرنا گناہ کے ہی مترادف تھا۔۔۔ جبکے مروہ یوسف کے لیے نوح ابراہیم کو دیکھنا جہنم میں جلنے کے برابر

تھا۔۔۔ دونوں نے ہی اپنی اپنی عادت کو برقرار رکھتے مخاطب یا بات

کرنا گوارہ نہیں کیا۔۔۔

لیکن آج نوح ابراہیم کو اپنا ضبط جواب دیتا نظر آ رہا

تھا۔۔وہ اپنے آپ پر با مشکل قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

پندرہ بیس منٹ بعد گاڑی ایک ہائی سوسائیٹی میں واقع تین منزلہ

کوٹھی کے سامنے رکی ۔۔۔۔ ہارن کی آواز پر گارڈ نے بڑا سا سلور

رنگ کا گیٹ وا کیا۔۔۔

بلیک کلر کی ہائی لیکس زن سے پورچ میں آ کر رکی تھی ۔۔۔ گاڑی کے

رکتے ہی مروہ ایک سیکنڈ کے اندر اندر جلدی سے گاڑی سے نکلتی اندر

کی جانب بڑھ گئی تھی۔

بڑے سے ہال میں اس وقت کوئی بھی نہ تھا۔۔ یقیناً سب اس وقت گرمی میں اپنے کمروں میں آرام فرما رہے ہوں گے۔۔ ویسے بھی اُسے بھی کسی سے ملنے کی چاہ نہ تھی۔۔

اپنے کمرے میں آتے ہی وہ بیگ بیڈ پر اچھالتے خود ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔۔۔ اچھے سے جانتی تھی۔ نوح ابراہیم خاموش ہرگز نہیں رہے گا۔ شام میں ہو سکتا ہے۔ عدالت لگے جو صرف اور صرف اس کے لیے یا اس کی بے بس ماں کے لیے ہی لگتی تھی۔۔۔

باقی سارا خاندان غلطی پروف تھا۔۔۔؟ اپنے ذہن سے سوچوں کو جھٹکتی ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا برش اُٹھا کر اپنے بوب کٹ براؤن ریشم جیسے بالوں میں چلانے لگی۔۔۔ اُسے اپنے بال بہت پسند تھے۔۔۔!!

وہ ایک کیوٹ فیس کی مالک خوبصورت لڑکی تھی ۔۔۔ یعنی ایسا چہرہ جیسے دیکھ کر سوائے اللہ کی معصوم مخلوق کے کچھ اور ذہن میں نہ آئے ۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد مروہ اپنا ڈریس وارڈروب سے نکالتی فریش ہونے واشروم گُھس گئی ۔۔۔ کیوں کہ یہ سوچ تو شاید زندگی بھر

ختم ہی نہ ہوتی۔۔۔۔

فریش ہونے کے بعد لنچ کا ارادہ ترک کرتے سونے کو ترجیح دی ۔۔۔ ویسے بھی آج کینٹین سے جوس لیا تھا۔۔ اس کے لیے وہ ہی کافی تھا

۔۔اور اس جوس پینے سے آج کا پورا واقعہ ذہن میں گھوم گیا۔۔۔کیسے ۔۔۔؟ وہ پیسے جو کرایہ کے لیے تھے ۔۔ وہ جوس لینے میں خرچ ہو گئے نیتجتاً اُسے پیدل چل کر آنا پڑا اور اس منحوس کی گاڑی میں بیٹھنا پڑا۔۔۔جیسے وہ بلانا تک پسند نہ کرے۔۔

فطرتاً وہ اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی تھی ۔۔۔ لیکن جب کوئی شخص بلاوجہ اُس سے دشمنی لے گا تو اس سے بھی اچھائی کی توقع نہ

رکھے تھوڑی دیر بعد کمرے میں گہری سانسوں کی آواز آنے لگی۔۔۔۔ جس سے کمرے کے مالک کا نیند میں اُترنے کا اندازہ لگانا ذرا مشکل نہ تھا۔

ooooooooooooooo

دوسری طرف اپنے نام کی طرح ہی شاندار

"نوح ابراہیم" عمر اٹھائیس سال چھ فٹ ایک انچ قد بھوری آنکھوں

اور ہلکے بھورے بالوں والا دراز قد

نوجوان تھا۔۔ سنجیدگی جس کے چہرے سے جھلکتی تھی۔ اور ذہانت

آنکھوں سے چمکتی تھی۔ ظاہری خوبصورتی سے مالا مال انسان !!

لندن جیسے الٹرا ماڈرن ملک سے پڑھائی مکمل کرنے کے بعد اپنے

باپ کے ہی بزنس "بلڈنگ کنسٹرکشن" کو آگے بڑھانے کو ترجیح دی

۔اور مہینوں میں ابراھیم کنسٹرکشن کا نام ملک کی ٹاپ ٹین کنسٹرکشن

کمپنیوں میں شامل ہو گیا۔

اب ملک بھر میں اور اس سے باہر کے ممالک میں بھی اُن کے کام کو

سراہا جاتا تھا۔

oooooooooooooooooo

اب چلتے ہیں ذرا شہر کی ہائی سوسائٹی کی طرف جہاں بہت سے امیر اور شاندار گھروں میں سلور گیٹ والا گھر بھی شامل تھا۔

جس کے باہر ابراہیم ہائوس کے نام کی خُوبصورت تختی لگی تھی۔ یہ گھر دیکھنے میں ہی بڑا خُوبصورت لگ رہا تھا۔اس گھر میں رہتے تو بہت سے افراد تھے۔

لیکن گھر کے بڑوں میں ابراہیم، عادل اور ان کی اکلوتی بہن آمنہ بھی ان کے ساتھ ہی رہائش پزیر تھی۔

ابراھیم صاحب کی بیوی صاعقہ بیگم تھی۔ان کے دو ہی بچے ہیں۔

خاندان کا سب سے بڑا بیٹا نوح ابراہیم اور بیٹی

زویا ابراہیم جبکے ان سے چھوٹے عادل صاحب کی بیوی ثمرین بیگم اور

اُن کے تین بچے ہیں۔

بڑی بیٹی حرا عادل اور اس سے دو چھوٹے ٹوین بھائی شازل بازل جو

انتہا کے شرارتی بچے تھے۔

اور آخر میں دو بھائیوں کی اکلوتی بہن آمنہ بیگم ان کے بھی دو ہی بچے

ہیں۔

جبکے ان کے شوہر یوسف صاحبِ گھر داماد ہیں۔

بڑی بیٹی مروہ یوسف جس کے کچھ دنوں میں ایف ایس سی کے

فائنل امتحان ہونے والے ہیں۔

اور چھوٹا ولی جس کی عمر تیرہ سال ہے۔

مروہ سے سات سال چھوٹا ہے۔

ولی چھوٹا پیکٹ بڑے دھماکے والا حساب ہے۔ جتنا وہ زمین کے اوپر

ہے اتنا ہی نیچے اس کی

شرارتوں سے گھر کے افرادِ اللّٰہ کی پناہ مانگتے تھے۔

نوح اور حرا ہم عمر ہی ہیں تقریباً جبکے شازل بازل کی عمر سترہ سال

ہے۔ زویا کی عمر اٹھارہ سال جبکے مروہ کی بیس سال ہے۔

ابراھیم ہاؤس میں نوح اور حرا کی پسندیدگی سے سب ہی واقف تھے۔

کسی کو بھی باظاہر تو کوئی اعتراض نہ تھا۔ پس پردہ سب راضی ہی

تھے۔

°°°°°°°°°°°°°°°°°°°°°°

حسب معمول شام ہیں گھر کے تمام اہل خانہ ڈائینگ ٹیبل پر جمع تھے
۔ یہ اس گھر کا اصول تھا کہ کھانا تینوں ٹائم سب مل کر ہی کھاتے
تھے ۔

اس وقت بھی ملازمین مستعدی سے کھانے کی انواع و اقسام ٹیبل پر
ترتیب سے سجا رہے تھے ۔

آمنہ بیگم بھی اُن کی مدد کر و رہی تھیں۔

سب آہستہ آہستہ اپنی اپنی کرسیوں پر براجمان ہو گئے تھے۔

ڈائیننگ ٹیبل کی خاموشی کو نوح ابراہیم کی سرد غصیلی بے لچک آواز

نے توڑا۔!!

اس کا روئے سخن اپنے باپ کی طرف تھا۔ موضوع گفتگو دوپہر والا

واقعہ تھا۔

مروہ جو یہ سمجھ بیٹھی تھی۔ کہ سامنے بیٹھا جلاد یہ بات بھول چکا ہو گا

۔ اسی لیے مزے سے بریانی سے انصاف کرنے میں مگن تھی۔

نوح کی بات پر اُسے اچھو لگتے لگتے بچا تھا۔

نفرت بھری نگاہ نوح کی طرف ڈالی تھی۔

جبکہ باقی سب بات جاننے کے لیے تجسّس سے نوح کی طرف متوجہ ہو گئے۔

بابا ہم نے کب اپنی بہن بیٹیوں کو اتنی اجازت دی کہ وہ یوں تن تنہا سڑکوں پر چل نکلے

نوح بیٹا کھل کر بتاؤ آخر بات کیا ہے؟ ابراھیم صاحب نے بیٹے کی غصے کی وجہ جاننا چاہی۔

کیوں کہ اس کے غصے سے تقریباً گھر کے سب افراد نالاں رہتے تھے۔

نوح نے ایک نظر سب کی طرف دیکھا اور پھر یوسف صاحب کی طرف دیکھا تھا۔ وہ بھی سامنے پڑے کھانے سے ہاتھ روک کر اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

آپ کی صاحبزادی آج اکیلی سڑک پر اپنی سوچوں میں گم چل رہی تھی ۔

میری گاڑی سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی ۔ اگر میری جگہ وہاں کوئی اور ہوتا اور لے جاتا اسے پولیس اسٹیشن

کیوں کہ غلطی اس کی ہے یہ سڑک کے درمیان میں چل رہی تھی ۔

تو آج یہ یہاں بیٹھنے کی بجائے آپ کو تھانے میں ملتی اور خاندان میں بدنامی الگ ہوتی

میرا مقصد آپ لوگوں کو آگاہ کرنا ہے۔ کہ میں کسی بھی ایرے غیر

ے کی وجہ سے اپنی ریپوٹیشن پر کوئی داغ برداشت ہرگز نہیں کروں گا۔

نوح کے خاموش ہوتے ہی ڈائیننگ ٹیبل پر موت جیسا سناٹا چھا گیا۔

اس سے پہلے ابراھیم صاحب یوسف صاحب یا آمنہ بیگم کو کچھ کہتے اچانک فضا میں تھپڑ کی گونج اٹھی تھی۔

اس اچانک افتاد پر سب یوسف صاحب کی طرف دیکھنے لگے۔

یوسف صاحب مروہ کو بولنے کا موقع دیے بنا ہاتھ اٹھا چُکے تھے۔

آمنہ بیگم دہل کر اپنی کرسی دھکیل کر مروہ کی طرف لپکی۔

مروہ کو اپنے پیچھے چھپاتے یوسف صاحب سے بچانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

جبکے مروہ ابھی تک اپنی جگہ دم سادھے کھڑی تھی۔

یہ سب کچھ نیا تو نہیں تھا۔ بچپن سے آج تک باپ کی طرف سے حسرت ہی رہی کہ وہ کبھی اُسے پیار سے بلائے گے۔

آج سب کے سامنے اسے زلت کا احساسِ زیادہ ہوا تھا۔ سُن سی اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ کر کھڑی وہ فرش کو گھورنے لگی۔ جس کا عکس آنکھوں میں دھندلانے لگا تھا۔

کیا ہو گیا ہے آپ کو یوسف کچھ خدا کا خوف کرے جوان بیٹی پر ہاتھ اٹھائے گے؟ آمنہ بیگم نے یوسف صاحب کو ہوش دلانے کی کوشش کی تھی۔

جوان بیٹی سے پوچھا بھی ہے کہ وہ تن تنہا سڑکوں

پر کس کی اجازت سے پھر رہی تھی ۔ یوسف صاحب بنا کسی کی موجودگی کا خیال کیے آمنہ بیگم پر چینخے تھے ۔

دن با دن اس کی ہمت بڑھ رہی ہے ۔ آج اس نے یہ جرات کی ہے کل کو کسی کے ساتھ نکل گئی خاک تو ہمارے سروں میں پڑے گی ۔

۔

کوئی اُنہیں دیکھ کر یقین نہیں کر سکتا تھا کہ وہ یہ گھٹیا الفاظ اپنی بیٹی کے لیے استعمال کر رہے تھے ۔

یوسف صاحب گرج دار آواز سے دھاڑ رہے تھے ۔ باقی سب خاموش

تماشائی بنے پروگرام کے ختم ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

جب کہ جس نے یہ آگ لگائی تھی وہ کب کا اپنا کھانا ختم کر کے جا چکا تھا۔

آمنہ بیگم نے زویا کو مٹی کا مادھو بنی کھڑی مروہ کو اوپر لے جانے کا کہا تھا۔

اب ڈائیننگ ٹیبل پر صرف بڑے موجود تھے۔ بچے سارے آہستہ آہستہ اٹھ کر جا چکے تھے۔

اس ہولناک خاموشی کو صاعقہ بیگم کی طنز میں ڈوبی آواز نے توڑا جن کا مقصد ہی آمنہ بیگم اور مروہ کو ذلیل کرنا ہوتا۔

میں تو پہلے ہی کہتی تھی۔ زیادہ پڑھانے کی ضرورت نہیں شادی کر

کے اپنے گھر چلتا کرو اسے لیکن میری تو اس گھر میں کوئی سنتا ہی نہیں۔

شوہر کے غصے سے گھورنے پر ان کی فراٹے بھرتی زبان کو بریک لگا تھا۔

ابراھیم صاحب نے گلا کھنکھارتے بہن کو مخاطب کیا!!
جو پہلے ہی بامشکل بھابی کی زہر اگلتی زبان کو برداشت کر رہی تھیں۔

"آمنہ میرا خیال بھی اب یہ ہی ہے کہ بچی کے امتحانوں کے بعد کوئی مناسب رِشتہ تلاش کر کے شادی کر دینا بہتر ہے۔
آمنہ بیگم نے بے حد تحمل سے بھائی کی بات کو سنا اور برداشت بھی

کر لیا۔

جب بولیں تو ٹیبل پر سناٹا چھا گیا!!

" ابراھیم بھائی میری بیٹی سے بڑے ماشاءاللہ حرا اور نوح ہیں پہلے ان کا حق بنتا ہے۔

آپ لوگ میری مروہ کی فکر نہ کریں وہ ابھی بچی ہے۔ جب اس کا وقت آئے گا تب دیکھی جائے گی۔ فلحال آپ لوگ یہ ٹینشن لینا چھوڑ دے!! "

اس کی فکر کے لیے اس کے ماں باپ زندہ ہیں!!

دونوں بھائی آج بہن کے منہ سے جی کے علاوہ الفاظ سنتے حیران رہ گئے ۔۔

جبکہ ان کی بیگمات نے شوہروں کی موجودگی میں با مشکل آمنہ کی چلتی زبان کو برداشت کیا تھا۔

جبکہ یوسف صاحب اپنا کھانا یوں رغبت سے کھا رہے تھے جیسے کسی اور کی اولاد کی شادی کی بات ہو رہی ہو ! !

ابھی وہ سب انہیں سب باتوں میں مصروف تھے کہ کسی کے ذور سے چلانے پر سب اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری منزل کی طرف لپکے جہاں سے ہنوز چیخنے کی آواز آ رہی تھی ۔

oooooooooooooooo

زویا کے ساتھ چلتے ہوئے اُسے اپنے قدم من من بھر کے محسوس ہو رہے تھے - زویا نے کمرے میں آتے ہی اُسے بیڈ پر بٹھایا تھا - مروہ اِس وقت ایسی کیفیت میں تھی کہ کھل کر رونے کے لیے کوئی کونا چاہیے تھا بس اُسے - اِس لیے زویا کو کمرے سے نکل جانے کا بولا لیکن زویا کے نہ جانے پر اُسے خود اُٹھ کر کمرے سے نکالا اور جلدی سے دروازہ بند کرنے کی کوشش میں زویا کا ہاتھ دروازے

میں

آ گیا -

شاید آج کا دن اُس کے لیے منحوس ثابت ہوا تھا کیوں کہ زویا کے

چیخنے سے سب گھر والے

جمع ہو گئے تھے ---

بڑی مامی بیٹی کا یہ حال دیکھ کر اُسے برا بھلا کہنے لگی - مامی یوں ہی

اُسے مزید بُرا بھلا کہتیں رہتیں مگر زویا کے ہاتھ سے خون نکلتا دیکھ

اُس کی طرف متوجہ ہوئیں

زویا کو جلدی سے ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا ۔

لیکن اُس نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا ویسے بھی سب اُسے ہی بُرا

بھلا کہتے

اُسے بھی دُکھ ہوا تھا زویا کا ہاتھ اُس کی وجہ سے زخمی ہوا تھا ۔

بیڈ پر اوندھے منہ گر کر آج کا پورا واقع یاد کرنے لگی آیا کہ کہاں

اُس سے غلطی ہوئی تھی ۔

گھر میں حرا کے پاس کار تھی ۔ وہ خود چلا کر آتی جاتی تھی ۔

جس کی اجازت خیر اُسے بڑی مُشکِل سے ملی تھی ۔

ویسے تو حرا کی تعلیم مکمل تھی - لیکن

وہ" نوح ابراہیم "کے ساتھ بسینز میں ہاتھ بٹانے

کے لیے آج کل کوئی کورس کر رہی تھی -

مروہ اور زویا دونوں ایک ہی کالج میں پڑھنے

جاتی تھیں - اِن کو چھوڑنے کے لئے الگ سے ڈرائیور کا انتظام کیا تھا-

بڑے ماموں نے.

زویا نے ابھی حال ہی میں فرسٹ ایئر میں ایڈمیشن لیا تھا۔

جبکے مروہ کے ایف ایس سی کے فائنل امتحان

ہونے والے تھے -

لیکن حرا نے تایا سے بات کرکے اِن دونوں

کو کالج سے لے کر آنے اور کالج چھوڑنے کی اجازت

لے لی - یہ کہہ کر میری یونی کے راستے میں ہی

ہے

کالج تو میں چھوڑ دوں گی -

آج زویا نے کالج سے چھٹی کی

تھی -اِس لیے وہ اکیلی حرا کے ساتھ گئی تھی - لیکن واپسی پر حرا نے

اُسے فون کر کے کہہ دیا کہ آج اُس کی ایکسٹرا کلاس ہے- تو وہ خود ہی

رکشا لے کر چلی جائے اور اُس کی سنے بنا جلدی سے کال کاٹ دی -

وہ اُسے بتانا چاہتی تھی -کہ اُس کے پاس پیسے نہیں ہیں - تو وہ کیسے آ

ئے گی لیکن حرا نے کال کاٹ دی

کال بیک کرنے کی کوشش کی تو وہ بھی نہیں اٹھائی -

کالج گھر سے زیادہ دُور نہ تھا- -لیکن اصل مسئلہ یہ تھا۔کہ کالج سے

گھر واپسی پر مین روڈ سے گزرنا پڑتا تھا - وہ بھی آج یہی سوچ رہی تھی

کہ پیسوں کے لئے کوئی ذریعہ ہونا چاہیے تا کہ چھوٹی چھوٹی

ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ماموں لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ

پھلانا پڑے

کہنے کو تو یہ زمیداری اُس کے

باپ کی ہونی چاہیئے

لیکن اُنہیں تو شاید اِن باتوں سے کوئی فرق ہی نہ پڑتا

تھا- اُسے نہیں یاد پڑتا آخری بار کب اُس

کے باپ نے اُسے پیار سے بلایا تھا-

سوچوں میں گم اُسے یاد ہی نہ رہا کے وہ سڑک پر چل رہی ہے-

ہوش تو ہارن کی آواز پر آیا تھا- اِسی لیے آج اتنی خاموشی سے نوح

ابراہیم کے ساتھ آ گئی کیوں کہ غلطی اُس

کی اپنی تھی کے وہ خود ہی سڑک کے درمیان چل رہی تھی۔

برحال ساری غلطی اُس کی تھوڑی تھی۔ اصل مجرم تو حرا تھی ۔ جس

نے زمیداری تو لی لیکن پوری نہ کر سکی ۔

شاید اس کا مقصد ہی مجھے

سب کے سامنے ذلیل کرنا تھا ۔

نوح ابراہیم اور حرا عادل کو نہ جانے اُس سے کیا خار تھی ۔اُسے آج

تک نہ یہ بات پتا چل سکی

ابھی وہ یوں ہی سوچتی رہتی کے کسی کے آہستہ سے دروازہ کھولنے اور

بند کرنے سے دروازے کی طرف دیکھا جہاں اس کا جان سے پیارا

بھائی ہاتھ میں اپنا تکیہ لیے کھڑا تھا ۔

اُٹھ کر بیٹھتے اُسے اپنے پاس بلایا وہ تو تھا ہی اسی انتظار میں جلدی

جلدی بیڈ پر کود کر

اس کے ساتھ آ بیٹھا --

اُسے بیڈ پر لیٹاتے اُس کے بالوں میں ہاتھ چلانے لگی

جانتی تھی اُس کے ماں باپ تو گئے ہوں گے اپنے لاڈلوں کے ساتھ

اُس کے پیارے بھائی کو اکیلے نیند نہیں آتی اس لیے خاموشی سے اُس

کے پاس سونے

آ گیا -

موبائل کی رنگ ٹون سے سوچوں سے نکلتی اُس نے موبائل کو تلاشا

جو کے بیڈ کے سائڈ ٹیبل پر پڑا اپنی نا قدری پر رو رہا تھا -

موبائل پر چمکتے نام کو دیکھتے اُس نے بے اختیار اپنا ماتھا پیٹا کے وہ اِس بلا کو کیسے بُھول سکتی ہے -

موبائل پر ہنوز " نایاب کالنگ "

لکھا آ رہا تھا - اِس وقت اُس میں بِلکُل ہمت نہ تھی کہ اِس سے سر کھپاتی جان تو اِس نے جلدی چھوڑنی نہ تھی چھوڑتی بھی کیسے اتنے دن سے پیچھے پڑی تھی کے برتھڈے والے روز میرے گھر ضرور آنا لیکن وہ اُسے کیا بتاتی کہ اُس کے آج اکیلے کالج سے گھر آنے پر اِتنا بڑا ہنگامہ ہوا تھا -

وہ اُسے .بر تھڈے پر جانے دیتے کیا ایسا ممکن تھا -؟؟

اِس لیے اُسے صبح کالج جا کر منانے کا چھوڑ کر موبائل سائیلینٹ پر لگا

دیا - اور سونے کی کوشش کرنے لگی

دِل میں آج اور شدّت سے نوح ابراہیم کے لئے نفرت بھری تھی -

اُس کی وجہ سے آج اِس کے باپ نے

اِس پر ہاتھ اُٹھایا تھا - باپ کے رویہ کو سوچتے آنسوؤں ایک بار پھر

آنکھوں سے نکلنے لگے - لیکن اُس نے سختی سے انہیں صاف کیا یہ

کونسا پہلی بار ہوا تھا بچپن سے اُن کا رویہ ہمیشہ اِس کے ساتھ ایسا رہا

جب کی ولی سے پیار سے بات کرتے تھے دِل میں نوح سے بدلہ لینے

کا ضرور سوچا وہ کون ہوتا ہے اِس کے کردار کی بارے میں بات

کرنے والا کیونکہ وہ رونے والوں میں سے نہیں تھی بلکے

رولانے والوں میں سے تھی - بدلہ تو اپنی اِس ذلت کا لے کر رہے گی

--

دور کھڑی قسمت اِس لڑکی کی ہمت پر اداسی سے مسکرائی تھی --!!!

ooooooooooooo

صبح معمول کے مطابق کالج کے لیے تیار ہو کر نیچے ڈائننگ ٹیبل پر

چلی آئی - کیونکہ آج وہ وقت سے پہلے آ گئ تھی اِس لیے ابھی تک

گھر کے افراد وہاں موجود نہ تھے - البتہ اُس کی ماں ملازموں کے ساتھ

ناشتا تیار کر رہی تھیں۔

معلوم تھا زویا تو آج کالج جا نہ سکے گی اس لیے خاموشی سے نکل جانے کا سوچا کیونکے وہ نہیں چاہتی تھی کہ رات کی طرح کوئی تماشا لگے اور اِس تماشے میں کہی اس کا کالج جانا کینسل نا ہو جائے اِس لیے ماں کے پاس جانے کی بجائے باہر کی طرف بڑھ گئ لیکن دل اُداس ہو گیا تھا کیونکے ماں کے

چہرے سے نظر آتی شکستگی نے اُس کے دل کو ہلا دیا تھا۔

ڈرائیور کو کالج لے جانے کا بول کر گاڑی کی بیک سیٹ پر بیٹھ گئ۔

کالج میں آتے ہی نایاب سامنے ہی اسے گراؤنڈ میں چکر لگاتی نظر آئی یقیناً حساب لینے کو بے تاب ہو گی تبھی آج وقت سے پہلے آ گئی تھی

-

نہ جانے اُسے دیکھ کر دماغ میں شرارت سمائی کہ کیوں نہ اِس بے چین روح کو ڈرایا جائے -

اِس لیے دبے قدموں اُس کی طرف بڑھی

قریب جا کر پتہ چلا کہ مطلع سخت آبر آلود ہے

کیونکے نایاب بی بی چلنے کے ساتھ ساتھ مسلسل اُسے بُرا بھلا کہنے میں مگن تھی -

بس آج کی بعد نہیں اِس کے ساتھ بیٹھنا آج آخری بار اِس سے بات

کر کے ہمیشہ کے لئے یہ دوستی ختم کر دینی ہے _ کتنی مشکل سے اُسامہ بھائی کو بہانے سے روکے رکھا کے میری بیسٹی آئے گی تو کیک کٹ کرو گی -

لیکن بیسٹی نے آنا تو دور کی بات ایک میسج تک نہ کیا -

ابھی وہ یوں ہی اُسے کوستی رہتی جب پیچھے سے کسی نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا

نایاب بی بی تو یوں چپ اور ساکن ہوئی جیسے کسی نے برف کا مجسمہ بنا دیا ہو

مروہ نے ہی اپنی اکلوتی دوست پر ترس کھاتے اپنے مذاق کو ختم کیا کیونکہ اُسے اپنی یہ دوست بہت عزیز تھی -

اُسے اپنی چھوٹی سی شرارت کی نظر نہیں کر سکتی
تھی -

ہائے نایاب واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز تم آج اتنے جلدی کیسے آ گئی -

نایاب اپنے آپ کو سنبھال کر اک نظر اُس پر ڈال کر واپس چہل
قدمی کرنے لگی - جیسے اُسے جانتی

بھی نہ ہو - مروہ نے بھی ہار نہ مانی اور اُس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی

- نایاب دیکھو نا کتنا اچھا موسم ہو رہا ہے بس ڈن ہو گیا آج سے ہم

روز جلدی آ کر پہلے تھوڑی سی واک کیا کرے گے ۔اِس سے ہماری

صحت بھی اچھی رہے گی ۔اور ہم فریش بھی فیل کرے گے پریڈ کے

دوران جوں جوں مروہ بات کر رہی تھی۔ نایاب کا پورا چہرہ غصے سے

لال مرچ کی طرح ہو رہا تھا ۔

مروہ کی زُبان کو بریک نایاب کے غصے میں پوچھے سوال سے لگا ۔

آپ کون ہیں اور میرے کان کیوں

کھا رہی ہیں ----؟؟

نابی یار اب غصّہ تھوک دے میں نے آنا تھا تیری برتھڈے پر قسم سے بلیو ڈریس بھی تیار کر رکھا تھا تیرے ڈریس جیسا سوچا تھا کل تُجھے آ کر سرپرائز کرو گی - گفٹ میں اپنے جان سے پیارے کیمسٹری کے نوٹس کی ایک کاپی تُجھے بھی دینی تھی - جس کے لیے تُو اور پوری کلاس میری کتنی منتیں کر رہی تھی۔ اور میں تیار نہیں تھی دینے کے لیے کہ خود محنت کرو -

جوں جوں مروہ بات کر رہی تھی نایاب کا غصّہ قدرے کم ہونے لگا میں پھر بھی تم سے ناراض ہوں کل اتنی مشکل سے اُسامہ بھائی کو روکے رکھا کہ میری دوست سے مل کر جائے گا -

ہیں ---

وہ کیا وزیرِ اعظم ہیں۔۔؟ جن سے میرا ملنا اِتنا ضروری تھا۔ اچھا ہی ہوا میں اُن سے نہیں ملی ۔ویسے بھی مجھے اپنے مُلک کے سیاسی لیڈر ایک آنکھ نہیں بھاتے

مروہ پلیز اپنی بکواس بند کرلو ورنہ میں نے اونچی اونچی رونے لگ جانا ہے پھر جب سب اسٹوڈنٹس جمع ہو جائے گے اور سوچے گے کتنی بری دوست ہے جو اپنی بیسٹی کو رُلا رہی ہے ۔

تو رونے لگ جاؤ میں بھی رونے لگ جاؤ گی سمپل۔۔!

مروہ تمھیں ذرا احساس نہیں میں نے کل کتنا ویٹ کیا تمھارا نایاب کے دُکھی ہونے پر مروہ بھی سنجیدہ ہوئی اور اُسے کل کا سارا واقعہ بتایا سوائے باپ سے پرے تھپڑ کے ---

جیسے سن کر نایاب بھی اُداس ہو گئ - آئی ایم سوری مروہ مجھے بلکل اندازہ نہ تھا یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ تم پہلے ہی پریشان ہو اوپر سے میری بکواس نایاب کے اموشنل ہونے پر مروہ نے ہی اُسے روکا ورنہ شاید وہ اُس کے غم میں رونے لگ جاتی -اٹس اوکے اب بتاؤ برتھڈے گفٹ چاہیے کہ نہیں.

او میری پیاری دوست گفٹ سے پہلے اب مجھے کچھ کھلاؤ گی تو ہی گفٹ ایکسیپٹ ہو گا ورنہ بُھول جاؤ

اچھا ٹھیک ہے کینٹین سے کینڈی

لے آؤ منہ میٹھا ہی کرنا ہے نا۔۔!!

رُک جاؤ مروہ کی بچی آج میں نے ناشتا نہیں کیا دوسرا گارڈ

بتا رہا تھا سیکنڈ ایئر کو آج چھٹی

ہے کل نوٹس بورڈ پر لگا تھا۔ دو دن بعد آ کر رول نمبر سلپس لے

جائے تمام گرلز تم نے شاید دیکھا نہیں تھا۔ ہیں ہو سکتا ہے کل حرا

نے کال پر ایسی منحوس خبر دی تھی کہ مجھے تو بس گھر کیسے جاؤں گی یہ

پریشانی لگ گئی تھی۔ تو اب کیا کرے مروہ نے بے چینی سے پوچھا

کرنا کیا ہے میں نے اپنے ڈرائیور کو کال کی ہے

آ جائے تو قریب ہی اُسامہ بھائی کا ریسٹورنٹ ہے اُدھر ناشتا کرے گے

بہت ہی اعلیٰ قسم کا کھانا ملتا ہے یار جو ایک بار کھا آے نا وہ روز جانا

چاہے گا--

میرے منہ میں تو ابھی سے پانی آ رہا ہے نایاب میں نے ابھی کل کا

واقعہ بتایا نہ تمھیں کے گھر والے اجازت نہیں دیتے یوں۔۔؟

مجھے پتہ ہے سب جب تک تمہارا ڈرائیور آے گا ہم واپس آ جائے گے

سو ڈونٹ ووری

مروہ نے بھی مزید بحث کرنا بیکار سمجھا ویسے بھی اُسے مزید ناراض

نہیں کر سکتی تھی دوسرا ناشتا تو اُس

نے بھی نہیں کیا تھا سو خاموش ہو گئ اور اُس کی خاموشی کو

رضامندی جان کر نایاب اُسے اپنے کزن کے ریسٹورنٹ لے آئی

تھی۔

واقعی نایاب ٹھیک کہ رہی تھی ریسٹورنٹ کی عمارت دیکھ کر اندازہ ہو

رہا تھا۔پانچ منزلہ یہ ریسٹورنٹ جس کو دیکھ کر ہی اِس کے معیار کا

اندازہ ہو رہا تھا۔

شیشے سے بنی چار دیواری ہرا

برا وسیع و عریض گارڈن پہلی نظر میں ہی گارڈن میں لگے طرح

طرح کے پھول طبیعت خوش گوار کر دیتے جن کے شاید اُسے نام

آتے ہی نہ ہو دیکھنے والوں کو سحر میں جکڑ لیتے تھے۔ نایاب اُسے

لے کر

سیدھا

ریسیپشن پر گئی تھی۔ شاید وہ پہلے بھی آتی جاتی رہی تھی کیوں کہ

ریسیپشنسٹ نے بہت عزت کے ساتھ انہیں ایک ٹیبل پر بٹھا کر ویٹر

کو آرڈر نوٹ کرنے کو کہا تھا۔ویٹر آرڈر لے کر جا چکا تھا ابھی وہ

دونوں

باتیں کر رہی تھیں کہ ایک پر جوش اور دبنگ سی آواز پر اس

طرف دیکھا جہاں

چھبیس کے لگ بھگ قریب ہینڈسم سا نوجوان بلیو تھری پیس سوٹ پہنے کھڑا تھا۔

نایاب فوراً اس سے ملنے لگ گئ ۔جس سے اُسے پتہ چل گیا یہ یقیناً اُس کا کزن اُسامہ ہی تھا۔

نایاب کی دیکھا دیکھی اُسے بھی مروّت میں کھڑا ہونا پڑا تھا۔

اُس کے کھڑا ہوتے ہی نایاب کو یاد آیا وہ اکیلی نہیں ہے۔

اُسامہ بھائی یہ میری جان سے پیارے بیسٹی جس سے میں آپ کو کل ملوانا چاہتی تھی۔

نایاب کے بتانے ہی اُسامہ نے مڑ کر اُس کی طرف دیکھا

جو کے کالج یونیفارم میں گلے میں پٹی لگائے اوپر بلیک چادر لیے ہمیشہ کی طرح اپنے بوب کٹ بال کھلے چھوڑے کھڑی تھی۔

اتنی پیاری اور معصوم لگ رہی تھی۔

کے اُسامہ جو اُسے ایک نظر ڈالنا چاہتا تھا بے اختیار اُسے دیکھے گیا۔

تو آپ ہے وہ عظیم ہستی جس سے ہماری یہ موٹو ملوانا چاہتی تھی۔

اُسامہ بھائی میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی اب نایاب اپنے موٹو کہے جانے پر احتجاجاً ناراض ہو گئی۔

جیسے دیکھ مروہ کو بھی ہنسی آ گئ جب کہ اُسے یوں ہنستا دیکھ کر اُسامہ کو

اپنا دل زور سے دھڑکتا محسوس ہوا

اپنی اِس کیفیت سے گھبراتے وہ

جلدی جلدی اُن سے مل کر مصروفیت کا بہانا بنا کر منظر سے ہٹنا

مناسب سمجھا اپنے آفس میں آتے ہی اپنی اِس کیفیت کی بارے میں

غور کرنے لگا۔۔

ایسی کیفیت دو چار وہ آج سے پہلے خوبصورت سے خوبصورت لڑکی

کو دیکھ کر بھی نہیں ہوا تھا۔

اپنے دل کی اس بے ایمانی پر وہ ششدر سا رہ گیا تھا۔

oooooooooooooooo

ناشتے کی ٹیبل پر سب افراد آہستہ آہستہ جمع ہو رہے تھے - جب صاعقہ بیگم نے بیٹھتے ہی ملازمہ سے زویا کا ناشتہ کمرے میں لے جانے کا حکم دیا

سر براہی کُرسی پر ابراھیم صاحب اُن کی ساتھ دائیں طرف صاعقہ بیگم اُن کے ساتھ ثمرین بیگم اور اِن کے ساتھ والی کرسی پر اُن کی شوہر عادل صاحب اور اُس کی ساتھ والی کرسیوں پر شازل اور بازل

براجمان تھے۔

تبھی سیڑھیوں سے نک سک سا بلیک پینٹ کوٹ میں تیار شیار

نوح ابراہیم

آتا نظر آیا جس کا رُخ ڈائیننگ ٹیبل کی طرف ہی تھا۔ ہمیشہ کی طرح

براؤن آنکھوں میں سرد تاثرات تھے ۔جو دوسروں کو اُن کی حد میں

رکھنے کی لیے کافی

تھے۔خاموشی سے ابراھیم صاحب کے بائیں طرف والی کُرسی پر شان سے بڑا جمان ہو گیا۔ اُس کے بیٹھتے ہی اُس کا خاص ملازم اُسے بریک فاسٹ سرو کرنے لگا جوس کا گلاس اُٹھاتے ہی اُس نے ٹیبل پر بیٹھے افراد کا خاموشی سے جائزہ لیا اور شازل اور بازل کی طرف متوجہ ہوا جو کھانا کھانے سے زیادہ ایک دوسرے کو تنگ کرنے میں مصروف تھے۔ جوس کا گلاس واپس ٹیبل پر رکھتے اب اپنا رُخ عادل صاحب کی طرف کیا چاچو کل ان دونوں کے اسکول سے پرنسپل نے کال آئی تھی۔ کے اِن کی فائنل ٹیسٹ میں کارکردگی بالکل اچھی نہیں۔ نوح کی بات سنتے عادل صاحب نے اپنی سپوتوں کو گھور کر دیکھا تھا۔ جو اب یوں بن گئے جیسے یہ اِن کی نہیں کسی اور کی

بات ہو رہی ہو جب کے وہ تو بہت اچھے شریف بچے ہیں۔۔

یہ تم دونوں کی آخری کمپلین ہے۔اِس کے بعد میں نے تم دونوں کو مدرسے لگوا دینا ہے دنیا کی تعلیم حاصل نہیں کرنی تو کم سے کم دین کی تو سمجھ بوجھ ہو

" آج کل کے انسانوں کا یہی المیہ ہے کہ انھوں نے دین سے آگے دنیا کو رکھا ہے" ہر کسی کو یہی فِکر ہے کے دوسروں سے تعلیم اور پیسے میں آگے کیسے نکلے کاش ہم دین کے معاملے میں بھی ایسے ہی ہوتے

ابراھیم صاحب نے مروہ اور حرا کی غیر موجودگی کو دیکھتے ان کی

بارے میں پوچھا جس پر ثمرین بیگم نے حرا کی طبیعت خراب بتا کر در

حقیقت اُسے متوقع ڈانٹ سے بچایا

آمنہ مروہ ناشتا کرنے کیوں نہیں آئی ابراھیم صاحب نے اب اپنی

بہن سے مروہ کی غیر موجودگی کے بارے میں پوچھا جس پر آمنہ بیگم

نے ایک نظر شوہر پر ڈال کر مختصر جواب دیا بھائی مروہ کالج گئی ہے -

-

ذرا شرم نہیں اِس لڑکی میں کل میری معصوم بچی کا ہاتھ دروازے

میں دے دیا صاعقہ بیگم حسب معمول مروہ کا ذکر سنتے ہی شروع ہو

گئی تھی

نوح جو اُس سارے معاملے سے انجان تھا۔ چونک کر ماں کی طرف متوجہ ہوا مما کیا ہوا زویا کو کوئی مجھے کچھ بتائے گا کہ نہیں حسب عادت نوح کا پارہ چڑھ گیا تھا۔ جس پر صاعقہ بیگم نے بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا نوح نے ضبط سے لب بھینچ لیے ورنہ اپنی بہن کے ساتھ ایسا سلوک کرنے والے کے ساتھ دل تو کر رہا تھا۔ اس کا ہاتھ توڑ اپنی بیٹی کے بارے میں دوبارہ سنتے اب ابراہیم صاحب کو بھی مروہ پر غصّہ آنے لگا اِس لیے اب ذرا سختی سے بہن سے مخاطب ہوئے کس کی اجازت سے وہ اکیلی ڈرائیور کے ساتھ گئی ہے۔

آمنہ بیگم نے چونک کر بھائی کی طرف دیکھا اور اطمینان سے جواب دیا

میری اور دوبارہ بے دلی سے ناشتہ کرنے

لگی - وہ کیوں اپنی معصوم بچی کے خلاف ان کی باتیں سنتی سارا خاندان

میری بچی کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ صبح سے اُس کا چہرہ تک نہیں دیکھا تب

سے ہی وہ بولائی سی پھر رہیں تھیں۔ نوح ناشتا مکمل کرتے ہی سب

کو خدا حافظ کہتے آفس کے لیے نکل گیا -- اُس کی پیچھے ہی ابراہیم

صاحب اور عادل صاحب بھی اپنی اپنی گاڑیوں میں روانہ ہوئے

۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

خاموش کمرے میں مسلسل موبائل کی رنگ ٹون کی آواز گونج رہی تھی - جب واشروم سے نکلتے ہی عاشر کالنگ لکھا دیکھ کر حرا نے جلدی سے کال اٹھائی کہاں تھی تم کب سے کال کر رہا ہوں اُٹھا کیوں نہیں رہی تھی۔عاشر فریش ہونے گئ تھی۔ حرا نے اُس کی بے تابی دیکھ کر مسکراتے ہوئے جواب دیا یونی کیوں نہیں آئی۔ابھی تک آنے لگی ہوں بس دس منٹ ویٹ کرو حرا بچپن سے نوح کو پسند تو کرتی تھی ۔ لیکن نوح کے سرد رویہ نے اُسے بیزار سا کر دیا تھا۔ فطرتاً وہ ایسی لڑکی تھی جیسے دن رات ایسا شخص چاہیے تھا۔ جو اُس کی تعریف کرے گھومے پھرے موبائل پر لمبی لمبی کال کرے جب کے

نوح ابراہیم کے لیے شاید یہ الفاظ ایگزسٹ ہی نہیں کرتے تھے اس کی
دنیا صرف بزنس کے ارد گرد

گھومتی تھی نوح سے مایوس ہو کر حرا کو عاشر میں وہ سب کوالیٹیز
نظر آئی تو اُس طرف متوجہ ہو
گئی ۔۔

°°°°°°°°°°°°°°

سب کے آفس اور اسکول جاتے ہی صاعقہ اور سمرین بیگم باتوں باتوں میں آمنہ بیگم پر طنز کے تیر چلانے لگیں--

بھائی اپنی بہنوں کی شادی کرتے ہیں کہ چلو یہ بوجھ تو سر سے اترے لیکن آج کل تو عجیب زمانہ

آ گیا ہے ---

بہنیں شوہر اور بچوں سمیت بھائیوں کے گھر پر ڈیرہ ڈال لیتی ہیں۔

اُوپر سے شوہر بھی ایسے نکھٹو ہوتے ہیں کہ کام وام کرتے نہیں بس مفت کی روٹیاں کھانے پر زور دیا ہوتا ہے ---

بس اللہ بچائے ایسی بہنوں سے جنہیں بھائیوں کا ذرا احساس نہیں

آمنہ بیگم اُن کو یوں ہی طنز کرتا چھوڑ کر اپنے کمرے میں آ گئی تھیں

۔ ویسے بھی اِن دونوں کی یہ پرانی عادت تھی باتوں باتوں میں اُن پر

طنز کرنا

کبھی شوہر کے بےروزگار ہونے کا تنز کبھی مروہ کے بارے میں طنز

بڑی بد زُبان ہے کبھی ولی کی شرارتوں کے طعنے کے.بڑا بد تمیز بچا

ہے۔

حالانکہ شازل اور بازل ولی سے زیادہ شرارتی تھے۔

ان کی شادی اُنکے باپ نے اپنے دوست کے بیٹے سے خود اپنی مرضی

سے گھر داماد بنا کر کروائی تھی ۔ ایک

تو اُنہیں اپنی بیٹی بڑی پیاری تھی ۔ دوسرا جو اُن کا دوست اور اُس کا بیٹا تھا۔ اُن کا بھی آگے پیچھے کوئی رشتے دار نہ تھا ۔

اِس لیے باہمی رضامندی سے یہ فیصلہ کیا گیا تھا۔ آمنہ بیگم کو بھی اور کیا چاہیے تھا آرام سے ماں باپ کے گھر ہنسی خُوشی رہنے لگیں بھائیوں نے تو کبھی کُچھ نہ کہا لیکن بھابیاں انھیں اس بات کا شدت سے احساس دلاتی رہتی تھیں ۔ کے اب یہ ان کا گھر نہی ہے جہاں وہ جو چاہے کرے جب تک ماں باپ زندہ تھے۔ پھر بھی لحاظ کرتی لیکن اب وہ بھی نہ کرتی تھیں۔

شوہر کسی کام کا ہوتا تو وہ کب کا بچوں کو لے کر الگ ہو جاتی

لیکن سارا غم تو یہی تھا کے شوہر ہی کسی کام کا نہ

تھا --

شروع شروع میں یُوسف صاحب کے کام نہ کرنے پر کسی نے زیادہ

دھیان نہ دیا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ بھائیوں نے انھیں اپنے

ساتھ کام پر بھی لگایا

اور الگ بھی سیٹ کرکے دیا لیکن آئے روز یُوسف صاحب کی غیر

ذمے داری سے کاروبار میں بڑا نقصان ہونے لگا۔ تو آہستہ آہستہ

بھائیوں نے بھی کہنا چھوڑ دیا اور یوسف صاحب کو بیٹھ کر کھانے کی لت لگ گئی جو آج تک نہ گئی تھی۔

پہلے تو اُن کا رویہ پھر بھی گزارے لائک تھا۔ لیکن مروہ کے پَیدا ہُونے پر یوسف صاحب کا رویہ اُن سے بس لیا دیا سا رہ گیا تھا۔

جِس کی وجہ صرف اور صرف بیٹے کا نہ پَیدا ہونا تھا۔

کیونکہ ابراھیم صاحب کے بیٹے نوح کو دیکھتے تو چاہتے ان کے ہاں بھی بیٹا ہو اِس لیے آمنہ بیگم سے کہہ دیا تھا کہ مجھے بھی بیٹا ہی چاہیے

جیسے بیٹی اور بیٹے کا پَیدا ہونا اِن کے اپنے اختیار میں ہو۔

مروہ کی پیدائش پر یُوسف صاحب کو سخت مایوسی ہوئی اسی لئے آج تک کبھی مروہ سے پیار سے بات تک نہ کی تھی۔

جب کے اُس سے چھوٹے ولی کے ساتھ اُن کا رویہ بڑا اچھا اور پیار بھرا تھا--

مروہ کا سوچتے ہی آمنہ بیگم نے اُس کے لیے بریانی بنانے کا سوچا تاکہ

کالج سے آ کر اپنا من پسند کھانا دیکھ کر خوش ہو جائے۔

٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥

ریسٹورنٹ سے نکلتے نکلتے اُنہیں ڈیڑھ گھنٹا تقریباً لگ گیا تھا - نایاب اب مجھے کالج چھوڑ دو ڈرائیور کے آنے میں بس تھوڑا ٹائم ہی رہ گیا ہے - مروہ نے موبائل میں منہ دیے بیٹھی

نایاب کو کہا

جس نے اُس کی طرف دیکھتے اشارے سے بس پہنچنے کا کہا تھا۔

اور موبائل رکھتے اُس کی طرف متوجہ ہوئی میرا گفٹ تو دے دو

اب گھر جا کر پڑھ لوں گی کُچھ

تاکہ پاس تو ہو سکو اِس منحوس سبجیکٹ میں

نوٹس میں نے تمہارے بیگ میں رکھ دیے ہیں۔

اچھا ٹھیک ہے ویسے بڑی کنجوس دوست ہو سستے میں نمٹا دیا مجھ

معصوم کو نایاب نے معصوم بننے کی ناکام کوشش کرتے مروہ کے
کنجوس ہونے پر چوٹ کی تھی۔

جِس پر مروہ نے بُرا مانے بنا سر خم کیا
اچھا مروہ تم کہہ رہی تھی تم جوب کرنا چاہتی ہو تو میرے پاس ایک
آفر ہے تمہارے لیے
کیسی آفر مروہ نے الجھ کر اُسے دیکھا جیسے سسپنس کریٹ
کرنے کی بری عادت تھی۔
یہ جو میرے اُسامہ بھائی ہیں انہی آجکل کیسی آنلائن ریسیپشنسٹ کی

ضرورت ہے جو کسٹمر کو گھر بیٹھے معلومات دے سکے

اگر تم کرنا چاہو تو میں بات کرو

نایاب کی آفر اُسے اتنی بری بھی نہ لگی تھی لیکن پھر بھی سوچنے کی لیے کُچھ وقت مانگ لیا

ہاں ہاں لے لو جتنا مرضی وقت ویسے بھی میں نے اُسامہ بھائی سی

بات کر لی ہے کے پیپرز کے بعد ہی جوائن کرے گی

نایاب کی بات سنتے ہی مروہ کی پیشانی پر نہ سمجھی کے بل پڑے

کیا مطلب تم نے پہلی ہی سب سیٹ کر لیا تھا کیا

ہاں کر لیا تھا کیونکہ میں تمہیں پریشان نہیں دیکھ سکتی ہوں

نایاب کی بات سنتے ہی مروہ کو بے اختیار اُس پر پیار آیا تھا۔ جس کا

اظہار زور سے اُسے گلے لگا کر کیا

اچھا ٹھیک ہے اب اموشنل نہ ہونا کالج کے گیٹ پر کار کے رکتے ہی

مروہ اُترنے لگی جب نایاب کی بات پر اُس طرف متوجہ ہوئی

مروہ تم نے اپنی میتھ کی ایکسرسائز حل کر لی جن کی تمھیں سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

کر لوں گی مروہ نے اُسے جواب دیا لیکن اُسے بھی ٹینشن تھی کے وہ کیسے کور کرے گی پھر یہ سوچ کر سر جھٹکا آنلائن لیکچر دیکھ لے گی نیٹ سے گزارا تو ہو ہی جائے گا

باقی اُس کی تیاری مکمل تھی بس میتھ کی یہ دو تین ایکسرسائز کی ٹینشن تھی انہیں بھی انشاءاللہ کر ہی

لے گی وہ ---

میرے پاس تو اسامہ بھائی ہیں اُن سے سمجھ لوں گی اگر تم چاہو تو

میرے گھرا جانا سمجھنے

نہیں اِس کی ضرورت نہیں میں مینیج کر لوں گی مروہ نے کار سے

نکلتے نایاب کو جواب دیتے

خدا حافظ کیا تھا -

ooooooooooooooooo

جِس وقت وہ کالج سے واپس آئی سب سے پہلے کپڑے بدل کر سیدھا ماں کے پاس آئی جو یقیناً ظہر کی نماز پڑھ رہیں تھیں -

اُن کی پاس ہی جا کر چوکڑی مار کر بیٹھ کر اُن کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگی تھوڑی دیر بعد آمنہ بیگم نے نماز پڑھ کر دعا کرتے اُس پر پھونک ماری

مروہ صبح بیغیر کسی کو بتائے کالج کے لیے کیوں نکلی تمہارے ماموں غصّہ ہو رہے تھے بیٹا

تو یہ کونسا نئی بات ہے ان سب کی عادت ہے میری ہر بات پر ڈانٹنے کی

مروہ نے بھی منہ پھلاتے ماں کی بات کا جواب دیا

جِس پر آمنہ بیگم نے بیٹی کو شرم دلاتی نظروں سے دیکھا

کتنی بار کہا ہے.بڑے ہیں تمہارے ایسے نہ کہا کرو آمنہ بیگم نے بیٹی کے فٹ سے جواب دینے کی عادت سے پریشان ہوتے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

تو کیا میں غلط کہہ رہی ہوں بلاوجہ سب مجھے ڈانٹتے ہیں جبکے کل حرا آپی نے مجھے کال پر خود کالج سے آنے کہ کہا یہ کہہ کہ وہ.بزی ہیں آج پک کرنے نہیں آئے گی۔

تو میں نے پھر اکیلے ہی آنا تھا

بیٹی کے وضاحتی انداز پر آمنہ بیگم نے خاموشی سے اُس کا چہرہ دیکھا جو

مرجھایا سا لگا اُن کا دل ایک پل کو خود کو ملامت کرنے لگا کیا

ضرورت تھی بیٹی سے یہ بات کرنے کی چلو چھوڑوں یہ باتیں میں

نے آج تمھاری پسندیدہ.بریانی بنائی ہے وہ کھا لو

تو پھر دیر کس بات کی آجائے چلتے ہیں نیچے کچن میں اور کھاتے ہیں

مزے کی.بریانی مروہ نے بھی.بریانی کا سنتے ہی ہر چیز پسِ پشت ڈال کر

کھانا کھانے کی جلدی مچائی

نیچے حال میں آتے ہی مروہ کو زویا بیٹھی نظر آئی تو اُس کے پاس ہی آ گئی۔ جب کے آمنہ بیگم کچن کی طرف بڑھ گئی

ہیلو زویا کیسی ہو۔

میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو۔

میں بھی ٹھیک ہوں بلکہ شرمندہ ہوں میری وجہ سے تمھارا ہاتھ اِتنا زخمی ہوا مروہ نے افسوس سے کہا---

کوئی بات نہیں میری بھی غلطی تھی۔ مجھے تمہارے ایک بار کہنے پر چلے جانا چاہئے تھا۔

اچھا چھوڑو یہ بتاؤ ہاتھ میں درد تو نہیں۔

مروہ کل والا واقعہ سننا نہیں چاہتی تھی اس لیے بات بدل کر اُس کے

ہاتھ کی بابت پوچھنے لگی --

نہیں اب ٹھیک ہے بس دو تین دن میں مکمل

ٹھیک ہو جایے گا -- ابھی وہ

دونوں باتیں کر ہی رہیں تھیں کہ شازل اور بازل بھی سکول سے آ

گئے۔

دونوں نے آتے ساتھ بیگ یوں صوفے پہ پٹکے جیسے سارا قصور ان کا

ہو جس کی وجہ سے انھیں اِتنا پڑھنا پڑھتا تھا۔

بقول شازل اور بازل کے ابھی تو اِن کے کھیلنے کودنے کے دن تھے -

یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔؟

ایسے رکھتے ہیں بیگ مروہ نے اُنہیں تمیز سکھانے کی ناکام کوشش کی

جِس پر دونوں نے کان نہ دھرے بلکے خود بھی اب صوفوں پر گر سے گئے

مروہ اِن بچاروں کو نہ کچھ کہوں
صبح چاچو سے اچھی خاصی ہوئی ہے اِن کی

شازل اور بازل جو آج پہلے ہی تپے ہوئے تھے زویا کی بات پر دونوں اُسے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے لگے۔

مروہ جو انجان تھی اِس سارے معاملے سے اُلجھ کر زویا کو دیکھنے لگی۔

یار مروہ نوح بھائی کو کال آئی تھی اِن کے پرنسپل کی کے یہ دونوں

صاحبزادے بلکل اچھے ٹیسٹ نہیں دے رہے جبکے امتحان سر پر ہیں۔

بس پھر بھائی نے صبح بتا دیا چاچو کو اور چاچو نے انھیں وارننگ دی

ہے وہ بھی لاسٹ اُس کے بعد ڈائریکٹ دونوں مدرسے جائیں گے -

زویا نے مزے سے سارا واقعہ چسکا لے کر سنایا

تھا --

مروہ جو خاموشی سے سن رہی تھی۔نوح کی نام پر سختی سے دانت

پیس ڈالے جیسے اِن میں نوح ابراھیم ہو - زویا سے بے اختیار کہہ بھی

دیا

یہ تمہارے نوح بھائی کو زیادہ دلچسپی نہیں دوسروں کے معاملے میں

شازل اور بازل جو دور صوفوں پر بیٹھے تھے۔اپنی حمایت میں کسی کو

بولتا دیکھ دوڑ کر مروہ کے قریب آ گئے

آپی یہ تو ظلم ہے نہ ہمارے ساتھ

آج سارا دن ٹیچرز نے ہمیں بیٹھنے نہیں دیا یہ کہہ کر آپ کے بڑے بھائی نوح ابراہیم نے خاص کہا ہے اگر ٹیسٹ اچھے نہ ہوں تو بیشک انھیں کلاس میں مرغا بنا دے آپ کو اجازت ہے۔۔!!

شازل نے نے بہت دُکھ سے اپنی بات مکمل کی جیسے اُسے نوح کے ایسے سنگدل فیصلے پر اب تک یقین نہ آیا ہو۔

آپی آپ کو پتہ ہے آج ہماری کلاس کے سارے بچے بھی ہم پر ہنسے

کیسی بچوں والی سزا دی ہے اِن کے بھائی نے بازل نے بھی نہایت

دُکھ سے کہا

کیوں نہ ابھی آئسکریم کھا کر آئے

اور اسٹیٹس لگا کر تم لوگوں کے نوح بھائی کو جلایا جائے

مروہ نے اُنھیں خوش کرنے کی لیے معصوم سا بدلے کا طریقہ بتایا

آپی یار زبردست آئیڈیا ہم ابھی چینج کر کے آتے ہیں

دونوں یوں خوش ہوئے جیسے اُنھی آلہ دین کا چراغ مل گیا ہو۔

جبکے زویا خاموشی سے یہ کاروائی

دیکھ رہی تھی۔ مروہ نے اس سے پوچھا تو وہ بھی جانے کے لیے راضی

ہو گئ۔

کیونکہ اس کے بھائی نے کیا تو بُرا ہی تھا اِن کے ساتھ

پر جائیں گی کیسے زویا نے مروہ سے پوچھا

ڈرائیور کے ساتھ اور پھر اُدھر سے ہی آمنہ بیگم کو آواز دی مما میں آ

کر بریانی کھاؤ گی۔

ابھی ہم آئسکریم کھانے جا رہیں ہیں۔

ویسے زویا چھوٹی اور بڑی مامی کہیں گئیں ہیں کیا

ہاں مما اور چاچی شاپنگ کرنے گئیں ہیں زویا نے مروہ کو بتایا

اور تمھیں ایک راز کی بات بتاؤں مروہ ویسے ابھی یہ بات بڑوں کی

بیچ ہے پر میں نے مما بابا کی آج باتیں سنی تھیں نوح بھائی اور حرا آپی

کی شادی کی بات چل رہی ہے۔

زویا کی بات سنتے اُسے کوئی حیرانی نہیں ہوئی
اُس کی بلا سے اُن کی زِندگی میں کُچھ بھی ہو اُس کے اپنے بڑے مسئلے
تھے۔

پر ایک ایکسائٹمنٹ سی تھی۔ جب دونوں آرڈر جاری کرنے والوں کی
جوڑی بنے گی۔ تو کیسے ان کی آپس میں بنے گی۔
شازل اور بازل کے آتے ہی سب تیار ہو کر ڈرائیور کے ساتھ
آئسکریم پارلر آ گئے۔

شازل اور بازل نے اپنے لیے دو دو آئسکریم منگوائی تھی۔ کیونکے بقول اُن کے آج سزا ملی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ کمزوری محسوس کر رھے ہیں۔اِس لیے زیادہ آئسکریم کھا کر اپنی انرجی پوری کرنی ہے اُنہیں کوئی اُنہیں نہ روکے

جبکے زویا اور مروہ نے ایک ایک آئسکریم ہی منگوائی تھی۔

شازل نے مروہ کا فون لے کر آئسکریم انجوائے کرنے کا اسٹیٹس لگایا تھا۔ اور بازل نے زویا کے فون سے بھی سیم اسٹیٹس لگا دیا تھا۔

جِس کا کیپشن یہ لکھا تھا ساتھ ہنسنے والا ایموجی

"precious Moment"

مروہ نے بڑا ہونے کے ناطے اپنے

کزنز کو سمجھانے کا سوچتے

بات

کا آغاز کیا ---

ویسے شازل اور بازل تم دونوں کے سب ایج فیلو کالج لائف میں انٹر

ہو گئے ہیں۔

جب کے تم دونوں ابھی

تک اسکول جاتے ہو ---!!

ہو سکتا ہے اگر تم اس بار میٹرک کلیئر کر لو تو چھوٹے ماموں تم

لوگوں کو بائک لے دے ----

مروہ کی بات کے پس منظر کو

جانتے زویا نے داد میں آئی برو

اُچکائے تھے --

جبکہ شازل اور بازل کے چہرے

کے پُر سوچ تاثرات واضح اِس

بات کا اعلان کر رہے تھے ۔ کہ

وہ اِس کی بات پر عمل درآمد

کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ---

آپی آپ سچ بتائے کیا واقعی

بابا ہمیں بائک لے دے گے اگر ہم

ایگزام کلیئر کر لے۔

اور نہیں تو کیا ہو سکتا چھوٹے ماموں خوشی میں کار بھی لے

کر دے سکتے ہیں۔ مروہ نے ہر

طرح سے اُنہیں قابو کرنے کا

سوچا ٹھیک ہے شازل اِس بار

ہم نے بابا کو حیران کر دینا ہے بازل نے جوش سے کہا جس کا ساتھ

شازل نے بھی دیا

مروہ نے بے اختیار شُکر کا سانس

لیا یہ دونوں تو ٹھکانے لگے -

چلو اب جلدی سے ختم کرو یہ سب پھر گھر چلے ۔ سب پریشان ہو رہے ھو گے زویا نے ان کو وقت کہ احساس کروانے کی کوشش کی جِس پر مروہ نے اُسے بتایا کہ مما بتا دے گی پریشان نا ہو واپسی پر باقی سب کے لیے بھی آئسکریم پیک کروائی اور گھر واپسی کی راہ لی -

oooooooooooooooo

آج شام وہ معمول کی نسبت کچھ جلدی گھر واپس آ گیا

تھا - اپنے خاص ملازم سے کوفی

کا کہہ کر سیدھا تیسری منزل پر بنے اپنے روم میں داخل ہوا تھا۔

گراؤنڈ فلور پر سب بڑوں کے کمرے تھے۔ سیکنڈ فلور پر سب ینگ

پارٹی کے کمرے تھے__

تیسری منزل پر صرف ءنوح ابراہیم

رہتا تھا البتہ کمرے اس فلور پر بھی سیکنڈ فلور جتنے تھے۔

ایک تو اسے شور شرابے سے سخت چڑ تھی۔ دوسرا اُسے اپنے کام کے لیے پر سکون ماحول چاہئے تھا۔

کمرے میں انٹر ہوتے ہی اُس نے اپنا کوٹ اُتار کر بیڈ پر ہی رکھ دیا درد سے پھٹتے سر کو دو انگلیوں سے مسلتے اس کا پارہ ملازم کے ابھی تک کوفی نہ لانے پر چڑھ رہا تھا۔

ابھی وہ غصے سے کھولتا نیچے جاتا جب ملازم نوک کر کے کوفی لے آیا

ویسے تو گھر میں سارے فیمیل ملازم تھے۔ لیکن وہ اپنے لیے اسپیشل میل ملازم رکھ کر بیٹھا تھا۔

جس پر کسی نے کوئی اعتراض نہ کیا

اُسے غصے سے گھورتے جانے کا اشارہ کیا اور خود موبائل پے آتی کال

کی طرف متوجہ ہوا

کال کسی بزنس کلائنٹ کی تھی۔

اُسے سیکٹری کے ساتھ رابطہ کرنے کا کہہ کر کال کاٹ دی

وہ ایسا ہی تھا اپنی مرضی کا مالک موڈ ہو تو سر پر بیٹھا دیتا تھا۔اگر بُرا ہو

کب قدموں میں گرا دے کوئی خبر نہیں

ابھی موبائل رکھنے کا سوچ ہی رہا تھا۔جب زویا کا اسٹیٹس لگا

دیکھ کر رک گیا_

اسٹیٹس دیکھتے ہی غصے سے اُس کے اعصاب تن گئے سکرین میں نظر آتے ہنستے مسکراتے چہرے اُس کی صبیح پیشانی شکن آلود کر گئے__

ان چاروں کی کل اور آج صبح اچھی خاصی بے عزتی ہوئی اور ڈانٹ پڑی تھی۔ لیکن مجال ہو جو کسی کے چہرے پر ذرا بھی شرمندگی ظاہر ہو۔

حیرت تو اُسے اپنی بہن پر ہو رہی تھی ۔جو زخمی ہاتھ کے ساتھ آئسکریم کھاتے ہوئے دانت پورے بتیس
نکال کر بیٹھی تھی۔

آمنہ پھوپھو کی بیٹی کو دیکھ کر پیشانی کے بلوں میں اضافے ہوا تھا کبھی براہ راست تو اس سے کوئی بات نہ ہوئی تھی وہ خود ہی

ریزرورڈ سا رہتا تھا۔

دوسرا اُسے ایسی بچگانہ عادتوں کی مالک لڑکیاں پسند نہ تھیں۔اُس کے

خیال میں لڑکیوں کو سنجیدہ سا ہونا چاہیے

اس معاملے میں حرا اُسے میچور سی لگتی تبھی اُس کے ساتھ تھوڑی

بات چیت تھی لیکن ایک حد تک_

باب کٹ بالوں کو کھلا چھوڑے دوپٹہ مفلر کی طرح لٹکائے

دانت اس کے بھی پورے

باہر تھے لگتا ہی نہ تھا کے کل اسے باپ سے تھپڑ پڑا ہے۔

یعنی ڈھیٹائی کی حد اِس کے خاندان پر ختم تھی_

اِن سب کے پیپرز ہونے والے ہیں اور یہ آوارہ گردیاں کر رہے ہیں آجائے سب خبر لیتا ہوں ان کی غصے سے کہتے وارڈروب سے آرام دہ ٹراوزر شرٹ نکالتے فریش ہونے واشروم گُھس گیا—

ooooooooooooooo

واپسی میں انکو آتے آتے کافی دیر ہو ہی گئ تھی۔ تقریباً دو بجے کے

نکلے اب پانچ بجے آ رہے تھے ۔شازل اور بازل تو ابھی بھی چل

تھے۔

اُنہیں ڈانٹ کی کوئی پرواہ نہ تھی۔

جبکے وہ اور زویا تھوڑا پریشان تھیں __

گھر میں نوح کی ہائی لیکس پہلے سے کھڑی دیکھ اب صیحح معنوں میں

شازل اور بازل کی سیٹی گم ہوئی تھی۔ چہرے کی ہوائیاں اڑنے میں

ذرا دیر نہ لگی تھی۔

جبکے زویا بھی اب گھبرانے لگی تھی ۔مروہ نے ظاہر تو نہ ہونے دیا پر

اندر سے پتا اُسے بھی چل گیا تھا۔

کی آج بھی کلاس لگنی ضرور ہے۔

لاؤنج میں داخل ہوتے ہی سامنے

نوح ابراہیم ریلیکس سا تھری سیٹر صوفہ پر شان سے بیٹھا فٹبال میچ

دیکھتا نظر آیا وقتاً فوقتاً ہاتھ میں موجود موبائل

پر بھی اک نظر ڈال لیتا تاثرات سنجیدہ تھے__

وہ سب پریشانی سے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ خاموشی سے آہستہ آہستہ

وہاں سے گزرنے لگے۔

ابھی دو تین قدم اُٹھائے ہی تھے ۔جب سرد آواز پر سامنے دیکھا جہاں

وہ ایل سی ڈی بند کئے اُن کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

مروہ نے اپنا رکنا بے کار سمجھتے وہاں سے جانا مناسب سمجھا ویسے بھی وہ کونسا ایک دوسرے کو بلاتے تھے۔

ابھی وہ جانے ہی لگی تھی جب جانے کس کونے سے نکلتی حرا کی آواز نے اُسے روکا تھا۔

نوح انھیں کیا کہہ رہے ہو یہ تو بچے ہیں اصل تو اسے شرم دلانے کی ضرورت ہے۔

جو بچوں کے ساتھ بچی بنی پھرتی ہے۔

حرا کی بات سنتے ہی مروہ نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا جو خود اکثر آٹھ بجے آتی تھی۔

حرا آپی اِس میں کونسی بے شرمی والی بات ہے میں کونسا اکیلے گئی

تھی۔

شازل بازل اور زویا میرے ساتھ تھے۔۔!!

حرا کی بات سنتے ہی مروہ نے فٹ سے جواب دیا تھا۔

جبکے مروہ کی زبان کی تیزی دیکھ آج پہلی بار نوح ابراہیم نے مڑ کر اُس کی طرف بغور دیکھا جو شکل سے تو معصوم سی لگتی تھی۔ لیکن زبان کی تیزی معصومیت کی نفی کرتی تھی۔

حرا نے مروہ کے جواب پر بمشکل اپنی زُبان کو نوح کے سامنے روکا اور فکر مندی چہرے پر سجا کر

گویا ہوئی

بڑی بہن ہوں تم لوگوں

کی فکر میں کہہ رہی تھی اگر

تمھیں میرا پوچھنا اچھا نہیں لگا مروہ تو آئی ایم سوری حرا نے خود کو

اچھا دیکھانے میں کمال کی اداکاری کی نوح کے سامنے

حرا کی ایکٹنگ کو نوح ابراہیم کی سرد اور غصیلی آواز نے بریک لگایا

تھا۔

تم دونوں پانچ منٹ کے اندر اندر اپنی بکس لے کر لائبریری میں آئو

اور

زویا تم بھی۔

اس سے پہلے وہ اُسے بھی حکم دیتا اُس نے خاموشی سے اِدھر سے نکلنا مناسب سمجھا

"اور تم بھی اپنی بکس لے کر لائبریری میں آئو" وہ اس کے حکم پر ایک پل کے لیے رکی لیکن پھر سر جھٹکتی اُوپر اپنے روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

oooooooooooooo

شازل اور بازل اب رونی صورت بنا کر لائبریری میں دس منٹ سے بیٹھے نوح کے کال کٹ کر کے

فارغ ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

بلکے دل میں دعا کے رہے تھے۔کہ

نوح ابراہیم کو آج کوئی کام یاد

آ جائے اور وہ متوقع چھترول سے بچ جائے

اے ٹنڈی۔۔!! آپی کیوں نہیں آئیں۔؟

شازل نے سامنے والے صوفے پر

بیٹھی زویا کو چھیڑا

جس کا سکون سے بیٹھنا اسے ایک آنکھ نہ بھایا تھا تبھی اسے تنگ کیا

تم ہوگے ٹنڈے تمہارے بچے ہوں گے ٹنڈے زویا نے اسے کہتے

ساتھ ہی اپنے بھائی کو آواز دے ڈالی

جِس سے شازل کے ساتھ بیٹھے بازل نے اس کی گدی میں چپیڑ

ماری

اور شازل نے نوح کو وہاں آتے دیکھ بازل کے مارنے سے رونے کی

ایکٹنگ اسٹارٹ کر دی۔۔

تمھیں کیا ہوا ہے آج کوئی ایکٹنگ نہیں چلے گی اور اب بکس لے کر

اِدھر آؤ۔جو اسکول میں ٹیسٹ نہیں آیا تھا۔وہ کرکے دیکھاو ابھی؟

نوح ابراہیم بھی ان کی رگ رگ سے واقف تھا کہ پڑھائی سے بچنے

کے ڈرامے ہیں سارے اس لئے شازل کے رونے کا ذرا نوٹس نہ لیتے

ٹیسٹ کی طرف توجہ دلائی

شازل نے افسردہ ہوتے بازل کی طرف دیکھا جس نے کندھے

اچکاییے

کے پٹنے کے سوا اب کوئی چارہ نہیں۔

مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق کتاب نوح کو مرے مرے انداز میں

پکڑائی تھی۔

دونوں کو ٹیسٹ دے کر ایک دوسرے سے دور بیٹھنے کا اشارہ کرتے

نوح زویا کی طرف متوجہ ہوا

جو بچاری یہ سوچ رہی تھی کہ زخمی ہاتھ دیکھ کر بھائی شاید اُسے

رعایت دے دے۔

جس نے اُس کے ہاتھ سے کتاب لے کر سبق سنانے کا کہا

زویا بی بی گم سم بھائی کا چہرہ دیکھنے لگی یاد تو اسے تھا وہ کونسا نا لائق

اسٹوڈنٹ تھی۔

لیکن اس وقت لگتا اس کے ستارے گردش میں تھے۔

کسی بھی سوال کا جواب نہ دینے پر نوح نے اُسے سخت ملامت بھری

نظروں سے دیکھا

نظروں کا رُخ موڑ کر

شازل اور بازل کی طرف دیکھتے

اس کی اعصاب غصے سے تن گئے

جو ایک دوسرے کو نقل کروا رھے تھے۔ جبکے آتا دونوں کو نہ تھا کُچھ

شازل اور بازل اسٹینڈ اپ۔۔!! نوح کے گرج کر بولنے سے دونوں

شرافت

سے اپنے کان پکڑ گئے

جبکے مرغا بننے پر کان دونوں کو کان پکڑتا دیکھ نوح کو اور غصہ آیا

میں بناؤں مرغا کہ خود ہی بننا پسند کروگے دونوں نوح نے انھیں

وارننگ دی

جِس پر شرافت اور آس بھری نظروں سے نوح اور زویا کو دیکھتے

دونوں نے ٹانگوں کے نیچے سے کان پکڑے

زویا یہ آخری بار ہے اپنی اسٹڈی پر دھیان دو

تم لوگوں کی لیڈر کیوں نہیں آئی؟

میں نے سنا ہے۔اس کے پیپرز ہونے والے ہیں۔

نوح نے مروہ کے بارے میں پوچھا تھا زویا سے

جِس پر اس نے صرف لا علمی سے کندھے

اچکائے اپنا حکم رد کرنے پر نوح کو غصّہ تو بہت آیا لیکن پھر بے پروائی

سے سر جھٹکا

زویا کو جانے کا بول کر ان کی طرف دیکھا جو اس کا دھیان اِدھر نہ پا

کر چوکڑیاں مار کر فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔

چلو بنو مرغے تم دونوں کا اسٹیٹس لگاتا ہوں ذرا نوح نے موبائل کا

کیمرہ اوپن کرتے حکم دیا

جس پر شازل اور بازل نوح کی دھمکی سنتے سچ میں رونے والے ہو

گئے تھے

بھائی سچ میں ہم آج سے پڑھے گے

مروہ آپی سے بھی پرومس کیا ہے دونوں یک زبان ہو کر بولے

جِس پر نوح ابراہیم نے انھیں جانے کی اجازت دی ہے دی تھی بالاآخر

--

oooooooooooooo

دونوں کے جاتے ہی وہ خود بھی لائبریری سے نکلتے اپنے کمرے کا

رُک گیا ہی تھا کہ _

جب اُسے کچن سے مدھم مدھم سی باتوں کی آواز آئی تو قدم بھی خود

باخود اُس طرف بڑھے

جہاں بلیک نائٹ ڈریس میں ڈارک براؤن بوب کٹ بالوں کو لا

پروائی سے کھلا چھوڑے مروہ ویڈیو کال پر کسی سے بات کر رہی تھی

ساتھ ساتھ اوون میں بریانی گرم کرنے کے لیے بھی رکھی ہوئی تھی۔

آہٹ پر مڑ کر دیکھتے واپس کال کی طرف متوجہ ہوئی لیکن پھر پلٹ کر حیرت سے دیکھا تو ایک پل کی لیے سکتے میں آ گئ_

یہ آج کیسے کچن میں آ گیا یہ تو کبھی کچن کے قریب سے بھی نہی گزرا واپس رُخ سیدھا کرتے سوچا ضرور تھا۔

لیکن پھر اگنور کرتی اپنے کام میں لگی رہی البتہ موبائل پر گونجتی نایاب کی آواز نے اُسے شرمندہ ضرور کر دیا تھا۔

یار پیچھے دیکھ اپنے یہ ہاٹ سا لڑکا کون ہے نایاب بی بی نے نہایت

لوفرانہ انداز میں کہا تھا جس پر دل میں اُس کو کوس کر مروہ نے

جلدی سے کال کاٹ دی

نوح ٹراوزر کی پوکٹ میں ہاتھ ڈالتے شان سے کچن میں داخل ہوتا

کچن کاؤنٹر کے نزدیک پڑی چیئر پر .براجمان ہو گیا

.براؤن آنکھوں میں اپنا حکم نہ

ماننے جانے پر طیش اب مزید .بڑھ گیا تھا

یعنی اس کا حکم رد کرکے اِدھر مزے سے کھانا کھانے کا اہتمام ہو رہا

تھا۔

اس اوکورڈ سی خاموشی کو نوح کی .برف سی سرد آواز نے توڑا

مجھے بھی کھانا ڈال کر دو مقصد صرف یہ دیکھنا تھا کہ اس لڑکی میں کتنی جرات ہے

مروہ نے اِک نظر مڑ کر دیکھا آیا وہ اس سے کہہ رہا ہے

دل تو کر رہا تھا صاف انکار کر دے

لیکن ضبط سے کام لیتے جواب دیا

نوح بھائی ادھر تو اس وقت آپ کا خاص ملازم ہے ہی نہیں

تو کسے کہوں کھانا ڈالنے کا جواب دیتے ساتھ اُس کے خاص ملازم پر زور دیا

نوح باخوبی اس کے چوٹ کرنے کو سمجھ گیا تھا لیکن پھر ریلیکس سے

انداز میں کہا تمھیں کہہ رہا ہوں کھانا ڈالنے کا پر مروہ نے اوون سے

پلیٹ نکالتے اُسے دکھائی کے یہ آخری پلیٹ ہے.بریانی کی تو اسے کیا دوں

لڑکی میں تم سے آخری بار مخاطب

ہوں اپنی زبان پر کنٹرول رکھو

ورنہ اگر میں نے اسے کنٹرول کیا

تو تمہارے لیے اچھا نہیں ہو گا

اور ایک بات روم سے رات کے وقت نکلتے اپنے کپڑوں پر غور کر لیا کرو

ہمارا گھرانہ ابھی اِتنا ماڈرن نہیں ہوا

سمجھ آ رہی ہے تمھیں میں کیا کہہ رہا ہوں__

اب یوں بُت نہ بنو فٹا فٹ ایک کپ کوفی بناؤ اور مجھے دے دو

مروہ تو سکتے میں کھڑی اس کے

منہ سے نکلتی آگ دیکھ رہی تھی۔

اب بھی وہ سوچ رہا تھا وہ اُسے کوفی بنا کر دی گی تو تف تھی اس کی

سوچ پر

ابھی وہ مروہ یوسف کو جانتا نہ تھا عزت دو اور عزت لو کہ اصول پر

چلنے والی لڑکی اسے اب بھی کچھ بنا کر دے گی

مروہ نے اپنی پلیٹ اور موبائل اُٹھاتے نوح کی طرف جاتے نھایت

سکون سے جواب دیا

وہ تو آپ کو نہیں مل سکتی

نوح بھائی۔۔۔۔!!

۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

''ہوش میں ہو تم جانتی ہو کیسے انکار کر رہی ہو''۔

نوح ابراہیم نے خاصے غصیلے لہجے میں اس سے غرا کر پوچھا تھا۔

گویا اُسے بات کی سنگینی کا اندازہ کروانا چاہا تھا۔

جس پر مروہ نے دل ہی دل میں خوش ہوتے خاصا افسردگی سے کہا_

نوح بھائی!!

انکار نہیں کیا مجھے دراصل کوفی بنانا نہیں آتا حتیٰ کہ چائے بلکے مجھے نہ

کُچھ بھی بنانا نہیں آتا

صرف کھانا آتا ہے۔

مروہ نے اس کے کچھ اور نہ مانگ لینے کے ڈر سے اپنے اُوپر

پھوہڑ

پن کا لیبل لگایا۔

تم یہ سب واپس رکھو میں تمھیں گائیڈ کرتا ہوں۔

وہ بھی نوح ابراہیم تھا۔ اگلے کے لہجے سے ہی اندازہ لگا لیتا تھا کہ بات میں کتنا دم ہے۔اور اس لڑکی کے انداز و اطوار صاف بتا رہے تھے۔ یہ جان چھڑانے کی کوشش میں لگی ہے۔

مروہ نے اسے کسی بھی طور پر ٹلتا نہ دیکھ غصے سے اُسے گھورا لیکن اُسے خود کو ہی تکتا پا کر گڑبڑا سی گئ

غصے سے کھولتے پلیٹ اور موبائل شیلف پر پڑکا۔ اور اس کی بتائی ہوئی انسٹرکشن فولو کرنے لگی۔

البتہ دل میں غصے کے طوفان اٹھنے لگے کے اسے کوفی بنا کر دے جِس

کی وجہ سے اسے کل اپنے باپ سے زندگی میں پہلی بار تھپڑ پڑا تھا۔

نیتیجتاً کوفی کے لیے اُٹھایا گیا مگ اس کے ہاتھ سے پھسلتا فرش پر جا گرا نظر اُٹھا کر اسے دیکھا تو وہ فرصت سے اُسے ہی دیکھ رہا بلکہ یہ کہنا بہتر ہے گھور رہا تھا۔ جبکے اس کے سرخ و سفید رنگ کو لال بھبوکا ہوتا دیکھ مروہ سمجھ گئ آج اس جن نے اسے نہیں چھوڑنا اِس لیے شرافت سے جلدی جلدی دوسرا مگ نکالنے لگی

البتہ راستے میں پڑے مگ کے ٹکڑے کو زور سے ٹھوکر ضرور ماری پر بُرا ہوا اِس کی قسمت کا وہ ٹکڑا جا کر نوح کی چیئر سے ٹکرایا۔

نوح ابراہیم تو اس لڑکی کی بتمیزیاں دیکھ کر جتنا حیران ہوتا کم تھا۔

جبکے مروہ نے اس بار اسے نہ دیکھا بلکہ یوں اپنے کام میں مصروف رہی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو

البتہ دل کی حالت وہ جانتی تھی یا پھر اس کا اللّٰہ

ایک تو ناپسندیدہ

شخص اُوپر سے اُس کے آرڈر پر آرڈر اسے لگ رہا تھا اپنی بے بسی پر کہی رو ہی نہ پڑے۔

اِس لیے جلدی جلدی کوفی مگ میں انڈیل کر اُسے دی ورنہ دل تو کر

رہا تھا اس کے سر پر ڈال دے (ہائے اُس کا معصوم دل جانے کیا کیا

چاہتا تھا) !

ابھی اپنی پلیٹ اور موبائل اُٹھاتے جانے ہی لگی تھی کہ اسے رکنا پڑا

۔

"آئندہ میری کوئی بھی بات رد کرنے کی کوشش کی تو بلکل اسی

طرح ناک رگڑوا کر عمل کرواؤں گا"۔

جب اس کی طنز سے بھرپور آواز پر مڑ کر دیکھا جہاں وہ کوفی کہ مگ کو

اُٹھا رہا تھا۔

مروہ اُسے پلٹ کر جواب تو دینے لگی مگر پھر اگنور کرتے سر جھٹک کر

اوپر اپنے روم کی طرف بڑھ گئی۔

جبکہ نوح ابراہیم کو اس کا یوں سر جھٹکنا آگ لگا گیا۔کافی کا مگ اُٹھاتے سینک میں گرایا تھا - کیونکہ وہ کافی صرف اپنے خاص ملازم کے ہاتھ کی ہی پیتا تھا -

یہ تو صرف اسے سبق سکھانے کے لئے بنوائی تھی تاکہ آئندہ اس کی کوئی بات ردِ کرنے کے بارے میں سوچے بھی نہ_

پھر خود ہی خود کو سرزنش کی کے وہ کیوں اس سے بات کرنے لگا -

آج بھی صرف اپنے حکم کے رد کرنے پر اتنی دیر اُس سے بحث کی -

ورنہ یہ لڑکی اُس کے نزدیک اتنی اہم نا تھی- کہ اس سے بات کرکے اپنا قیمتی وقت ضائع کرتا پھرے -

کچن سے نکلتے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے اس کی سوچ میں نہ

چاھتے ہوئے بھی مروہ یُوسف کا ہی خیال تھا- جو کے بلکل اچھا نہ تھا-
اس کے لیے یا شاید مقابل کے لیے یہ تو آنے والا وقت ہی بہتر بتاتا —

کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اسے ایک میسج موصول ہوا تھا-
"تُو مجھے ریسیو کرنے آ جانا کل دو بجے میں تیرے پاس ہوں گا تیرا
جگر گردہ دماغ سب کچھ"
نوح نے پریشانی سے پیشانی مسلی بس اس نمونے کی کمی تھی- میری
زندگی میں اب یہ کیوں ٹپک رہا ہے-
غصے سے کمرے کا دروازہ زور سے بند کیا تھا-

لندن میں اسے بڑی مُشکل سے برداشت کیا تھا اب یہ یہاں کیوں آ رہا ہے نوح کو آنے والے پر سخت غصّہ چڑھ رہا تھا۔

اور دل کر رہا تھا لندن سے پاکستان آنے والے سارے جہازوں کو آگ لگا دے کسی طرح یہ بلا نہ آسکے۔ پر یہ ضروری تو نہیں جو انسان چاہے ویسا ہی ہو۔

۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰

مروہ اور نوح کے جاتے ہی حرا جو آج کل کچھ پریشان سی تھی -

اسی پریشانی میں لان میں ٹہل رہی تھی -جب واپسی پر اسے یہ منظر دیکھنے کو ملا ایک پل کو اُسے بھی مروہ کی طرح نوح ابراہیم کے کچن میں ہونے پر یقین نہ آیا -

لیکن یہ سچ تھا اسے جس بات نے الرٹ کیا تھا - وہ نوح اور مروہ کا ایک ساتھ کچن میں ہونا تھا - پہلے تو سوچا ابھی جا کر مروہ کے ہوش ٹھکانے لگائے لیکن پھر کچھ سوچتے قدموں کا رُخ ماں کے کمرے کی طرف کیا۔

oooooooooooooo

مروہ نے روم میں آتے دروازہ بند کرتے نوح کو وہ صلواتیں سنائیں

الاامان ! !

وہ ساری باتیں جو کچن میں کرنا چاہتی تھی۔ وہ خواہش روم میں پوری کی تھی۔

چاہتی تو سامنے ہی سنا آتی لیکن پھر ماں کی نصیحتیں آڑے آجاتی وہ ہر روز اُنہیں پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔اپنی وجہ سے اس لیے خاموشی سے اگنور کرتے

آ گئی ۔۔

دوسرا اُس کے پیپرز ہونے والے تھے اس لیے کوئی بدمزگی نہ ہی ہوتی تو اچھا تھا ۔

موبائل دیکھا تو نایاب کے میسیجز آ رہے تھے ۔ اس کی حرکت یاد آنے پر سخت غصّہ آیا اس پر پھر اُسے اگنور کرتے خود کلامی کی !

"ترپوں اب یوں ہی شیطانیوں سے باز نہیں آتی بعد میں معصوم بن کر سوری کرتی ہے" ۔

کیا سوچ رہے ہو گے نوح بھائی کتنی لوفر دوست ہے۔ پھر سر جھٹکا

"میری بلا سے جو مرضی سوچے" اللہ کرے گنجے ہو جائے اُس کی

براؤن آنکھوں اور بالوں کو سوچتے معصوم سی بد دعا بھی دے ڈالی ۔

بریانی کی پلیٹ اُٹھاتے دوبارہ میتھ کی ایکسرسائز کے بارے میں نئے

سرے سے سوچنے لگی جو سمجھ میں نہیں آ رہی تھی ۔اب شدید ٹینشن

ہو رہی تھی ۔

وہ کوئی ایورتیج اسٹوڈنٹ نہ تھی کہ تھوڑا سا رہ بھی جائے تو اگنور کر

دے وہ برائٹ اسٹوڈنٹ تھی۔ اور اسٹڈیز کے معاملے میں وہ کوئی

کمپرومائز نہ کرتی تھی۔ اس لیے اسے اتنی پریشانی ہو رہی تھی ۔

اس لیے پڑاھکوں بچے کی طرح اسے بھی شدید ٹینشن تھی ۔

ooooooooooooo

ہر روز کی طرح اس صبح بھی ڈائیننگ ٹیبل پر گھر کے تقریباً سبھی افراد موجود تھے -

جب سب کی توّجہ نوح ابراہیم کی سنجیدہ آواز پر اس کی جانب مبذول ہوئی

مما بابا میرا ایک دوست لندن سے آ رہا ہے آج ! ! میں نے اس کا سٹے ادھر گھر میں ہی کروانا ہے۔

ہوٹل میں ٹھہرانا مناسب نہیں وہ میرا کافی کلوز فرینڈ ہے-

لندن میں میں بھی کئ بار ان کے گھر جا کر رہ چُکا ہوں- نوح نے تفصیل بتاتے آخر میں سوالیہ انداز سے ماں باپ کی طرف دیکھا تھا- جس پر صاعقہ بیگم نے فوراََ ہاں میں سر ہلا کر گویا اُسے مطمئین کیا کے سب انتظام ہو جائے گا -

تو میں چاہتا ہوں اس دوران گھر میں کوئی بد مزگی نہ ہوں آخر میں ایک خار بھری نگاہ مروہ کی طرف

ڈالی تھی۔

مروہ جو اپنے ناشتے میں مشغول تھی اچانک سر اٹھانے پر اس نگاہ کا مطلب نہ سمجھ سکی کے آیا اب اس جن کو کیا ہوا تھا۔جو اسے یوں گھورا اس نے تو اُس کی بات پر بھی دھیان نہ دیا وہ تو اپنے ہی مسئلے میں اُلجھی ہوئی تھی۔

سب کو موجود دیکھ کر صاعقہ بیگم نے ابھی ہی بات کرنا مناسب سمجھا

۔

نوح تمہارے بابا نے اور میں نے فیصلہ کیا ہے!

کہ اب تمھاری اور حرا کی شادی ہو جانی چاہئے گھر کی بچی ہے سمجھدار

اور خوبصورت بھی ہے اور کیا چاہیئے صاعقہ بیگم گویا سب کچھ پلان کر کے بیٹھی تھیں -

نوح نے کوئی ہاں یہ نہ نہیں کی وہ اس کے ماں باپ تھے یقیناََ اچھا فیصلہ ہے کرتے ویسے بھی اُسے حرا میں باظاہر تو کوئی برائی نظر نہ آتی تھی -

شادی تو کرنا تھی- پھر حرا ہو یا کوئی اور کیا فرق پڑتا تھا- پر اُسے پتہ نہ تھا بہت جلد اُسے فرق پڑنے والا تھا-e

خاموشی سے ناشتہ کرتے آفس جانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا جبکہ اس کے کچھ نہ کہنے پر سب ہاں ہی سمجھے تھے -

جب کے عادل صاحب اور ثمرین بیگم خوش تھے نوح جیسا داماد کون

ماں باپ نہ چاہیں-

حرا پریشانی سے اپنی چیئر سے اُٹھ کر چلی گئ کوئی بھی اُس کی طرف متوجہ نہ تھا ابھی

جبکہ آمنہ بیگم نے دُکھ سے بھائیوں کی طرف دیکھا تھا- جنہوں نے ان سے مشورہ کرنا بھی ضروری نہ سمجھا اور نظریں اپنے ہاتھوں پر جما لیں تھیں-

"اپنوں میں بیٹھ کر

غیروں جیسا محسُوس کرنا اذیت ناک لمحہ ہے خاص طور پر تب جب محسُوس کروانے والوں میں آپکے بہن بھائی شامل ھوں اور اُنہیں اس چیز کا احساس بھی نہ ہو"

مروہ ماں کا چہرہ دیکھتے افسردہ ہو گئی

بے دلی سے ناشتہ مکمل کرتی اُٹھ گئ۔

شازل بازل اور زویا خوش تھے کہ گھر میں فنکشنز ہوں گے۔

oooooooooooo

اپنے کمرے میں آتے ہی نایاب کو اس نے کال کرتے ہی جوب کے لیے اوکے کر دیا تھا- کے پیپرز کے بعد سٹارٹ کر لے گی -

نیکسٹ ویک سے اُن کے فائنل پیپرز سٹارٹ تھے اور پہلا پیپر ہی میتھ کا تھا -

جبکے میتھ کا مسئلہ جوں کا توں برقرار تھا - ویسے تو اس پیپر میں دو چھٹیاں تھی

لیکن کوئی سمجھانے والا بھی تو ہو - نیٹ سے بھی دیکھا تھا لیکن اُن کا سمجھانے کا طریقہ اُسے سمجھ نہ آ رہا تھا -

ویسے تو گھر میں نوح اور حرا دونوں ہی اُسے سمجھا سکتے تھے- پر ایک تو وہ اُن کے پاس جانا نہیں چاہتی تھی - دوسرا اُسے لگتا تھا وہ دونوں ہی

اُس کی مدد نا کرے گے -

ooooooooooooooo

وہ اپنے انتہائی لگژری آفس میں انٹر ہوا ہی تھا_
جب سیکریٹری نے اُسے ایئرپورٹ سے خاص مہمان کو پک کرنے کی یاد دہانی کروائی تھی -
جِس کے یاد آتے ہی اُس نے زور سے پیشانی مسلی اب یہ اضافی کا

بوجھ اسے کوفت میں مُبتلا کر رہا تھا_

جی اُس کے لیے 'شہریار رضا' بوجھ ہی تھا- جو پتا نہیں کس جُرم میں

اُس کے سر منڈھ دیا گیا تھا- یہ آج تک اسے پتہ نہ چل سکا-

یونیورسٹی آف لندن!

میں پڑھتے ہوئے شہریار سے مُلاقات ہوئی بلکہ اس نے ہی ہیلپ کی

مسلمان ہونے کے ناطے

اگر اُسے پتا ہوتا یہ مدد اُسے خوار کروا دے گی تو کبھی نہ کرتا-

کلاس میں ایک بار اسے اسائنمنٹ کی کاپی دے دی تھی جو اُس کے

پاس تو اضافی ہی تھی۔

اس نے اپنی اسائنمنٹ دو طریقوں سے بنائی تھی۔ یہ سوچ کر جو زیادہ اچھی لگے گی وہ سبمٹ کروا دے گا۔

اس لیے کلاس میں دونوں ہی لے آیا تھا۔

شہریار اُس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ اسے پریشان دیکھ نہ چاہتے ہوئے وجہ پوچھ لی۔

جب اسے اپنی ایکسٹرا اسائنمنٹ دیتے اُس کی ٹینشن ختم کی اور اپنی زندگی سے سکون کو رُخصت خود اپنے ہاتھوں سے کیا!

اپنی ایک ایکسٹرا اسائنمنٹ اُسے دے کر آج تک وہ پچھتا رہا تھا!۔

بس وہ دن اور آج کا دن شہریار نے اُس کی جان نہ چھوڑی__

اِتنا ڈرامے باز تھا۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی دنگل ہی شروع رہتے تھے

اُس کے یونی میں اُس جیسے کم بولنے والے انسان کا گزارا اُس کے

ساتھ بہت مُشکِل تھا

ریسٹ واچ پر ٹائم دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا

جو بھی تھا جیسا بھی تھا دوست تھا بس تنگ بہت کرتا تھا۔

" دوستی نبھانے کے بھی کُچھ آداب ہوتے ہیں اور اُن میں صبر بھی

سرفہرست ہے"

ooooooooooooo

ائیر پورٹ پر گاڑی کے رکتے ہی شان سے نکلتے قدم آگے بڑھائے تھے

-

براؤن پینٹ کوٹ میں دائیں ہاتھ میں موبائل پکڑے براؤن

آنکھوں اور بالوں کیساتھ ہر نظر کا مرکز بن گیا تھا۔

چہرے پر چھائے سنجیدہ سے تاثرات دوسروں کو متنبہ کرتے تھے کہ

Stay in your limits I am not your's personal"

"property

دوسروں کی نظریں ہمیشہ کی طرح خود پر محسُوس کرتے افسوس سے

سر جھٹکا

کے اپنے اہم کام چھوڑ کر کیسے اسے دیکھ رہے ہیں- یہ اس کے نزدیک

سراسر وقت کا ضیاء تھا!

فلائٹ کی آنے میں صرف دس منٹ تھے -

پہلے آنے کا مقصد تا کہ آنے والے کو کوئی بھی دقت نہ ہو-

oooooooooooo

وہ صبح سے آج کوئی کونہ ڈھونڈ رہی تھی پڑھنے کے لیے-

جہاں اسے کوئی تنگ نہ کرے_

لیکن مجال ہو شازل بازل اور زویا حتیٰ کہ اس کے بھائی نے اسے سکون سے کہی بیٹھنے دیا ہو_

نوح جب سے بتا کر گیا تھا- آج اس کے خاص مہمان نے آنا ہے-

شازل بازل اور زویا ولی سب نے چھٹی کر لی کے گھر میں مہمان نے آنا ہے- اگر وہ نہ ہوئے تو مہمان کو ہو سکتا اچھا نہ لگے کے سب گھر والے استقبال کے لئے نہیں موجود!

جِس پر سب بڑوں نے اجازت دے دی کی کر لو۔

پر اسے عذاب میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس کے پیپرز تھے وہ تیاری کرتی

کے اِن کی شرارتوں سے بچتی _

اب بھی ان سے چھپ کر اِدھر پچھلے لان میں بیٹھی تھی - نوح اپنے

مہمان کو لے کر بس پہنچنے ہی والا تھا -

سب یوں تیار ہو رہے تھے جیسے نوح ابراہیم

کا دوست نہ ہو۔ لندن کا میئر ہو جو ان کے گھر آ رہا ہو -

ابھی پندرہ منٹ ہی گزرے ہوں گے - جب شازل اور بازل اسے

پکارتے ہوئے اِدھر بھی آ دھمکے _ مروہ نے غصے سے کتاب بند کر لی

اور صحیح سے پہلے ان کی کلاس لینے کا سوچا !

آپی یار آپ اِدھر ہے اُدھر وہ زویا کی بچی نے ہمارے ہیڈ فون چوری کر لیے ہیں - جو پچھلے ہفتے کتنی منتوں کے بعد بابا نے لے کر دیے تھے -

ابھی وہ اُنہیں کُچھ کہتی جب زویا بھی اپنا مقدمہ لے آئی تھی -

مروہ پہلے ان سے پوچھو میرے روم سے چوکلیٹ کس نے چوری کی ہیں-

زویا کے سوالیہ انداز پر شازل بازل فوراََ الرٹ ہوئے پھر نہایت معصوم صورت بنا کر مروہ سے پوچھا آپی کھانے والی چیز اگر کسی کو

نظر آ جائے اور وہ کھا لے تو چوری تو نہ ہوئی

کھانے والی چیز نظر آنا اور کسی کی چیز پر نظر رکھنا دونوں میں بڑا فرق ہے زویا جواباً طنز سے بولی اسے تو ابھی تک اپنی چوکلیٹ کا غم ہی نہ بھول رہا تھا- جو اس کے بھائی نے اسے لا کر دی تھیں-

مروہ نے بحث بڑھتی دیکھ مداخلت کی" تو اب یہ تم دونوں کی سزا ہے تم نے کیوں زویا کی چوکلیٹ کھائی مروہ نے حق کا ساتھ دیا" -

جس پر شازل بازل نے مروہ سے مایوس ہوتے زویا کو دھمکی دی تم دے رہی ہو ہمارے ہیڈ فون کے نہیں!

جس پر زویا نے غصے سی منہ چڑایا کے میں نے نہیں دینے جو

مرضی کرلو_

جس پر شازل اور بازل نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہاتھ میں موجود

شاپر میں دو بڑے سائز کے مینڈک زویا پر اچھالے اور بھاگ نکلے

ایک مینڈک زویا پر اور ایک مروہ پر گرا جو بیٹھی ہوئی تھی -اتنے

بڑے سائز کے مینڈک کو گود میں دیکھ آؤ دیکھا نہ تاؤ چیخیں مارتے

اسے گراتے حواس باختہ ہو کر شازل بازل کو مارنے دوڑی پر سامنے

سے آتے

شخص سے ٹکرا گئ- ٹکر ایسی زور آور تھی خود تو گری سو گری مقابل

کو بھی پُشت کے بل گرا دیا

'شہریار رضا' تو اپنے ایسے استقبال پر اک پل کے لیے بھونچکا رہ گیا تھا

—

وہ اُسے ائیر پورٹ سے سیدھا گھر لے کر آ رہا تھا۔ جبکہ !

'شہریار رضا' اس سے مل کر کار میں بیٹھتے ساتھ ہی تب سے ہی

باہر کے نظارے یوں دیکھ رہا تھا۔ گویا آج سے پہلے ایسا مُلک نہ دیکھا ہو

-

وہ بھی اُسے اگنور کرتے موبائل پر ہی کچھ ضروری ہدایات اپنی سیکٹری کو بتانے لگا

تاکہ اس کی غیر موجودگی میں کوئی مُشکِل نہ ہو -

آج اپنی اہم میٹنگ صِرف اس شہزادے صاحب کو لانے کے لئے ڈیلے کی تھی -

ورنہ وہ ہر کام وقت پر کرنے کا عادی تھا - جب گھر تقریباً پہنچ ہی گئے تھے - تب شہریار نے اس کی

طرف رخ کرتے کہا _

"نوح برو تیرا مُلک تو بڑا ہی پیارا ہے" -

نوح ابراہیم سمجھ نہ سکا یہ اِس نے تعریف کی ہے یا بُرائی ویسے بھی جیسا اُس کا اُلٹا دِماغ تھا -اس سے کچھ بھی توقع کر سکتا تھا -

" مطلب تُو دیکھ یار کوئی روک ٹوک نہیں جو چاہے کرو " !

"Such a nice country I am impressed"

شہریار نے انگریزی میں بے اختیار تبصرا کیا -

نوح نے کوئی جواب نہ دیا جس پر شہریار نے اب اُس کی طرف بغور دیکھا تھا- کیا یار اپنے مُلک میں تو انسان خوش رہتا ہے - لیکن تُو تو اِدھر بھی ویسا ہی ہے - جیسا اُدھر تھا -

شہریار نے اس کے 'ریسپانس' نہ دینے پر اب کی بار جل کر کہا ابھی

مزید کُچھ کہتا

جب کار ایک تین منزلہ گھر کے سامنے رکی جیسے دیکھتے ہی شہریار اپنی

بات اُدھوری چھوڑتا اُس طرف متوجہ ہوا!

جبکہ کار کے رکتے ہی گارڈ نے بڑا سا گیٹ کھولا تھا۔ اور ان کی کار زن

سے پورچ میں آ کر رکی۔

شہریار نے باہر نکلتے ارد گرد دیکھتے متاثر ہوتی اپنی نیلی چمکتی آنکھوں

سے گھر کا جائزہ لیا اور سیٹی بجا کر نوح کو متوجہ کرنا چاہا جو گارڈ کو کچھ

ہدایات دے رہا تھا۔

اُس کے متوجہ نہ ہونے پر خود ہی آگے کی جانب چل پڑا۔ دل میں

نوح کو غصے ضرور ہوا تھا۔ لیکن پھر خود کو ہی لعنت ملامت کرنے لگا

کیونکہ دوستی تو اُس سے خود ہی کی تھی۔

"لعنت ہو مجھ پر جو اس اٹیٹوڈ کی دُکان کو دوست بنایا تھا"

جو اُسے پروٹوکول دینے کی بجائے گارڈ سے گپے لڑا رہا تھا۔

ابھی اپنی ہی دھن میں دو تین قدم ہی چلا تھا۔

جب ایک وجود آندھی طوفان بنا اُس سے ٹکرا گیا اور نتیجتاً دونوں زمین بوس ہو گئے۔

شہریار رضا تو اچانک اس تیز رفتار میزائل کے خود سے ٹکرانے سے بوکھلا ہی گیا تھا۔

خود کو سنبھالتے کھڑے ہوتے پاس گرے وجود کو بھی اُٹھانا چاہا جس کو شاید کچھ ذیادہ ہی لگ گئی تھی -

" ہیلو کیا آپ ٹھیک ہیں لیڈی" !

مروہ کے جواب نہ دینے پر خود ہی آگے بڑھ کر اُسے اُٹھانا چاہا تھا -

ابھی اُسے اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا -

جب کوئی بجلی کی سی تیز رفتار سے آتے اس کہ ہاتھ کو روکتے خود مقابل کو بازوؤں سے پکڑ کر اُٹھاتے حد درجہ سختی سے اُسے جھنجھوڑتے ہوئے استفسار کرنے لگا-

" تمھیں دیکھ کر چلنا کب آئے گا کبھی تم سڑکوں پر گاڑیوں سے ٹکرانے لگتی ہو اور کبھی انسانوں سے آخر یہ شوق کیسے ختم ہو گا"-

نوح نے بھی آج اُسے کوئی رعایت نہ دی تھی -

جب مروہ نے درد سے بے حال ہوتے اسے پُکارا 'نوح بھائی ' میرا

پاؤں اور آنسو روکنے کی کوشش کرنے لگی تھی- جو درد حد سے

بڑھنے پر خود با خود آنکھوں سے نکلنے لگے-

مروہ کے بولنے اور رونے سے نوح نے ٹھٹکتے اُس کے پاؤں کی طرف

دیکھا تھا-

جس کو دیکھ کرہی لگ رہا تھا - پاؤں میں موچ آئی ہے -

ٹوٹ گیا ہے تمھارا پاؤں اب سکون رہے گا گھر میں نوح نے اُسے

ڈرانے میں ذرا کسر نہ چھوڑی تھی -

جب کہ مروہ اب آواز کے ساتھ رونے لگی - کیونکے اُسے واقعی جتنا

درد ہو رہا تھا لگ رہا تھا پاؤں ہی ٹوٹ گیا ہے اُوپر سے اس ' جن ' نے
اتنی سختی سے اُسے پکڑا تھا۔

شہریار جو مروہ کو دیکھتے ہی سٹل ہوا تھا اس کے یوں رونے پر ہوش
میں آتے نوح سے مخاطب ہوا تھا۔

نوح یار کیوں تنگ کر رہا ہے سہارا دے کر اندر لے جا اور ڈاکٹر کو

کال کر کوئی سیریس انجری بھی ہو سکتی ہے۔ یوں لاپروائی نہیں کرنی
چاہیے شہریار نے پریشانی سے کہا تھا۔

نوح ابراہیم اِس وقت اُس کی طرف متوجہ نہ تھا۔ ورنہ اُس کے لہجے

میں موجود عجیب سی بے چینی محسوس کر لیتا!

شہریار کی بات سنتے پہلے دل تو کیا اسے لگائے دو اور پوچھے 'بی بی ہوش' کی دنیا میں کب آنا ہے آپ نے۔

لیکن دوست کے سامنے اگنور کر گیا اور اُسے سہارا دے کر چلانے لگا جو زور و شور سے رونے میں مصروف تھی۔

رو تو ایسے رہی ہے جیسے ہم نے اس پر ظلم کیا ہو اُس کے بوب کٹ براؤن بالوں کو جو دُھوپ میں ایسے چمک رہے تھے کہ اُن پر نگاہ جمائے رکھنا مُشکِل تھا ڈھکے سر کو گھورتے ہوئے سوچا تھا!

دِل میں پھر غصّہ بڑھنے لگا کے سر پر دوپٹہ ندارد تھا۔ جِس کا اظہار اُسے طنز کرکے کیا تھا۔

" تھوڑا عقل سے کام لے لو تو ایسی تکلیفوں سے بچ جاؤ اور یوں

دوسروں کے سامنے خوار نہ ہونا پڑے"

ابھی وہ دونوں گھر کی دہلیز پار ہی کرتے جب اُس کے سہارے یوں
لنگڑا کر چلتی مروہ کو دیکھ آمنہ بیگم دوڑتی ہوئی آئی

پیچھے خاندان کے سب افراد بھی موجود تھے - اور معاملہ سمجھنے کی

کوشش کرنے لگے -

نوح بیٹا کیا ہوا ہے -اسے جو یوں رو رہی ہے - مروہ کے جواب نہ

دینے پر وہ اُسے سینے سے لگاتے اُس سے پوچھنے لگی - جس پر نوح نے

طنزیہ انداز میں جواب دیا !

پھوپھو جان اِس کی آنکھوں کو چیک کروائیں لوگوں سے ٹکراتی پھر

رہی ہے - میرے دوست سے ٹکرا کر گر گئی تھی- اُدھر سے ہی لے کر آ رہا ہوں اور شاید پاؤں بھی ٹوٹ گیا ہے- آخر میں پھر اُسے ڈرایا تھا

'جواب ماں کے ساتھ لگی ہچکیوں سے رو رہی تھی شاید درد زیادہ تھا'-

اُنہیں بتاتے اُسے اُن کے حوالے کرتے شہریار کی جانب دیکھا جو گم صم سا اِدھر ہی آ رہا تھا-

تمھیں کیا ہوا شکل پر بارہ کیوں بج رہے ہیں - کیا زیادہ زور سے لگی

ہے -

نوح ابراہیم نے اُس سے پوچھا جس کی ایکسائٹمنٹ اب پہلے کی نسبت کافی کم ہو گئی تھی -

شہریار نے سنبھلتے اُسے دیکھ کر جواب دیا تھا - نہیں میں ٹھیک ہوں شاید سفر کی 'تھکان' کی وجہ سے لگ رہا ہے تمھیں نوح کو یقین تو نہ آیا لیکن پھر بھی سر ہلا دیا تھا -

اندر داخل ہوتے سب سے ملتے شہریار کو ہی بغور دیکھتے اُلجھ سا گیا تھا - باقی سب نے بھی اس کی تھکاوٹ کو محسُوس کرتے فریش ہونے کا کہا اور ملازم کو روم دیکھانے کا بولا تھا -

جس کے پیچھے ہی شہریار بھی چل پڑا تھا-

جب کے شازل بازل اور زویا کو ایسے بور مہمان کو دیکھ مایوسی ہوئی تھی - اور اپنی تیاری رائیگاں لگی -

رات کو ڈائیننگ ٹیبل پر سب ہی موجود تھے- شہریار سمیت جو اس وقت کافی فریش نظر آ رہا تھا -

شہریار بیٹا کیا کرتے ہیں آپ لندن میں' ابراہیم صاحب' نے شہریار سے بات کرنے کے لیے موزوں ڈھونڈا تھا -

جِس پر شہریار نے شازل بازل سے نظر ہٹائی جو کب سے اُسے دیکھ کر انگلش میں آپس میں بات کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے-

اُن کی طرف دیکھا ابھی کُچھ کہتا !

جب نوح نے جلدی سے جواب دیا بابا یہ بھی میری طرح اپنے بابا کا

بسنیز ہی ہینڈل کرتا ہے لندن میں

شہریار جو کہنے لگا تھا- " کُچھ نہیں بس دوستوں کے ساتھ موج مستی

اور دوسرے ملکوں کی سیر وغیرہ "

نوح کے ایسے جھوٹ بولنے پر اُسے دیکھ کے رہ گیا - پر اُسے اُس کے

جھوٹ پر کوئی اعتراض نہ تھا اگر وُہ

اُسے بسنیز مین دیکھانا چاہتا تھا -

بر حال اُسے نوح ابراہیم کی فیملی اچھی لگی تھی - خاص طور پر وُہ پری

جِس سے ٹکر ہوئی تھی -

ہاں وہ اُسے پری جیسی ہی لگی تھی -

اتنی معصومیت آج تک نہ دیکھی اُس نے اسے یاد کرتے بے اختیار

مسکرانے لگا - اور دِل اُسے دیکھنے کو کرنے لگا-

پر وُہ اُسے دوبارہ نظر کیوں نا آئی؟

پھر یاد آیا اُسے تو چوٹ لگی تھی - جس کے یاد آتے ہی فوراً پوچھ بھی

لیا -

باقی سب کا تو پتہ چل گیا آپ نے اُن کے بارے میں بتایا نہیں جن

سے میں ٹکرایا تھا -

شہریار کے یوں پوچھنے پر نوح نے کوئی خاص توجہ نہ دی کیونکہ اس کی عادت سے واقف تھا۔کے اُسے ہر چیز اور ہر انسان کے بارے میں پوچھنے کی بری عادت تھی۔

جس پر صاعقہ بیگم نے ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔اُنہیں اس کا یوں مروہ کے بارے میں پوچھنا ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

جس پر نوح نے ہی اُسے بتایا کہ وہ میری پھوپھو کی بیٹی ہے۔

اور ولی کی 'بہن' ساتھ ولی کی جانب اشارہ کیا تھا۔جس پر شہریار نے اب بغور اس بچے کو دیکھا جو کافی سے زیادہ اپنی بہن سے ملتا تھا۔اُس کے یوں دیکھنے پر مسکرانے لگا جس پر شہریار نے بھی جواباً مُسکرا کر اُسے دیکھا تھا۔

وہ صبح سے کمرے میں بند تھی - اور اب شام ہونے والی تھی- کل ہوئے واقعے کے بعد ڈاکٹر گھر آ کر اُس کا پاؤں چیک کر کے دوائی دے گیا تھا -

اور ساتھ پاؤں پر پٹی بھی باندھ گیا تھا -

جب کے وہ بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی پڑھ رہی تھی- پرسوں اُس کا پیپر تھا - اب ایک جگہ بیٹھنے سے اُکتا گئ تھی -

جب دروازے پر دستک ہوئی جانتی تھی شازل بازل اور زویا ہوں گے

صبح سے کتنی بار سوری کرنے آئے تھے- پر اُس نے بھی سوچ لیا تھا -

جلدی نہیں مانے گی اس لیے کوئی جواب نہ دیا - اور اپنے کام میں

مصروف رہی -

جب تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی -جس پر نگاہ اُٹھاتے

سامنے کی طرف دیکھا جہاں

نوح کا ہی ہم عمر لڑکا بلیو جینز اور سفید ٹی شرٹ میں ملبوس نیلی چمکتی

آنکھوں سے اُسے دیکھتے ہلکے گھنگرالے بالوں کے ساتھ ہاتھوں میں

بینڈز چڑھاۓ اُسے تو کوئی 'بولی وڈ کا ماڈل' ہی لگا تھا -

خاص طور پر اس کی نیلی چمکتی آنکھیں سب سے زیادہ اٹریکٹیو تھیں-

شہریار اُسے دوبارہ اپنے سامنے دیکھتے ایک پل کے لیے دیکھتا ہی رہا جو بلیک شارٹ شرٹ سمپل بلیک ٹراؤزر پہنے گلے میں دوپٹہ مفلر کی طرح لیا تھا- جبکہ براؤن باب کٹ بال کھلے تھے-آگے سے ہیئر بینڈ لگایا ہوا تھا-

سیمپل سے حلیہ میں بھی اُسے بہت اچھی لگی تھی- اپنی کیفیت سے گھبراتے وہ دروازے میں کھڑا سوچ رہا تھا آیا اُسے کیسے مخاطب کرے ؟

وہ شہریار رضا جو آج تک دوسروں سے بے دھڑک بات کر لیا کرتا تھا- اس لمحے خود کنفیوز تھا- کہ بات کیسے شروع کرے اس کی خاموشی کو مروہ کی سنجیدہ سی آواز نے توڑا تھا-

جی آپ 'کون' ہیں اور میرے کمرے میں کیسے بنا اجازت داخل ہوئے ہیں -

جانتی تو تھی یہ 'کون' تھا پر اسے شرمندہ کرنا فرض سمجھا کل اس کی وجہ سے اُسے اتنی چوٹ لگی اور اُس منحوس اٹیٹود سے بھرے اِنسان کی باتیں سننی پڑی تھی -

شہریار جو پہلے ہی تھوڑا 'اوکورڈ' محسُوس کر رہا تھا- مزید انکمفرٹیبل ہوا لیکن پھر اپنی خاموشی توڑتے -

گویا ہوا

"میں شہریار رضا ہوں لیکن سب پیار سے شیری کہتے ہیں۔ آپ بھی کہہ سکتی ہیں ۔نوح کا اکلوتا دوست ہوں اور کل ہی لندن سے آیا ہوں اور یہاں اِس وقت آپ کی خیریت دریافت کرنے آیا تھا ۔

کل آپ شاید میرے استقبال کے لیے یوں دوڑتی ہوئی آئی اور مجھ سے ہی ٹکرا کر گر گئی ۔ اس لیے میں سوری کرنے آیا تھا۔ میری وجہ سے آپ کو چوٹ لگی تھی ۔

مروہ تو اُس 'خوش فہم' انسان کو دیکھ کر رہ گئی ۔ اور دِل میں سوچنے لگی اِس کی زُبان تُو مجھ سے بھی زیادہ چلتی ہے ۔آخر

'نوح بھائی' سے اِس کی دوستی ہوئی کیسے ؟

نہیں ایسی کوئی بات نہیں میرے پیچھے کتا لگ گیا تھا - تو اُس سے جان بچا کر بھاگی تھی- کہ دوسرے کتے میرا مطلب ہے آپ سے ٹکرا گئی - مروہ نے مروّت میں اُسے جواب دیا تھا -

شہریار تو اس کی تیز تلوار جیسی زبان پر متعجب تھا !

آپ کیا کر رہی ہیں - شہریار نے بات بدل ہی دی جان گیا تھا - صرف شکل سے ہی 'معصوم' ہے -

کُچھ نہیں پیپر کی تیاری کر رہی تھی - مروہ نے سرسری سا اُسے بتایا اور اُس کی جان چھوڑنے کی دعا کرنے لگی تھی-

اوہ اچھا کونسی کلاس کے !

اُس کے مزید سوال کرنے پر مروہ نے اُسے گھورا تھا۔ جو اُس کا انٹرویو لینے لگ گیا تھا۔

ایف ایس سی کے ویسے 'ہمارے گھر' میں یوں مہمانوں خاص طور پر مہمان لڑکوں کو لڑکیوں کے کمرے میں جانے کی 'اجازت نہیں' ہے

۔

مروہ نے اُسے شرمندہ کرنا چاہا تھا۔

اوہ سوری میں آپ کو بتانا بھول گیا میں آپ کی مدر کی اجازت سے ہی آپ کی 'عیادت' کرنے آیا

ہوں ۔

وُہ بھی شہریار تھا ۔خود شرمندہ کیا ہوتا اُلٹا اُسے کر دِیا کے وہ تو اُس کی

عیادت کرنے آیا تھا۔ جس پر مروہ واقعی ہی شرمندہ ہوئی۔

اُسے شرمندہ ہوتا دیکھ شہریار نے بات بدلتے اُسے آفر کی تھی ۔آپ کا

شاید میتھ کا پیپر ہے۔

اگر کوئی بھی 'ہیلپ' چاہئے ہو مجھے بتا سکتی ہو کیونکہ میرا میتھ بہت

اچھا ہے ۔ اور میرا پسندیدہ سبجیکٹ ہے ۔

اُسے کہتے واپسی کیلئے قدم اُٹھائے تھے کیونکہ اب رکنے کے لیے کوئی

وجہ نہ تھی

اور مقابل کے ایکسپریشن دیکھ کر لگ رہا تھا- وہ اُسے ' بمشکل برداشت '

کر رہی ہے-

جب مروہ نے اُسے روکا تھا - یہ سوچتے 'موقع خود چل کر اُس کے

سامنے آیا ہے تو ضائع نا کرے

' - میری کُچھ ایکسر سائز کلیئر نہیں اگر آپ سمجھا دو تو آپ کی مجھے

گرانے والی بات پر 'سوری' ایکسیپٹ ہو جائے گی-

شہریار نے اُس کی

سودے بازی پر حیران ہوتے اُسے دیکھتے اوکے کیا اور دِل میں اُسے

'معصوم پری' سے 'چالاک پری' کا نام دیا-

تو پھر آپ لان میں بیٹھوں میں ابھی بکس لے کر آتی ہوں - مروہ
نے جوش سے کہتے اُسے آرڈرز جاری کیا
جِس پر وُہ اک نظر اُسے دیکھتے چلا گیا تھا -
اُسے اِنتظار کرتے ابھی دس منٹ ہی ہوئے ہوں گے جب وہ اُسے
آمنہ بیگم کے سہارے آتی نظر آئی -
لان میں ٹیبل کے گرد پڑی کرسیوں پر ایک پر وہ 'بیٹھا' تھا- جب کے
اُس کیساتھ ہی تھوڑے فاصلے پر

موجود کُرسی پر آمنہ بیگم نے اُسے لا کر بیٹھا دیا تھا۔

بیٹا اگر کوفی یا کُچھ اور چاہیے تو بتا دو میں آپ کو لا دیتی ہوں۔ آمنہ بیگم نے پیار سے اُس سے پوچھا تھا۔ جِس پر وُہ اِنکار کرنے کی بجائے ان کے 'خلوص' کو دیکھتے کوفی کا کہہ گیا جس پر وُہ سر ہلاتی چلی گئ۔

پھر اگلے ڈیڑھ دو گھنٹوں میں وُہ اُسے سمجھا چُکا تھا۔ اور مروہ کو یہ ماننا پڑا کے میتھ اُس بندے کا واقعی فیورٹ سبجیکٹ تھا۔

اِتنا اچھا آج تک اُسے کسی نا سمجھایا تھا۔ یہاں تک کہ اُس کے ٹیچرز سے بھی زائد اچھا سمجھایا تھا!

اگر کوئی پروبلم ہو تو دوبارہ پوچھ لینا اب ہم 'فرینڈز' ہیں۔ شہریار نے

اُسے کہتے ساتھ ہی دوستی کی 'آفر' کی

جِس پر مروہ نے اُسے گھورا تھا۔ جس پر شہریار نے بات بدلی میرا مطلب ہے۔ استاد بھی تو اسٹوڈنٹ کے دوست ہی ہوتے ہیں۔ چونکے میں نے تمہیں سمجھایا ہے تو اس حساب سے میں 'تمہارا ٹیچر' ہوا نا میں بس اِسی وے میں کہہ رہا تھا۔

دوسرا ہمارے ہاں 'اسٹڈی فرینڈ' بھی بنتے ہیں۔

جِس پر مروہ اُس کے یوں فوراً بات بنانے پر پہلے تو حیران ہوئی پھر بے اختیار 'مسکرانے' لگی۔

یہ بندہ کوئی توپ چیز تھا- لیکن اب وہ پہلے کی طرح اس کا ناپسندیدہ نہ رہا تھا-

لیکن اُسے ہاں کہہ کر سر پر سوار نہیں کرنا چاہتی تھی- اور ویسے بھی یہ اُس کے دشمن کا دوست بھی تھا-اس لیے صاف نہ کیا-

جبکے دوسری طرف اپنے آفس سے لوٹتے 'نوح ابراہیم' نے شہریار کو ڈھونڈا تھا-

اور ملازم کے بتانے پر اِدھر کا رُخ کیا پر سامنے نظر آتے منظر نے اُس کی آنکھوں میں ناگواری کی

چنگاریاں بھر دی تھی-

" اِسی خیال میں گزری

ہے شام درد اکثر

کہ جب درد حد سے

بڑھے تو مسکرادو گا "

جب تک وہ اُن کے قریب آیا آنکھوں سے ہنوز چنگاریاں نِکل رہی تھی - جیسے یہ 'منظر' اُسے ایک آنکھ نہ بھایا ہو -

'کیا ہو رہا ہے یہاں' اُن کے پاس جاتے ہی دبنگ آواز سے پوچھا تھا - جس پر وہ دونوں فوراََ اُس کی طرف متوجہ ہوئے تھے - جبکے اس کی آواز سنتی مروہ نے بھی اُسے ایک نظر دیکھا تھا -

جو اس وقت آفس ڈریسنگ میں ہی اُن کے سامنے کھڑا تفتیش کر رہا تھا - اور براؤن آنکھوں میں نا جانے اب کس بات کو لے کر نا

گواری بھری تھی ؟

اُس کے یوں تفتیشی افسران کی طرح پوچھنے پر شہریار نے اُسے
نارمل سے انداز میں بتایا
' کُچھ نہیں برو تیری کزن کو میتھ میں ہیلپ چاہیے تھی تو وہ ہی کر
رہا تھا -'

جبکے نوح کا سارا دھیان اُس کی بات سے زیادہ کوفی کے 'مگوں' پر تھا
-

پھر بے اختیار ہی گردن کی بیک سائڈ کو ہاتھ سے مسلنے لگا" آخر یہ
کتنی دیر سے اِدھر بیٹھے ہیں"

مروہ کو اپنا بیٹھنا 'فضول' لگا تھا پر جانے کے لیے کِسی سہارے کی

ضرورت تھی - خود جا کر کوئی رسک نہیں لینا چاہتی تھی -

پھر سر جھٹکتا اُسے ساتھ آنے کے لیے کہنے لگا - شہریار کا اِس وقت

دِل تو نہ کر رہا تھا جانے کا لیکِن مجبوراً اُٹھنا پڑا تھا-

لیکن جانے سے پہلے مروہ کو ضرور آگاہ کیا میں آنٹی کو بیجتا ہوں کہ

تمہیں آ کر رُوم میں لے جائے

جِس پر مروہ نے اُس کا شُکریہ ادا کرنا ضروری سمجھا اس لیے نوح

ابراہیم کی موجودگی کو نظر انداز کر اُس سے کہا _

تھینک یو شیری آپ نے اتنی ہیلپ کی مجھے اِس کی بہت ضرورت

تھی - مروہ نے دل سے اُس کا شُکریہ ادا کیا

اِٹس اوکے ' سویٹی ' اگر دوبارہ کوئی ہیلپ چاہیے ہو تو مجھے بتانا شہریار

نے خوش ہوتے اسے کہا

جب کے نوح کی موجودگی میں اُس کا سویٹ کہنا اُس کے گال شرمندگی سے سُرخ کر گیا تھا حالانکہ ان میں ایسا ویسا کُچھ نہ تھا پھر بھی !

شہریار باہر سے آیا تھا تو اُس کے لیے یہ سب نارمل ہی تھا

جب کے نوح نے غصے سے اِن کی فرینکنس دیکھی تھی - اور شہریار کی آخری بات نے اُسے گویا جلتے

توے پر بیٹھا دیا ہو اس لیے غصے سے بے قابو ہوتے اُسے جھڑک بھی دیا تھا جیسے پہلے اگنور کر رہا تھا-

'تو کالج کیا لینے جاتی ہو جب سمجھ کُچھ نہیں آتا تمھیں' مروہ اس

بے عزتی پر ابھی کُچھ کہتی جب شہریار نے تعریفی انداز میں کہا

اِیسی کوئی بات نہیں نوح یار !

“I must admire she is a genius student”

جس پر نوح نے کُچھ نہ کہا ورنہ اپنی بات کے جواب میں مروہ کی

بجائے شہریار کو جواب دیتا دیکھ دِل کر رہا تھا شہریار کے ایک دو پنچ تو

مار ہی دے لیکِن غصّہ ضبط کر گیا اور اِک نظر اُسے دیکھا جو اپنی بڑی

بڑی آنکھوں میں ناگواری بھرے اُسے ہی دیکھ رہی تھی واپسی کے

لیے مڑ گیا تھا - اُسے خود اپنے اتنے غصے کی وجہ سمجھ نہ آ رہی تھی - یا

شاید وُہ سمجھنا ہی نہ چاہتا تھا !

اوکے میں بھی چلتا ہوں لگتا ہے۔ 'مسٹر اٹیٹود' سخت غصّے میں ہے۔

شہریار نے اُسے بتاتے ساتھ ہی نوح کے پیچھے دوڑ لگائی تھی۔

جبکہ مروہ نوح کے مسلسل آجکل اُس پر طنز کرنے سے غصے سے کھولنے لگی !!

نہ جانے اس بندے کو مجھ سے کیا دُشمنی ہے ۔

جو ہر وقت مجھ پر طنز کرتا رہتا ہے ۔

'کالج کیا لینے جاتی ہو جب سمجھ کُچھ نہیں آتا' پھر آواز بھاری کر کی اُس کی نقل اتاری ؛

"مما آپی مجھ سے ناراض ہیں" وہ کچن میں ہی بیٹھی سوپ پی رہی تھی

- کل پیپر تھا جس کی وُہ تیاری بہت اچھی کر چکی تھی - جس کا کریڈٹ کبھی نہ کبھی شہریار کو ہی جاتا تھا - پر وہ اُسے بتا کر سر پر نہیں چڑھانا چاہتی تھی -

آمنہ بیگم نے سوپ بنا کر اُسے سختی سے پینے کی تاکید کی تھی- ابھی وہ بے دلی سے سوپ میں چمچ چلا رہی تھی- جب کچن میں آتے ولی نے ناراضگی سے کہا جیسے اُس کے بات نہ کرنے پر خود بھی اس سے

خفا ہو -

مروہ یہ ولی کیا کہہ رہا ہے - تم اِس سے بات کیوں نہیں کر رہی ہو

آمنہ بیگم نے حیرت سے پوچھا اُن کا

بے یقین ہونا جائز تھا - کیونکہ مروہ ولی سے اور ولی مروہ سے بہت

زیادہ اٹیچ تھے - ایک دوسرے سے بات نہ کرتے یہ تو نہ ممکن تھا -

اُنہیں نہیں یاد پڑتا کبھی بھی اِن کا کسی بات پر جھگڑا ہوا ہو اِس

معاملے میں وہ خود کو خوش قسمت تصور کرتی تھیں - کے اُن کی اولاد

میں اتفاق ہے -

مما پرسوں اس نے بھی مجھے بہت تنگ کیا تھا !

تو سوری بھی تو کیا اتنی بار آپ کو ولی نے معصومیت سے کہا _

مروہ نے اب اس کی طرف دیکھا جو شاید اس کے اتنی دیر ناراض

رہنے سے اب تقریباً رونے والا ہو گیا تھا - اِس سے پہلے وہ رونا

شروع کرتا مروہ نے اُسے اپنے پاس بلایا تھا

آپی آئی ایم سوری میں یہ نہیں چاہتا تھا۔آپ کو چوٹ لگے الٹس او

کے

تمھاری غلطی نہیں یہ شازل بازل کا سارا قصور ہے۔

ابھی وہ اُسے سمجھا ہی رہی تھی۔ جب اچانک شازل بازل اور زویا

کچن میں داخل ہوتے پیر

پٹکتے گویا ہوئے

یہ غلط بات ہے آپی ہمیں بھی معافی چاہیئے تو چاہیئے ہم کل سے آپ

سے سوری کر رہے ہیں۔ اور آپ نے معاف نہیں کیا اور اس ٹڈے

کے ایک بار کہنے پر معاف کر دیا یہ ناانصافی ہے ہمیں بھی معاف

کرے اب بس !

مروہ نے حیرت سے اُن کا ضدی انداز دیکھا جو معافی مانگ کر اُس پر

احسان کر رہے تھے -

میں تم لوگوں کو اب معاف نہیں کروں گی میرے پاؤں کی حالت

دیکھی ہے - مروہ نے اُن کی توجہ

اپنے پاؤں کی طرف کروائی -

مروہ پر مجھ سے کیوں ناراض ہو - میں نے تو نہیں تم پر مینڈک پھینکا

زویا نے اُس سے خود سے ناراضگی کی وجہ پوچھی

جس پر مروہ نے اس کی طرف دیکھ سکون سے جواب دیا تمھارا ہی تو

قصور ہے - جب تمھیں پتہ ہے یہ دونوں نمونے تمھاری چیزیں

چراتے ہیں تو کیا ضرورت تھی- چوکلیٹ سامنے رکھنے کی !

ابھی وہ اُنہیں اور تنگ کرتی جب آمنہ بیگم نے اُسے ٹوکا مروہ معاف

کر دو اُنہیں دیکھو تو کتنے اُداس ہے کل سے -

پھر میری بھی شرط ہے۔ مجھے

آئس کریم کھلانی ہو گی وہ بھی میرے فیورٹ آئس کریم پارلر میں

ابھی ! مروہ نے انھیں اپنے ماننے کی قیمت بتائی تھی -

جس پر شازل بازل اور زویا پریشان ہو گئے کیونکہ 'نوح ابراہیم' نے انھیں سختی سے پیپرز سے پہلے اوٹنگ سے منع کیا تھا_

ابھی وہ کوئی جواب دیتے ایک پر جوش سی آواز پر سب نے اس طرف دیکھا

" تو دیر کس بات کی ہے چلتے ہیں "

جہاں 'شہریار رضا' نک سک سا دروازے میں تیار کھڑا جانے کب سے اُن کی گفتگو ملاحظہ فرما رہا تھا۔

بیٹا آپ کو کُچھ چاہیئے تھا۔ آمنہ بیگم نے اُس سے پوچھا!

نہیں آنٹی مجھے کچھ نہیں چاہیے دراصل میں خود بور ہو رہا تھا۔ باہر ہی جا رہا تھا۔ کے باتوں کی آواز پر اِدھر آ گیا۔ شہریار نے اُنہیں اپنی

آمد کی وجہ بتاتے مروہ کی طرف دیکھا جو خود اُس کی طرف ہی دیکھ

رہی تھی - اُس کے دیکھنے پر نرمی سے مُسکرا دی - شہریار کو لگا اُس کی ساری بوریت اِس ایک مسکراہٹ سے دور ہو گئ ہو -

پر شیری آپ کو راستوں کا تو پتہ نہیں تو ہمیں لے کر کیسے جائے گے

مروہ نے اُسے پتے کی بات بتائی !

جبکے مروہ کے شہریار کو شیری کہنے پر آمنہ بیگم نے فوراََ ٹوکا مروہ' بھائی' بولو تم سے بڑا ہے !

جس پر شہریار نے جلدی سے منع کیا آنٹی میں نے ہی اسے بلکے سب کو کہا ہے۔ کہ مجھے شیری ہی کہے اُنہیں بتاتا مروہ کی طرف متوجہ ہوا۔

جس پر مروہ کو یاد آیا کل دوستی نہ کرنے کی صورت شہریار نے اُسے اپنے نک نام شیری کہنے کا کہا تھا۔ جس پر مروہ نے اوکے کر دیا ویسے بھی اُسے اِس کی نیچر اچھی لگی تھی۔ کے اپنے دوست کی طرح اس میں ذرا ایٹیٹود نہیں اُسے اب بھی حیرت تھی کہ ان کی دوستی آخر ہوئی کیسے ؟ اک مشرق تھا تو دوسرا مغرب

مائی ڈیئر گُوگل میپ کس دن کام آئے گا

پر شیری بھائی نوح بھائی نے باہر نکلنے پر پابندی لگائی ہے -شازل بازل نے جیسے نوح کے اپنے اُوپر ظُلم کا اُسے بتایا!

واٹ ! شہریار نے حیرت سے کہا_

بیٹا اِن سب کے پیپرز ہونے والے ہیں - اِس لیے نوح نے منع کیا ہے -آمنہ بیگم نے اِن کی جھوٹی مظلومیت کا پردہ فاش کیا جس پر دونوں نے احتجاجی اندازِ میں پھوپھو کہا

ہم جائے گے ابھی شیری ہمارے ساتھ ہیں - اِن کے ہوتے تم لوگوں کو ڈرنے کی ضرورت نہیں

مروہ یوسف نوح ابراہیم کے فیصلے کے خلاف نہ جائے ایسا ہو نہیں سکتا

- اس لیے سب کو تیار ہونے کا کہہ کر آخر میں شہریار سے پوچھا تھا -

جس پر شہریار نے فوراً ہاں کہا پر جانتا تھا - خیر اُس کی بھی نہیں نوح

کے ہاتھوں کیونکے وہ بھی جانتا تھا - نوح کو اپنے فیصلے کے خلاف

جانے والے لوگ سخت نہ پسند تھے -

اپنی ماؤں سے اجازت لے کر آنا سب آمنہ بیگم نے تاکید کی !

تھوڑی دیر بعد وہ کراچی کے مشہور آئس کریم پارلر میں بیٹھے آئس

کریم کھا رہے تھے -

شہریار کو شازل بازل اپنی باتیں بتا رہے تھے - جسے وہ دلچسپی سے سن بھی رہا تھا۔جس میں زیادہ تر زویا کی ان کے ہاتھوں بیوقوف بننے کی باتیں تھی - جس پر شہریار کے لحاظ میں چپ بیٹھی زویا اس کو ٹیبل کے نیچے سے پاؤں ہلا کر روکنے کا کہہ رہی تھی -

جیسے وُہ اگنور کرتی موبائل میں نایاب کو میسیجز پر تپا رہی تھی - یہ کہہ کے وُہ اپنے کزنز کے ساتھ

آئس کریم کھانے آئی ہے - بہت انجوئے کر رہے ہیں -اور وہ تپ

بھی رہی تھی -

اچانک اس کی چینخ نکلی کیونکے زویا نے جان کر اُس کا ڈیمیج پاؤں ہلایا تھا -

کیا ہوا مروہ چینخ کیوں رہی ہو - زویا نے معصومیت سے پوچھا جیسے اُس نے کُچھ نہ کیا ہو ! جس پر تینوں لڑکوں نے بھی اس کی طرف حیرت سے دیکھا !

کُچھ نہیں اِک مکھی کب سے تنگ کر رہی تھی- ہٹانے لگی تو ڈنگ مار گئی - مروہ نے زویا کو کھا جانے والی نگاہ سے دیکھ اُنہیں بتایا

مروہ پھر بھی دیکھ لو کوئی خطرناک مکھی بھی ہو سکتی ہے ویسے بھی آج کل ان سے بہت سے وائرسز پھیل

رھے ہیں - شہریار

فکر مندی سے گویا ہوا - شازل بازل سمجھ گئے تھے- بات کیا ہے تبھی

زویا کو ہاتھ سے مکھی بنا کر دیکھا رھے تھے !!

جبکہ زویا سر جُھکا گئ کیونکہ اُسے اُمید جو نہ تھی - مروہ یوں اُسے مکھی

کہے گی -

جبکہ شہریار اُن کی آپسی چپلقش سے انجان فکر مندی سے مروہ کی

طرف دیکھ رہا تھا - جو اُسے بتا رہی تھی سب ٹھیک ہے پریشان نا ہو

آپ !

جب اچانک مروہ کی نظر ترتیب سے لگے ٹیبلز میں سے ایک ٹیبل پر موجود دو 'ہستیوں' پر پڑی جن میں سے ایک کو تو وہ جانتی تھی جب کے دوسرا چہرہ اُس کے لیے 'اجنبی' تھا۔

ooooooooooooo

شام کو وہ جب تھکا ہارا گھر لوٹا تھا - سوچ رہا تھا شہریار کو کیا اکسکیوز دے گا کہ بجائے اُسے گھمانے پھرانے کے آفس جا کر بیٹھ جاتا ہوں - پر وہ بھی کیا کرتا وہ ایسا ہی تھا - اپنے کام کو لے کر جنونی سا اُس کے آگے کُچھ نظر ہی نہ آتا -

یہ اُس کا کام سے لگاؤ ہی تھا - جو آج ابراہیم کنسٹرکشن کا شمار ٹاپ ٹین کنسٹرکشن کمپنیوں میں ہوتا تھا -

لاؤنج میں ہی اُسے ماں چاچی اور پھوپھو نظر آئی تو سلام کرتا اُدھر ہی آ گیا -

نوح اپنا خیال رکھا کرو ہر وقت کام کو سر پر سوار نہ کیا کرو ماں کے ساتھ بیٹھتے ہی وہ پیار سے ہمیشہ کی طرح سمجھانے لگی - جِس پر وُہ صِرف سر ہلا گیا -

شادی ہو گی تو خود ہی ٹائم سے گھر آئو گے کیوں ثمرین کب دے رہی ہو ہماری 'امانت' ہمیں صاعقہ

بیگم نے ثمرین بیگم سے پوچھا! جس پر وُہ فوراََ بولیں _

بھابی آپ کی ہی بیٹی ہیں جب مرضی لے جائیے !-

نوح ابراہیم کو کوئی دلچسپی نہ تھی اس ٹاپک میں اس لیے پینٹ کی

پاکٹ سے موبائل نکالتے شہریار کے بارے میں پوچھا_

بیٹا وُہ تو سب بچوں کو لے کر گیا ہے آئس کریم کھلانے صاعقہ بیگم نے اُسے بتایا

جس سے وہ جو ریلیکس سا بیٹھا میسیجز چیک کر رہا تھا۔ بے یقینی سے کھڑا ہوتا اُن سے پوچھنے لگا

کس کی اجازت سے گئے ہیں یہ سب میں نے منع کیا تھا - پیپرز سے پہلے کوئی انجوئیمنٹ نہیں ہو گی تو آپ نے روکا کیوں نہیں یعنی میں جو بولتا ہوں فضول بولتا ہوں بکواس کرتا ہوں غصّہ سے بولتے اُس کے ماتھے کی نسیں اُبھرنے لگیں تھیں - اپنے حکم نہ مانے جانے پر غصّہ آسمان کو چھونے لگا تھا ! اُسے پتہ چل گیا تھا -

" یہ لاتوں کے بھوت تھے باتوں سے نہیں ماننے والے "

ابھی وہ اُسے کوئی جواب دیتی جب باہر سے آوازیں آنے لگیں جس کا مطلب تھا۔عدالت لگنے والی ہے - کیونکے مُجرم پہنچ گئے تھے -

اندھیرا چھا گیا تھا تو کسی نے غور ہی نہ کیا نوح کی کار پہلی سے ہی کھڑی ہے - اور اپنی مستی میں ہی اندر داخل ہوئے آج شہریار نے اُنہیں بہت انجوئے کرایا تھا_

جب اندر داخل ہوتی مروہ کی مسکراتی آواز پورے لاؤنج میں گونجی !

شیری اب 'مسٹر ڈریگن' سے انھیں بچانے کی زمیداری آپ کی ہے

-

جب کے جیسے یہ لقب دیا گیا تھا۔ وہ سامنے کھڑا اُسے قتل کر دینے والی نگاہ سے دیکھ رہا تھا -

بھائی اسلام و علیکم ! جب زویا کی نظر اُس پر پڑی اور جھٹ سلام کر کے باقی سب کی توجہ بھی اِدھر کروائی سب کو اُسے دیکھ گویا سانپ سونگھ گیا ہو - شازل بازل شیری کی پیچھے چھپ کر اُس کے کان میں سرگوشی میں بولے شیری بھائی پلز آج بچالے اِن سے جبکے شہریار خود اُس شیر کے پاس جانے سے ڈر رہا تھا -

نوح چلتا ہوا آ کر مروہ کے سامنے رکا اور سنجیدگی سے سوال کیا - کل کیا دن ہے ؟ جس پر مروہ کو اِس کی دماغی حالت پر شک ہوا کہ شاید اتنا کام کرنے کے بعد انھیں دن بھی یاد نہیں رہتے اِس لیے فٹ سے جواب دیا نوح بھائی کل منڈے ہے پر یہ تو آپ اپنے موبائل سے بھی دیکھ سکتے ہیں ساتھ اُسے مشورہ بھی دے دیا - جس پر نوح نے بڑی مُشکِل سے اِس کی چلتی زُبان کو برداشت کیا - اور تحمل سے بولا کل شاید تمھارا پیپر ہے - کبھی دیکھا ہے کِسی کو پیپر سے ایک دن پہلے آؤٹنگ کرتے ہوئے !! -

نوح بھائی پیپر مجھے سارا یاد ہے میں وہ سٹوڈنٹ نہیں جو سارا سال پڑھتے نہیں اور آخری دن ساری تیاری کرنے بیٹھ جاتے ہیں مروہ

نے فخر سے کہا -

جس پر شہریار نے متاثر ہوتے تالیاں بجائیں تھی -پر نوح کے دیکھنے پر

رُک کر اُس کے پاس آ کر بولا - "نوح یار لیو اٹ میں ان سب کو لے

کر گیا تھا - اور تم خود تو مجھے اکیلے چھوڑ کر آفس چلے گئے اس لیے

بوریت دُور کرنے کے لئے باہر نکلنے سے پہلے انھیں بھی ساتھ لے

گیا - ان سب کا کوئی قصور نہیں شہریار نے سارا الزام خود پر لے کر

مُجرم اُسے ہی بنا دیا

نوح نے شہریار کی بہانے پر اُسے گھورا اور باقی سب کی طرف دیکھا

جہاں وہ ایسے ایکسپریشن لیے

کھڑے تھے - جیسے واقع ہی شہریار نے اِن کے ساتھ زبردستی کی ہو

جب کے وہ تو جانا بھی نہیں چاہتے تھے -

اوکے ! لیکن پھر بھی سزا ملی گی سب اسٹڈی میں بکس لے کر آ جاؤ

شاباش پہلے شہریار کے مجبور کرنے

پر چلے گئے اب میرے مجبور کرنے پر ٹیسٹ بھی دو

اور تم بھی فوراََ بکس لے کر آئو نہ آنے کی صورت میں بھیانک نتائج

ظاہر ہوں گے

گوٹ اٹ ! !

بیٹا رہنے دو تھکے ہوئے آئے ہیں کل لے لینا صاعقہ بیگم نے اِن کی جان چھڑانا چاہی ! جس پر نوح نے فوراً نفی کی کوئی رعایت نہیں ملے گی

اور مڑ کر اُنہیں دیکھا جو ابھی بھی جمے کھڑے تھے -

سنائی دیا ہے تم سب کو میں نے کیا کہا ہے - دس منٹ میں آ رہا ہوں سب اسٹڈی میں موجود ہوں- آرڈر جاری کرتا خود فریش ہونے روم کی طرف بڑھا تھا - کیونکے ان سے دماغ کھپانے سے پہلے فریش ھونا ضروری تھا -

شہریار بھی فلحال اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا- کیونکہ جتنا

نوح ابراہیم غصے میں تھا۔ کہی اُسے گھر سے ہی نہ نکال دیتا اُسے اپنی

عزت بڑی پیاری تھی!

مروہ بھی خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔ کیونکے وہ

تو کبھی نہ جاتی اِس کے حُکم پر کہیں!

اسٹڈی میں آتے سب ہی اُسے کتابیں لیے بیٹھے نظر آ گئے تھے۔

لیکن اس دن کی طرح آج بھی

مروہ یوسف موجود نہ تھی۔ یعنی اس نے آج پھر اُس کا حُکم نہیں مانا

تھا۔ دل تو کر رہا تھا۔ لے آئے اُسے کمرے سے کھینچتا اور پوچھے

ہوتی کون ہو میری بات نہ ماننے والی !

صوفے پر جا کر بیٹھتے شازل بازل کو ٹیسٹ دیا اور زویا کو بھی اور

خود پر سکون ہو کر بیٹھتے ان

کو دیکھنے لگا پتا تو تھا آتا انہیں کُچھ نہیں !!

جب دستک دے کر آمنہ بیگم آئی جو بیٹی کو سمجھا سمجھا کر تھک ہار کر

نوح کو اس کی۔۔۔۔

غیر موجودگی کی وضاحت دینے آئی تھیں۔ کیونکہ نہیں چاہتی تھیں

۔نوح مروہ سے بلاوجہ کوئی خار رکھے !!

پھوپھو جان کوئی کام تھا۔ نوح نے اُن سے پوچھا تھا۔ نہیں بیٹا میں تمھیں بتانے آئی تھی۔ مروہ آنے لگی تھی۔ ٹیسٹ دینے لیکن بیٹا اُس کے پاؤں میں درد ہونے لگا احتیاط جو نہی کرتی میں نے ہی اُسے کہا رہنے دو آرام کرو کل پیپر دینے بھی جانا ہے۔ میں نوح کو بتا دوں گی۔

نوح نے اُن کی بات خاموشی سنتے 'کوئی بات نہیں' کہتے اُنہیں ریلیکس کیا جو شاید بیٹی کے نہ آنے پر پریشان ہوتی اُسے مطمئین کرنے آئی تھیں۔

اُن کے جانے کے بعد شازل بازل کو ٹیسٹ دیکھانے کا بولا لاؤ دکھاؤ ذرا کیا لکھا ہے اب تک !!

دونوں کے لٹس سے مس نہ ہونے پر اُسے یقین ہو گیا کہ دونوں نے کُچھ بھی نہیں لکھا۔۔۔

بھائی بس تھورا سا رہ گیا وہ لکھ لے شازل نے کہہ کر یوں رجسٹر پر سر جھکایا جیسے اُس سے بڑا کوئی ذہین نہ ہو۔ شازل کی دیکھا دیکھی بازل نے بھی فوراََ دو منٹ کا کہا تھا۔۔۔

تم دونوں اِدھر آ کر مجھے دکھائو اپنے ٹیسٹ جتنا لکھا ہے میں اس سے ہی پتا چلا لوں گا کہ تم دونوں کتنے پانی میں ہو۔ نوح نے اُن سے کہا جو اب جگہ سے کھڑے ہو رہے تھے۔۔

جِس پر دونوں نے ٹیسٹ اُسے تھمائے اور خود سائڈ پر کھڑے ہو گے

۔۔ تم دونوں نے تو کُچھ بھی نہیں لکھا! نوح نے خلاف معمول آج

نرمی سے پوچھا تھا۔ بھائی وہ دراصل اِس سبجیکٹ کے جو ٹیچر ہیں

ہمیں اُن کی سمجھ نہیں آتی کافی دیر سوچنے کی بعد دونوں نے ٹیسٹ نہ

آنے کی وجہ ٹیچر کا صیح نہ پڑھانا بتا کر خود کو بے قصور ظاہر کیا!

آلرائٹ !اس ٹیچر کی صبح کمپلین ہو جائے گی آخر شہر کے سب سے

مہنگے اور اچھے اسکول میں تعلیم دلوا رھے ہیں ۔اور اساتذہ انہوں نے

ایسے رکھے ہیں۔ ویری بیڈ !! نوح کے لہجے میں افسوس کے ساتھ طنز

بھی شاملِ تھا۔

جی بھائی ضرور کرے اور ابھی۔۔۔ بازل کُچھ اور بھی کہتا جب نوح نے سنجیدگی سے اُسے انگلش کی بک پکڑانے کا کہا ! بک پکڑتے ہی اُن سے پوچھا بھی تھا۔ اس کے ٹیچر صیح پڑھاتے ہیں کہ نہیں۔ جِس پر بچاروں نے جوش و خروش میں انگلش کے ٹیچر کی تعریفیں کر دیں

۔۔۔۔

" ٹھیک ہے یہ سمری لکھ کر دو پانچ منٹ ہیں تم لوگوں کے پاس اور بک کے سٹارٹ میں ہی ہے یہ "

دوبارہ ٹیسٹ کا سنتے دونوں کے ھوش حواس جاتے رھے ہے۔ یقینی سے ایک دوسرے کو دیکھتے دوبارہ استفسار کیا آیا جو سنا ہے وہ جھوٹ

ہو !!

نوح ابراہیم نے اس بار اُن کو اُن کے مطابق ہی ڈیل کیا تھا۔۔ اور خاموشی پر اگلا حکم صادر کیا۔۔۔۔
نہیں آتا تو شرافت سے بکس پکڑو اور اُدھر دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر یاد کرو اور آج یہ سمری سنانے کے بعد ہی چھٹی ملے گی ادر وائز تم دونوں بھی اِدھر ہو اور میں بھی اِدھر ہی بیٹھا ہوں۔۔۔
نوح نے آج صحیح میں ان کے طبیعت صاف کی اور زویا کو دیکھا جو شاید کب سے ٹیسٹ لکھ کر ان کی دُرگت بنتا دیکھ رہی تھی ۔۔
زویا کا ٹیسٹ صحیح ہوا تھا۔ اس لیے وہ اسے چیک کرا کر جانے لگی اور جانے سے پہلے انھیں تنگ کرنا فرض سمجھا اس لیے نوح سے پوچھا

بھائی چاچی کو بتا دوں شازل بازل آج سونے نہیں آئے گے ۔۔۔

جس پر نوح نے اُسے گھور کر جانے کا کہا ۔۔ زویا کے جاتے ہی اُن کی طرف دیکھا جن کی پڑھنے کے نام سے ہی سانسیں اٹک جاتی تھیں

۔۔۔۔۔

سبق سناؤ اور چھٹی کرو ورنہ آج پوری رات اِدھر کھڑا ہونا پڑے گا اور کل سے سارے سبجیکٹ کا

سبق یاد کر کے رکھنا میں کِسی کا بھی سرپرائز ٹیسٹ لیے سکتا ہوں۔۔۔۔

نوح ابراہیم نے انھیں بتا دیا تھا کہ اب پڑھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں اُن کے پاس!!

کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ اُنہیں اپنے کل کے لیے ڈریس وارڈروب سے نکالتی دیکھائی دی۔۔۔

دے آئیں وضاحت جا کر مہارا جا نوح ابراہیم صاحب کو ان کی موجودگی محسُوس کرتی پلٹ کر ان کی طرف دیکھ طنز سے بولی ۔۔۔۔ جس پر وُہ اُسے گھورتی ہوئی بولیں کیوں تمھیں اب اس سے کیا مسئلہ ہے۔جو اس طرح طنز کر رہی ہو۔آمنہ بیگم نے اُس سے

تحمل سے پوچھا_

مسئلہ نہیں کوئی وہ ہی نوابزادہ مجھ پر اپنے سو کولڈ آرڈر جاری کرتا ہے ۔۔ جب کے پہلے بھی ایک بار اسے نہ جا کر جتایا تھا۔ اِدھر آرڈر نہیں چلے گے خیر آج صبح سے پتہ چل گیا ہو گا۔۔۔

پر آپ یہ منحوس ٹاپک چھوڑے میں نے آپ کو بتانا تھا۔ کہ مَیں نے آج حرا آپی کو آلیس کریم پارلر میں کِسی لڑکے کے ساتھ دیکھا ہے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔ مروہ آہستہ بولو ۔۔۔۔۔۔

مروہ آہستہ بولو بچے ۔۔۔ آمنہ بیگم نے دروازے کی طرف دیکھتے بے اختیار اُسے ٹوکا تھا۔ اور اُسے سمجھانے لگیں_ بیٹا اُس کی شادی کی بات گھر میں چل رہی ہے۔ اگر تمھاری یہ کہی بات گھر کا کوئی فرد

بھی سن لے تو قیامت آ جائے گی!!

سوچ سمجھ کر بولا کرو بچی نہیں ہو آخر میں ڈپٹ کر بولیں تھی۔۔۔۔

مما میں نے جو دیکھا بس آپ کو بتایا تھا۔آپ تو مجھے ویلن ہی سمجھ بیٹھی ہیں۔۔مروہ نے ناراضگی سے ماں کی طرف دیکھ کر کہا۔۔۔

اُس کا کوئی

یونی ورسٹی کا دوست ہو گا۔ وہ تحمل سے اُسے بتاتیں ذہن میں آتے عجیب سے وہموں کو جھٹکتی دل میں سب ٹھیک ہوں کی دعا کرنے لگیں۔۔۔۔

اب تم یہ بات کسی اور سے نہ کرنے بیٹھ جانا آخر میں اُسے سمجھایا تھا۔۔ جِس پر وُہ لاپرواہی سے بولی مجھے کیا ضرورت ہے۔ بس دیکھا تو بتا دیا۔ ویسے بھی حرا آپی کونسا مجھ سے کوئی بات کرتیں ہیں۔۔۔

بس تم بھی نہ کُچھ کہا کرو اب سو جاؤ دس بجنے والے ہیں۔ صبح پیپر دینے بھی جانا ہے۔۔ تمہارے بابا آ گئے ہوں گے میں کھانا پوچھ لوں

اُن سے وہ اُسے کہتیں جانے کے لیے

اُٹھ گئیں ۔۔۔۔

کیا بابا اب تک نہیں آئے مروہ نے سر جُھکا کر ماں سے پوچھا تھا۔

نہیں اُن کے آنے جانے کا کونسا کوئی وقت مقرر رہے۔ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ شوہر کے متعلق بتاتی افسردہ سی تھیں ۔۔۔۔

ماما بابا نے ایک بار بھی مجھ سے خیریت نہیں پوچھی مجھے چوٹ لگی تھی !! کیا سارے باپ اپنی بیٹیوں کے ساتھ ایسا ہی رویہ رکھتے ہیں

؟

جبکہ حرا آپی اور زویا سے ماموں لوگ اِتنے پیار سے بات کرتے ہیں

۔۔اُس کے لہجے میں موجود حسرت اُنہیں دُکھ میں مبتلا کر دیتی تھی۔

۔۔۔

مروہ میرے بہادر بچے وہ بات کرو جِس کا میں جواب دے سکو اُس

کے قریب آتیں ماتھا چومتی پیار سے بولیں تھیں ۔۔۔

میرا سوہنا بچا ماما تو پیار کرتی ہیں ۔۔ چلو اب سو جاؤ کُچھ نہ سوچو !

ماں کے پیار بھرے انداز پر خوشی اور دُکھ سے نم ھوتی آنکھوں کو

صاف کرتی ۔۔۔

اُن کے گلے لگ کر لاڈ سے بولی 'آپ ورلڈ کی بیسٹ مدر

ہیں'۔۔۔۔

○○○○○○○○○○○○

اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے آخری بار والٹ میں سب چیزوں کی

موجودگی کو یقینی بناتے ۔۔ کلائی پر موجود گھڑی میں وقت دیکھا تھا ۔۔

جہاں ابھی سات بجے تھے ۔

پیپر آٹھ بجے سٹارٹ ہونا تھا۔ وہ آرام سے وقت پر پہنچ سکتی تھی۔ سیڑھیوں سے نیچے اترتے ہوئے بہت احتیاط کر رہی تھی۔ کیونکے جلد بازی میں اپنا اور نقصان نہیں کروانا چاہتی تھی۔ پہلے ہی پاؤں میں اب بھی ہلکا ہلکا درد تھا۔

آخری سیڑھی بھی اُترتی جب سامنے ہی 'نوح ابراہیم' بلیک ٹریک سوٹ میں ملبوس پسینے سے شرابور براؤن بالوں کو اُنگلیوں سے ماتھے سے پیچھے ہٹاتا اِدھر ہی آتا نظر آیا وہ گھر میں موجود جم سے یا شاید واک سے آیا تھا۔ وہ اندازہ نہ کر سکی ۔۔۔۔

صبح صبح اس سے بات یا پھر بحث کرنا نہیں چاہتی تھی ۔۔

۔کیونکہ ان کی بات نہیں بحث ہوتی تھی۔

اِس لیے اُس کی نظروں سے اوجھل ہونا چاہا پر ایسا ممکن نا ہوا ! !
کیونکے وہ اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔۔

مروہ نے اُسے دیکھا جو ہمیشہ کی طرح اُسے دیکھتے ہی آنکھوں میں بے پناہ غصّہ اور ناگواری لیے اس کے راستے میں دیوار بن کر کھڑا ہو گیا تھا۔۔۔

ابھی وہ اُسے کراس کر کے آگے جاتی جب اُس کی سرد آواز پر مڑی تھی ! !

روکو ! اپنی اِن بہانے بازیوں سے باز آ جاؤ ورنہ بہت بُرا پیش آؤ گا۔

میری بات کو رَد کرکے ثابت کیا کرنا چاہتی ہو۔۔۔

تم بہت اعلیٰ ہستی ہو جو چاہے کرو گی کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں ۔۔

سُرخ ہوتی آنکھوں میں بے پناہ غصّہ لیے اس پر ڈھار رہا تھا۔۔۔

اپنی بات کا رَد ہونا کسی صورت برداشت نہ ہو رہا تھا۔

ایک منٹ میں تمہاری یہ حرکتیں تمھارے باپ کو بتا کر کالج جانا بند کروا سکتا ہوں۔۔ سو مس نام کیا ہے تمھارا؟ ٹراوزر کی پوکٹ میں ہاتھ پھنساتے نام یاد کرنا چاہا پر آ نا سکا؟ چلو چھوڑو ایکس وائے زی آئندہ میری بات نہ ماننے کے نتائج بھگتنے ہوں گے ۔اِس بار میں پھوپھو کی وجہ سے رُکا ہوں کے اُنہیں تمھاری وجہ سے پریشانی نہ ہو

۔۔۔

بٹ نیکسٹ ٹائم بی کیر فل !! اُسے روب دار انداز میں دھمکاتا

سیڑھیوں کی طرف رخ کر گیا تھا۔۔۔۔۔

مروہ تو اس کی باتوں پر حق دق سے تھی۔ وہ کیوں ایسا سوچے

گی بھی۔۔۔۔۔

اور وُہ ہوتا کون تھا۔اُسکو دھمکانے والا غصے سے لال بھبوکا چہرہ لئے

اُسے پُکارا۔۔۔۔۔۔

نوح بھائی ! آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔ ھوش میں ہیں ؟ میں ایسا کچھ

بھی نہیں چاہتی میں تو یہ بھی نہیں چاہتی آپ میرے بارے کُچھ

بھی اندازے لگائیں ۔

اور ایک بات رک کر اِک نظر اُسے دیکھا تھا۔ جِس کا غصّہ اُس کی یوں ترتر چلتی زُبان پر یقیناً آخری حد پر پہنچ چکا ہو گا۔ لیکن پھر بھی رکی نہیں بلکے اپنی زُبان سے آخری تیر بھی نکالتی بولی ۔۔۔۔

" جیسے مرضی جاکر میری شکاییتں کرے آئی ڈونٹ کیئر اور آخری بات میری راہ میں رکاوٹ بننا بند کر دے اپنے کام سے کام رکھے۔۔۔ "

دیر ہو رہی ہے ۔

میرا پیپر ہے آج !! اُس کے اپنی باتوں سے چودہ طبق روشن کرتی

کُچھ بھی اور سنے بغیر آگے بڑھ گئ تھی ۔۔۔۔

جبکے اپنے سامنے یوں اُسکا بولنا اُوپر سے اُس کا اٹیٹیود نوح ابراہیم کو

غصے سے پاگل کرنے لگا اِس لیے اُسے راستے میں ہی بازو سے پکڑ لیا

مروہ تو اس اچانک افتادہ پر بو کھلا کر گرتی جب مقابل نے دوسرا بازو

بھی اُسی جارحانہ انداز میں گرفت میں لیتے اُسے گرنے سے بچایا

۔۔۔

کیا بکواس کی ہے ۔ابھی میرے سامنے تم نے ذرا دوبارا یہ جرات کرو

مروہ تو اُس کا غصّہ دیکھ ڈر ہی گئ تھی ۔۔

ابھی وہ اُسے کُچھ اور کہتا !! جب آمنہ بیگم پریشانی سے بولتی اُن کے پاس آئیں ۔۔۔۔

نوح مروہ یہ کیا ہو رہا ہے ؟ جس پر نوح نے اُن کی طرف دیکھتے اشارہ مروہ کی طرف کرتے کہا پھوپھو اِسے اپنی زُبان میں سمجھایں آئندہ مجھ سے یوں زُبان درازی کی تو یہ زُبان اِس کے پاس نہیں رہے گی۔۔۔۔ اُنہیں بتاتا جھٹکے سے اُسے چھوڑتا کمرے کی طرف بڑھا تھا

۔۔

جبکے سیڑھیوں کے وسط میں کھڑے شہریار نے بے یقینی سے سارا منظر دیکھا تھا۔اُسے تو ابھی تک یقین ہی نہ آیا تھا۔۔ جب اُس کے

قریب سے آندھی طوفان کی طرح نوح ابراہیم گزرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔۔

مروہ بچے ٹھیک ہو۔آمنہ بیگم بیٹی کے رونے پر حواس باختہ سی پوچھنے لگی۔۔ مما میں جلد از جلد پڑھ کر جوب کروں گی پھر ہم یہاں نہیں رہے گے۔۔ گھٹیا اِنسان ہے آپ کے بھائی کا بیٹا اُس کا لہجہ نفرت بھرا تھا۔۔

کیا ہوا تھا صبح مجھے بتاؤ تو صحیح آمنہ بیگم نے بے چینی سے اُس سے پوچھا؟

کُچھ نہیں رات اُس کا دو ٹکے کا حُکم نہیں مانا اِس لیے پاگل ہو گیا تھا۔

آپ کا لاڈلہ !! وُہ طنز سے بولی

وجہ جانتے ہی آمنہ بیگم قدرے ریلیکس ہوتیں بولیں۔۔۔۔

چلو اُٹھو پیپر کا ٹائم نِکل جائے گا ناشتہ بھی کرنا ہے۔اُسے اس ٹاپک سے ہٹاتی بات بدلنے لگی۔۔۔

جنگلی نے بازوؤں میں درد کروا دیا ہے۔ کوجا وہ بھی اُسے صلواتیں سناتی آنسوؤں کو صاف کرنے لگی جو اُسکے اتنی سختی سے بازو پکڑنے پر درد سے نِکل رہے تھے۔۔۔۔۔۔

ooooooooooooo

جبکہ شہریار اُسے یوں روتا دیکھ غصے سے نوح کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔۔۔ کمرے میں نوک کر کے داخل ہوتے اُسے ڈھونڈا تھا۔ جو وارڈروب کے قریب کھڑا آفس جانے کے لیے ڈریس منتخب کر رہا تھا

۔۔۔۔۔۔

نوح آنے والی ہستی کو دیکھ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا گویا وہ

جانتا تھا۔کہ یہ ضرور آئے گا۔۔۔

شہریار نے ہی بات کا آغاز کیا۔

نوح یار تیرا اپنی کزن کے ساتھ رویہ بِلکُل صحیح نہیں ۔۔۔شہریار کی بات پر نوح نے اب مکمل مڑ کر اُس کی طرف دیکھا جو دوست تو اُس کا تھا۔ لیکن حمایت اس کی کزن کی کر رہا تھا۔

اُس کا رویّہ دیکھا ہے تُو نے جو میرا دوست ہوتے ہوئے اُس کی حمایت کر رہا ہے!!

نوح نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔ جس پر شہریار فوراََ بولا تھا۔مجھے یقین ہے پہل تو نے کی ہے اور دوست ہونے کا یہ مطلب نہیں تیری ہر غلط حرکت میں تیرا ساتھ دوں۔۔۔۔

نوح اِس وقت اُس کا زکر بھی سننا نہیں چاہتا تھا۔۔اِس لیے سنجیدگی سے اُسے وارن کیا تھا۔اگر تُو یہاں اُس کا ہمدرد بن کر آیا ہے۔تو ابھی چلا جا یھاں سے میرا دِماغ بہت گرم ہے اس وقت میں نہیں چاہتا تُجھے کُچھ بھی اُلٹا سیدھا کہہ بیٹھوں!!

اُسے کہتا ڈریس لیے فریش ہونے واشروم میں گھس گیا۔۔

جبکے شہریار کو بھی آج

نوح ابراہیم پر شاید پہلی بار اِتنا غصّہ آیا تھا۔۔اِس لیے وہ بھی اِس کے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔اُس کی آنکھوں سے مروہ کا روتا ہوا چہرہ

ہٹ نہ رہا تھا۔۔

اگر نوح کی جگہ کوئی اور ہوتا تو ضرور طبیعت صاف کرتا پر دِل میں ایک فیصلہ کرتا مطمئین ہوتا دلکشی سے مسکرایا نیلی چمکتی آنکھوں نے بھرپور اس مسکراہٹ کا ساتھ دیا تھا۔۔۔

٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥

پیپر دے کر نکلتے اُس کا چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا۔ صبح موڈ جتنا

خراب تھا۔۔ اب اُتنا ہی خوشگوار تھا۔۔اِس کی وجہ یقیناً پیپر کا بہت اچھا ہونا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اِدھر اُدھر دیکھتے نایاب کو تلاش کیا جو قطار سے بنے کمروں میں سے آخری کمرے سے نِکل رہی تھی ۔۔۔

خوشی سے دوڑتے اُسے جا کر پکڑتے اُس کے پیپر کے بارے میں پوچھا تھا۔۔۔۔۔

ٹھیک ہی ہوا پاس ہو جاؤں گی نایاب نے منہ لٹکائے جواب دیا!!

کیوں! تم نے اُسامہ بھائی سے مدد نہیں لی ایک پورشن تو اُسی سے

کور ہو جانا تھا۔۔مروہ نے حیرت سے کہا۔۔۔

جس پر نایاب ریلیکس سے انداز سے بولی وہی تو کرکے آئی ہوں اور

اُسامہ بھائی صِرف میرے بھائی ہیں آخر میں خفگی سے اُسے گھورتے

کہا جو اُس کے سپنوں کو
ملیامیٹ کرنے پر تلی تھی۔۔۔
اچھا ! تم بتاؤ تمھارا ٹھیک ہوا نایاب نے اُس کے پیپر کی بارے میں

جاننا چاہا میرا اے ون پر نایاب تو بھی اچھے پیپر دے پھر ساتھ یونی

میں بھی ایڈمیشن لینا ہے۔۔

کوشش تو کرتی ہوں۔ پر جو اللہ کو منظور نایاب نے اُسے جواب دیا

۔۔۔

تمھیں کون لینے آ رہا ہے۔نایاب نے مروہ سے پوچھا جس پر وُہ

کندھے اچکا گئی۔۔

مجھے شاید اُسامہ بھائی لینے آئے میں نے اُن سے جوب کی بات کر لی

ہے۔۔۔ اگر تم چاہو تو سلام کر لو بعد میں آسانی ہو گی نایاب نے

دراصل اس کو اُسامہ سے ملوانا

چاہا تھا۔۔۔۔

جس پر مروہ سوچ میں پڑ گئ

پھر سر ہلا دیا اور دونوں گیٹ کی طرف بڑھی باہر نکلتے ہی نایاب کو

اُسامہ اپنی ہونڈا سٹی کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا کال پر بات کرتا نظر آ

گیا تھا۔۔۔

جس پر وُہ مروہ کو بھی متوجہ کرتی اُسے اُدھر ہی لے کر بڑھ گئ ۔۔

اُسامہ بھی کال کٹ کرتا اُن کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ چکا تھا۔۔۔

اسلام و علیکم ! اُسامہ بھائی یہ

مروہ میری بیسٹی بھی اپنے

اپ کمنگ بوس کو سلام کرنے آئی ہے ۔۔

ابھی نایاب کوئی اور گوہر افشانی بھی کرتی جب مروا نے اُسے سلام کیا

۔۔۔۔۔۔

اسلام و علیکم ! اُسامہ سر جہاں اُسامہ اُس کے منہ سے سر سنتے بد مزہ

ہوا وہی نایاب کو بھی اپنی دوست پر تپ چڑھی تھی۔ وہ کیا سوچ

بیٹھی ہے ۔اور یہ محترمہ اُس کے سپنوں کا گلہ گھوٹنے کے در پر

ہے۔۔۔

آپ کو مجھے سر کہنے کی ضرورت نہیں ۔۔۔۔۔۔

اُسامہ نے اُسے دیکھتے کہا۔۔۔۔

جو سفید اور سیاہ شرٹ کے ساتھ سفید ٹراوزر جسکے بلیک دوپٹہ رول

کر کے گلے میں لیا ہوا تھا۔ بوب کٹ براؤن بالوں کو کھلا چھوڑے آ

گے سے ہیئر بینڈ لگایا گیا تھا۔جب کے بات کرتے دوران بھی اس

کے دونوں گالوں پر پڑھتے گڑھے اُسے اُس سے نظر ہٹانے نہ دے رہا

تھا۔۔۔۔ ہوش تو اُس کی بات پر آیا تھا۔۔۔۔

تو کیا نایاب کی طرح بھائی کہو مروہ نے اُلجھ کر اُس کی طرف دیکھتے

پوچھا۔۔۔۔

نہیں رہنے دے محترمہ آپ مجھے سر ہی بول لے یہ ہی ٹھیک ہے۔۔

اُسامہ نے جلدی سے منع کیا کہیں وہ سچ میں اُسے بھائی نہ بنا لے

۔۔۔۔۔۔

جس پر اُس نے سر ہلا دیا ویسے بھی وہ اس کے ساتھ جتنا پروفیشنل

رہے بہتر تھا۔۔۔۔

اوکے ! میں جوب پیپرز کے بعد کنٹینیو کروں گی مروہ نے اُسے بتایا

۔۔

"آپ مجھے اپنا کوئی کنٹیکٹ نمبر دے دے تو بہتر ہے "

وہ اُس کی بات سنتی پریشانی سے اُسے دیکھتے بتانے لگی موبائل تو گھر پر ہے اور اپنا نمبر کبھی یاد ہی نہیں کیا۔۔۔۔۔۔۔۔

جس پر نایاب جو کب سے چپ چاپ ان کو دیکھ رہی تھی فوراََ بولی میں اُسامہ بھائی کو تمھارا نمبر دے

دوں گی نو ٹینشن !!

مروہ ریلیکس ہوتی اُنہیں بائے کرتی اپنی کار کی تلاش میں نظریں گھمانے لگی جب کُچھ فاصلے پر کھڑی اپنی کار نظر آ گئی پر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص نے اُسے حیرت زدہ کر دیا تھا۔۔اِسی حیرت میں قدم کار کی طرف بڑھائے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شہریار صبح سے بے سکون سا تھا۔ اس لیے آمنہ بیگم سے اجازت لے کر مروہ کو پک کرنے آ گیا تھا۔۔پہلے تو وہ حیران ہوئیں اُس کے یوں مروہ کو پک کرنے پر۔۔۔۔۔۔آیا نوح ابراہیم کا مہمان کیوں اُن کی بیٹی کو لینے جائے لیکن شہریار نے منٹوں میں انھیں قائل کر لیا تھا۔ اُس کی نیچر ہی ایسی تھی۔کے انسان زیادہ دیر اُس سے کترا کر نہ رہ

سکتا۔۔۔۔۔ لیکن یہاں مروہ کو کسی لڑکی کے ساتھ پاس کھڑے لڑکے سے بات کرتے دیکھ اُسکی آنکھوں میں جلن سی اُمڈنے لگی تقریباً پانچ سات منٹ کا یہ دورانیہ اُس کے لیے کِسی عذاب سے کم نہ تھا۔۔ یہ ایسی کوئی خاص بات نہ تھی۔وُہ لندن جیسے آزاد خیال معاشرے کا رہائشی تھا۔۔ لیکن ! شاید اِنسان اپنی پیاری چیز یا انسان کے لیے یوں ہی پوزیسیو ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔جیسے وہ اس وقت ہو رہا تھا۔اُس کے دل میں آج ایک ڈر بیٹھ گیا تھا۔مروہ کو کھونے کا ڈر یہ سوچ ہی اُس کا دِل بند کر رہی تھی۔ کجا کہ ایسا ہو جاتا۔۔۔۔ وُہ پریوں جیسی لڑکی ہاں وہ اُس کے لیے پری ہی تھی۔۔۔کب اُس کی زندگی بن گئی وہ نہ جان سکا شاید پہلی نظر میں ہی وہ اُسے اپنا مان چکا

تھا۔۔۔۔وُہ نہیں سوچنا چاھتا تھا۔کہ محض ایک ہفتے میں کوئی کیسے

کسی کے لیے اِتنا ضروری ہوسکتا تھا۔۔ پر وُہ ہو رہا

تھا۔ وہ مروہ یُوسف کو

کھونا نہیں چاہتا تھا۔

کسی

بھی صورت نہیں۔۔۔۔۔۔۔

"اپنی زِندگی میں مگن رہنے والا شخص یہ کونسا روگ لگا بیٹھا تھا۔جس

میں مُبتلا انسان

آج تک

لاعلاج رہا ہے۔۔۔ "

مروہ کے اُسے دیکھنے پر بھی وہ

یوں ہی بیٹھا رہا جبکہ وہ حیرت سے اُسے دیکھتی یہاں تک قریب آتی

۔۔

کار کا دروازہ کھول کر نشست سنبھال بھی چکی تھی ۔۔۔۔ شیری آپ

مجھے پک کرنے آئے ہیں ۔ لیکِن کیوں ؟

شہریار مروہ کے سوال پر اپنے حواس ٹھکانے لگاتا اُسے دیکھنے لگا ۔۔۔

پھر دل میں اُبھرتی بے

چینی سے مجبور ہو کر اُس سے پوچھ

ہی لیا ۔۔۔۔۔

"وہ کون تھا"؟ جس کے پاس تم کھڑی تھی ۔۔ اُس نے سرسری سے

لہجے میں پوچھا تھا۔۔۔

جس پر مروہ نے جوب کا بتانا مناسب نہ سمجھتے عام سے انداز میں بتایا

میری دوست کا کزن

تھا۔وُہ شہر کے مشہور

ریسٹورنٹ کا اونر ہے۔

تو نایاب بس ملوانے لے گئی تھی۔۔

اگر کبھی جانا ہوا تو جان

پہچان سے ڈسکاؤنٹ مل جائے گا۔۔۔۔ مروہ نے بھی حتیٰ الامکان

اپنے لہجے کو سر سری سا

رکھا۔۔۔۔۔

جیسے سن کے پر سکون ہوتے شہریار کو واپس اپنے پرانے

انداز میں آنے میں ذرا دیر نہ

لگی ۔ اِس لیے فوراً بولا ۔۔۔

چلیں پھر ابھی ؟ جس پر مروہ نے گھورا اور دوبارہ پوچھا کہ آج وہ

کیوں اُسے لینے آیا ہے ۔ کُچھ نہیں ڈیئر ماوی !

آپ کو پیپر کی تیاری کروائی

تھی یاد ہے نہ ۔۔۔ تو بس جاننا

تھا ۔

کیا میں مستقبل میں اچھا پروفیسر بن سکتا ہوں ؟؟

اُس نے اپنی نیلی چمکتی آنکھوں سے اُسے دیکھتے اپنی بات جاری رکھی

بس اسی لیے آنٹی سی پوچھ لیا

ماوی کو لے آئو۔۔۔۔

تھورا سا وُہ مجھے اپنے شہر کے متعلق بتا دے گی اور خود بھی نیکسٹ

پیپر کی پریپریشن سے پہلے فریش ہو جائے گی ۔۔۔

شہریار نے اُسے پوری تفصیل دی تھی ۔۔

بٹ شیری میرا نام مروا ہے ۔نہ کے ماوی مروہ نے اس کی تصیح کرنی

چاہی جو اس کا غلط نام پکار رہا تھا۔۔۔۔

لیکِن مجھے یہ پسند ہے۔ تم اِسے اپنا نک نام سمجھ لو۔ ویسے بھی تمھارا

کوئی نک نام ہونا چاہیے۔ شہریار نے اپنی پسند کا بتاتے اُسے مشورہ دیا

۔۔

جس پر مروہ احتجاجی اندازِ میں بولی لیکن مجھے یہ سب پسند نہیں اُس کا

اشارہ نک نام کی

طرف تھا۔۔۔ جس پر شہریار ایموشنل سے انداز میں بولا تھا۔ کُچھ

وقت

کی بات ہے پھر میں نے چلے جانا ہے۔۔۔کیا تم برداشت نہیں کر

سکتی جس پر مروہ کُچھ نہ بولی۔۔۔

وہ بھی موضوع بدل گیا اب بتا بھی دو میں پروفیسر بن سکتا

ہوں کہ نہیں۔۔ جس پر مروہ اپنی مسکراہٹ چھپاتی کھڑکی کی

طرف مڑ کر بیٹھتی بولی ۔۔۔

نہیں !! شہریار اُس کی مسکراہٹ دیکھ چکا تھا۔

کیونکہ ڈمپل سب راز افشاں کر رہے تھے ۔۔۔۔

ویری سیڈ ! میں تو خود کو

لے کر بڑا اوور کنفڈینس تھا۔ شہریار کے لہجے میں مصنوعی مایوسی

صاف ظاہر تھی ۔۔۔۔

جس پر مروہ نے اب سیریس ہوتے اُسے دیکھتے جواب دیا۔۔ شیری

آپ نے واقع ہی بہت اچھا سمجھایا تھا۔ میرا پیپر بہت اچھا ہوا ہے

۔۔۔۔۔

جس پر وُہ خوش ہوتا مروہ کو لیے ریسٹورنٹ آ گیا۔مروہ نے احتجاج کرنا چاہا۔لیکن شہریار نے اُس کی ایک نہ سُنی اس طرح دو تین اور جگہ گھوم کر گھر واپسی کی راہ لی تھی۔۔ کیونکہ کافی ٹائم ہو چُکا تھا۔

مروہ بھی تھک گئ تھی

اب صرف ریسٹ کرنا چاہتی تھی ۔۔

ooooooooooooo

اُس کے پیپرز اچھے ہو رہے تھے ۔۔آج لاسٹ پیپر تھا۔جیسے دینے

جانے کے لیے وہ ریڈی ہو رہی تھی ۔۔ اُس کے پیپرز میں شہریار نے
بھی اس کی کافی مدد کی کبھی اُسے چھوڑنے جانا کبھی واپسی پر پک کرنا
کبھی گیس بھی دے دیتا تھا۔۔ یہ کہہ کر یہ سوال ضرور آئے گے

۔۔۔۔۔۔

اُسے ضرورت تو نہ ہوتی

لیکن مروہ کو ماننا پڑا تھا۔۔ بندہ بڑا ذہین اور ہنس مکھ تھا۔ نہ خود بور
ہوتا نہ دوسروں کو ہونے دیتا گھر میں اُس کے آنے سے رونق سی لگی
رہتی تھی ۔اجنبیت تو محسوس ہی نہ ہوتی یوں لگتا جیسے گھر ہی کا فرد ہو
گھر میں سب سے اُس کی فرنکنس ہو گئ تھی ۔۔۔ مروہ نے شروع
میں اُس سے بس لیا دیا رویّہ رکھنا چاہا پر ایسا مُمکن نہ ہوا ۔۔۔ اب

اُسے نوح ابراہیم اور اِس کی دوستی کی سمجھ آ گئ تھی ۔۔۔۔

باب کٹ بالوں میں ہیئر برش کرتے آگے سے ہیئر بینڈ لگایا تاکہ پیپر دیتے وقت بال اُسے ڈسٹرب نہ کریں ۔۔ بیڈ پر پڑا اپنا والٹ اور فون اُٹھاتے نایاب کو میسج کیا "میں نکلنے لگی ہوں"۔۔۔۔

آج وہ پرپل کلر کی سیمپل سی شرٹ اور ٹراؤزر پہنے ہوئے تھی ۔
ڈوپٹہ مفلر کی طرح آگے سے

رول کر کے لیا ہوا تھا۔پاؤں میں بلیک کلر کی سیمپل سی سینڈل تھی۔

جو اُس کے پاؤں میں بہت پیاری لگ رہی تھی ۔۔۔

نیچے آتے ہی ماں کو ڈھونڈا جو شاید کچن میں اُسی کے لیے اتنی جلدی ناشتا بنا رہی تھیں ۔۔ کچن میں جا کر اُنہیں سلام کرتے چیئر گھسیٹ کر بیٹھتے جلدی سے جوس پیا اور اُٹھ گئی ۔

خدا حافظ ماما میں جا رہی ہوں ۔۔ جلدی سے باہر پورچ میں آتے ڈرائیور کو دیکھا جو کار کا ٹائر چیک کر

رہا تھا۔

اسلام و علیکم ! امجد انکل دیر ہو رہی ہے مجھے کالج چھوڑ آئے ۔۔ جس پر وہ اُسے سلام کا جواب دیتے پریشانی سے اُٹھ کھڑے ہوتے بولے

۔۔۔۔ بیٹا گاڑی کا ٹائر پنکچر ہے ۔ انکل آپ چیک تو کر لیتے پہلے

اب میں پیپر دینے کیسے جاؤں گی ایسے تو دیر ہو جائے گی ۔۔پریشانی

سے گھڑی پر وقت دیکھتی بولی ۔۔۔

مروہ بیٹا رات کو تو سب ٹائر ٹھیک تھے ۔ابھی صبح چیک کیا تو ٹائر پنکچر

تھا۔ وُہ

اُسے وضاحت دیتے بولے۔

مروہ وقت ضائع کیے بغیر ماں کو بتانے اندر چلی گئ کے وہ لوکل پر جا

رہی ہے۔اور کوئی تو ہے نہیں جو اِسے چھوڑتا ۔۔۔ شہریار کو بھی

چھوڑنے کے لیے کار چاہیے ہو گی جو اویلبل نہ تھی اِس وقت ۔۔۔۔

اس لیے وہ خود ہی مزید وقت ضائع کیے بنا چلی جائے تو بہتر تھا

۔۔۔۔۔آمنہ بیگم جو ابھی کچن سے باہر ہی آ رہی تھیں اُس کے

ناشتہ مکمل نہ کر کے جانے پر غصّہ بھی تھیں ۔۔اُسے دیکھتیں پریشانی

سے

بولیں مروہ گئ کیوں نہیں بیٹا۔۔ مما گاڑی خراب ہے۔ میں لوکل پر

جانے لگی ہوں وہ اُنہیں جلدی سے بتاتی ابھی جا ہی رہی تھی ۔

جب وہ اُسے روکتیں بولیں اکیلے کیسے جاؤ گی دیر ہو جائے گی لوکل سے

جانے پر پھر تمھارا بابا بھی غصّہ

کرے گے ۔ ابھی وہ دونوں بات کر ہی رہیں تھیں ۔۔ جب بلیک

شرٹ اور پینٹ میں ملبوس اُوپر سے بلیک کوٹ پہنے یعنی مکمل سیاہ

لباس میں ملبوس ہاتھ میں رسٹ واچ باندھتا نوح ابراہیم سیڑھیاں

اُترتا دیکھائی دیا آج وہ معمول سے گھنٹہ پہلے آفس جا رہا

تھا۔یقیناً کوئی میٹنگ

تھی۔۔

اکثر وہ یوں ہی ٹائم سے پہلے نِکل جاتا تھا بنا ناشتا کیا۔۔

آمنہ بیگم نے تو اُسے دیکھتے فوراََ اُسے پُکارا تھا۔ جس پر وُہ قریب آتا

ایک نظر بھی اُسے دیکھے بنا پھوپھو کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

آمنہ بیگم کا مقصد سمجھتے ہی مروہ نے آنکھوں سے اُنہیں منع کیا پر وہ

اگنور کرتیں نوح کی طرف دیکھتی بولیں۔۔

جو خود کو پکارنے کا مقصد جاننا چاہ رہا تھا۔۔۔ بیٹا مروہ کو بھی اِس کے کالج چھوڑ دو۔۔۔

پھوپھو جان مجھے جلدی ایک کلائنٹ سے ملنا ہے ٹائم نہیں ہو گا اِتنا اُس نے صاف اِنکار کیا۔۔

مما میں لوکل پر جا رہی ہوں۔۔

جس پر مروہ نے ماں کو کہتے جانے کے لیے قدم گھر سے باہر بڑھائے۔۔۔۔

روکو تم! جس پر نوح نے غصے سے اُسے روکتے۔۔ حیرت زدہ ہوتے

آمنہ بیگم سے پوچھا اِن کا

ڈرائیور کدھر ہے ۔۔ جس پر انہوں نے اُسے تفصیل بتائی ۔۔۔

ٹھیک ہے بھیج دے فوراََ

اُنہیں کہتا گلاسز نکالتے آنکھوں پر لگاتے باہر کی جانب بڑھا تھا ۔

۔۔۔۔

جس پر آمنہ بیگم نے مروہ کو بھی جانے کا اشارہ کیا جِس پر وُہ مجبوراََ

اُس کے پیچھے ہی گئ تھی ۔ اُس

روز کی لڑائی کے بعد آج دونوں کا سامنا ہوا تھا ۔۔ بلیک کلر کی ہائی

لیکس سامنے ہی جانے کے لیے تیار

کھڑی تھی ۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ڈرائیور بیٹھا تھا۔ جب کے وُہ خود پیچھے

شان سے .برا جمان تھا۔ اُس نے تو سوچا تھا وہ خود ڈرائیو کرے گا تو وہ

آرام سے پیچھے بیٹھ جائے گی۔۔

کیونکے پہلے جب وہ سڑک سے اُسے لے کر آیا تھا۔ تو خود ڈرائیو کر

رہا تھا۔

گاڑی کے قریب کھڑی وُہ اسی کشمکش میں تھی۔ جب نوح سے مزید

.برداشت نہ ہوا اُس کا سکتا غصے سے کار کی ونڈو نیچے کرتا اُس سے

طنزیہ انداز میں کہا۔۔ کیا آج ہی جانا ہے تم نے ؟ جس

پر مروہ هوش میں آتی دوسری سائڈ سے ڈور اوپن کرتی بیٹھ گئ۔

جبکے اُسکے بیٹھتے ہی ڈرائیور نے کار سٹارٹ کر دی۔

پوری کار میں نوح ابراہیم کی مخصوص خوشبو بکھری تھی۔جو اپنے

مالک کی طرح

سرد سی تھی ۔۔۔۔

کار کے چلتے ہی مروہ کھڑکی سے باہر دیکھتی سوچنے لگی کاش اُس کا باپ بھی ایک ذمے دار انسان ہوتا تو آج یوں اُن ماں بیٹی کو کسی کی منتیں نہ کرنی پڑتیں ۔۔۔ نوح ابراہیم تو موبایل میں گھم تھا۔ ڈرائیور کے دوبارہ کالج ایڈریس پوچھنے پر نظریں اُٹھاتا اُسے دیکھنے لگا جو پتہ نہیں کن سوچوں میں گم

تھی۔ کہ ڈرائیور کی آواز بھی سنائی نہ دے رہی تھی ۔۔۔۔

ایڈریس دو کالج کا! باقی سوچیں پیپر میں بیٹھ کر سوچنا وُہ اُسے نالائقی کا طعنہ دیتا دوبارہ موبائل پر

نظر جما گیا۔۔

جب کے مروہ اِس بے عزتی پر جلتی نگاہ اُس پر ڈالتی دل میں کئ

القابات سے اُسے نوازتی ڈرائیور کو ایڈریس بتانے لگی۔۔۔۔

کالج کے سامنے کار کے رکتے ہی وہ جلدی سے باہر نکلی جیسے مزید اِس

شخص کی موجودگی میں بیٹھنا

ناممُکن ہو! پر اپنی انسلٹ کا بدلہ پوری قوت سے ٹھاہ کی آواز سے کار کا

ڈور بند کرتے لیا تھا۔ جب کے نوح ابراہیم نے اِس قدر جاہلانہ حرکت

پر اُسے دیکھا تھا جو کالج کا گیٹ عبور کر

چُکی تھی۔۔

یہ لڑکی اُسکا ضبط ضرورت سے زیادہ آزمارہی تھی۔ اتنی بتمیزی آج

تک اُس سے کسی نے نہ کی تھی۔۔۔ ڈرائیور کو آفس لے جانے کا
کہتا ونڈو سے باہر دیکھتا خود کو پر سکون کرنے لگا۔۔۔

ابھی پچھلا واقعہ بھی پُرانا نہ ہوا تھا۔ کے مزید اِس کا آج کا رویّہ اُسے
کوئی سنگین قدم
اُٹھانے پر مجبور کر رہا تھا۔۔۔

ooooooooooooooo

وہ سب لاؤنج میں موجود صوفوں بیٹھے تھے ۔ اُن سب کے پیپر ہو چُکے تھے ۔ شازل بازل بھی آج کل پیپر دے کر خوب موج مستی کرتے تھے ۔۔ کیونکہ کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں تھا ۔۔ چلو ماوی ڈیئر ! کوئی گیم کھلتے ہیں ۔ جب شہریار اُس کے پاس آ کر بولا ۔۔۔ جبکے بڑی مامی نے ناگواری سے اِن کی فرینکنس دیکھی تھی ۔ لیکِن صِرف برداشت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا ۔ جب سے شہریار آیا تھا ۔ وہ یہی کر رہی تھیں ۔۔ جبکے شازل بازل زویا اور ولی بھی اُس کی ہاں میں ہاں ملانے لگے ۔۔۔ مروہ نے شہریار سے گیم کا پوچھا جس پر شازل بازل ولی نے کرکٹ کا بولا شہریار نے بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملائی ۔۔۔ جبکے مروہ نے نہ کرنا چاہا پانچ بجنے والے ہیں اِس ٹائم کرکٹ رہنے

دیتے ہیں ۔۔

ماوی کوئی رات نہیں ہوئی ابھی بس تھوڑی دیر کھلیں گے ۔۔۔ جس

پر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اِن کے

ساتھ آ گئی لیکن اب وہ بھی ایکسائیٹڈ سی تھی ۔۔ دو ٹیمیں بنی تھیں ۔

ایک ٹیم میں شازل شہریار اور ولی جبکے دوسری میں وہ زویا اور بازل

تھے ۔پہلے بیٹنگ کا فیصلہ مروہ نے کیا یہ سوچ کر بعد میں اندھیرا چھا

گیا تو اِن کی باری نہیں آئے گی ۔۔۔ ۔انھوں نے کیچ آؤٹ رکھا تھا ۔

مروہ کو شہریار نے بال کروانے کا فیصلہ کیا۔ شہریار مروہ کو اتنی سلو

بال کروا رہا تھا۔ کہ وہ جب تک چاہے آرام سے کھیل لے ۔۔ جبکے

مروہ کا چہرہ خوشی سے جگمگا رہا تھا۔ جیسے دیکھتا شہریار خود بھی بھرپور

انجوئے کر رہا تھا۔۔۔جبکے اِن کو دیکھتا شازل غصے سے شہریار سے بال

لے چُکا تھا۔ کیونکہ مروہ کی ٹیم نے پچاس رنز بنا لیے تھے ۔۔

شیری بھائی میں آپی کو بال کرواتا ہوں جبکے شازل نے پہلی گیند پر

ہی مروہ کو کیچ آؤٹ کر دیا۔۔ مروہ کی ٹیم نے کل ستر سکور بنایا تھا

۔۔

اب شہریار کی ٹیم کی باری تھی ۔جب شہریار نے دو بال کھلتے آؤٹ

ہوتے اُنہیں مایوس کیا تھا۔ بازل

نے شازل اور ولی کو بھی آؤٹ کرتے خُوشی سے جیت کا نعرہ لگایا تھا

۔۔

شازل بازل کے آؤٹ کرنے پر غصے سے اُسے مارنے لپکا جبکے بازل

جان بچاتا بھاگا پھر کیا تھا لان میں

ایک طوفان بتمیزی مچ چُکا تھا۔۔۔اب کسی کو خیال نا رہا کے

اندھیرا چھا گیا ہے۔۔

جب کہ دوسری طرف ملازم کے گیٹ کھولتے نوح ابراہیم کی ہائی

لیکس گھر میں داخل ہوئی

تھی۔۔جبکے کار سے نکلتا وُہ اپنے گھر میں یوں شور ہنگامہ ہوتے دیکھ

حیرت زدہ سے آوازوں کی طرف قدم بڑھا گیا تھا۔کُچھ کُچھ اندازہ تھا

۔آج کل یہی تو ہو رہا تھا گھر میں جب سے پیپرز ہوئے تھے اِن سب

کے۔۔۔گھر سے نکلتی حرا اُسے دیکھتی فوراََاُس کے پاس آتی بولی

۔۔۔۔۔نوح کیسے ہو؟

جس پر نوح نے اُسے دیکھا جو اچھی خاصی خوبصورت تھی اور ہر وقت

اُس کا تیار رہنا اُسے اور خوبصورت بنا دیتا تھا۔ اور سر ہلا دیا اور لان

میں داخل ہوا جہاں پر شازل اور شہریار بازل کو پکڑنے کی جدوجہد

میں لان میں موجود ہر چیز کو تحس نہس کر چُکے تھے بازل کو اُنکے

ہاتھ لگتا دیکھ مروہ فوراََ اُسے بچانے

لپکی ۔۔ شیری شیری چھوڑ دے اُسے اب بس کرے بیچارے کا کیا

حال ہو گیا ہے ۔۔۔ پر وُہ دونوں

اُس کی سن ہی نہ رہے تھے ۔ جس پر مروہ نے جلدی سے شہریار کا بازو

پکڑتے اسے روکا تھا۔ جب کے لان میں داخل ہوتے حرا اور نوح نے

یہ منظر دیکھا تھا ۔۔۔ حرا نے نوح کے سامنے جان کے اونچی

آواز میں کہا۔۔ "مروہ کو شرم کرنی چاہیے ہر وقت بچی ہی بنی رہتی

ہے۔۔"

جبکے نوح اُسے اگنور کرتا اُن کے قریب آتا غصے سے بولا" کیا ہو رہا ہے

یہاں پر؟" مروہ نے اُسے دیکھتے ضبط سے آنکھیں میچی تھی یہ ایٹم بم

ہمیشہ غلط وقت پر انٹری کیوں

کرتا تھا؟۔

نوح کی آواز سنتے ہی وہ سب اپنی جگہ الرٹ ہوتے کھڑے ہو گئے۔

جبکے اُن کے کپڑے دیکھ کر لگ رہا تھا۔جیسے دو سال کے بچے ہوں

۔۔۔۔۔۔جگہ جگہ مٹی لگی ہوئی تھی۔نوح نے بازل اور شازل

کو لان کی صفائی کا کہتے شہریار کو ساتھ آنے کا کہا اور اک ناپسندیدگی

بھری نگاہ مروہ پر ڈال کر اندر چلا گیا تھا۔آج خلاف معمول کسی کی

کلاس نہ لی گئ تھی۔۔۔۔شہریار بھی فوراً اُس کے پیچھے ہی لپکا

تھا۔۔۔۔ دوست وُہ نوح کا ہے اور منڈلاتا تمہارے آگے پیچھے ہے یہ

بات کُچھ عجیب سی نہیں؟۔۔۔۔۔۔

حرا نوح ابراہیم کے رویہ سے مایوسی محسوس کرتی اپنی کھولن مروہ پر

طنز کی صورت نکال کر اندر

چلی گئ۔۔۔

مروہ نے اُس کا طنز سمجھ آتے ہی افسوس سے آسمان کی طرف دیکھا تھا

۔۔۔۔۔اور خود بھی اندر چلی گئ ۔۔۔۔

جبکے شازل بازل لان سیٹ کرتے خوش تھے کہ آج اُن کو ڈانٹ سننے کو نہیں ملی ۔۔

ooooooooooooo

وُہ لان سے سیدھا اپنے رُوم میں ہی آیا تھا۔ کوٹ اُتار کر بیڈ پر پھینکتے خود بھی تکیہ اُٹھا کر سر کے نیچے رکھتے وہی پاؤں لٹکا کر لیٹ گیا۔۔آج بیک ٹو بیک میٹنگ اٹینڈ کر کے تھک گیا تھا۔ اوپر سے شہریار کا یوں

وقت سے پہلے جانا اُسے سمجھ نہ آ رہا تھا اُس کے سیکٹری نے

اُسے انفورم کیا تھا کہ شہریار سر نے سنڈے کی ٹکٹ بک کروائی ہے۔

اسی لیے آج کسی کو کُچھ نہ کہا کُچھ وُہ خود بھی تھکاوٹ محسوس کر رہا

تھا دوسرا شہریار کا یوں جانا اُسے ڈسٹرب کر گیا تھا۔۔ ابھی وہ یونہی

لیٹا ہوا سوچ و بچار کر رہا تھا جب شہریار نوک کر کے کمرے میں

داخل ہوا تھا اسے آتا دیکھ وہ اُٹھ کر بیٹھتے بغور اُسے دیکھنے

لگا۔۔۔۔۔۔

جو صاف ستھری ٹی شرٹ اور ٹراؤزر پہنے ہاتھ جیبوں میں ٹھونسے

اُس کے سامنے اسٹائل سے کھڑا ہو گیا تھا۔ نیلی چمکتی آنکھوں میں

اُسے اپنے لیے کُچھ کُچھ خفگی نظر آ رہی تھی۔ جس کی وجہ یقیناً اس کا

ٹائم نہ دینا تھا۔۔۔نوح نے اُس کا موڈ دُرست کرنے کے لئے اُسے آفر کی۔۔۔

سوچ رہا تھا ! ! کل سب مل کر کوئی پکنک ارینج کرتے ہیں۔۔ جس پر شہریار نے اُسے یوں دیکھا جیسے اُس نے کوئی انہونی بات سُن لی ہو اِس کے منہ سے۔۔۔ رہنے دے اب تُو دیکھ لی تیری دوستی دوست اتنی دور سے تجھ سے ملنے آیا پر تیرے پاس وقت ہی نہیں ہے۔۔ شہریار ایموشنل انداز میں بولا تھا۔۔ اُس کے الفاظ پر نوح نے اُسے ایسی نظروں سے دیکھا تھا کہ شہریار اُس کی طنزیہ نظروں کو سمجھتا فوراً

بولا۔۔۔۔۔۔

تو کیا تُو چاہتا ہے کہ اگر تُو نہ مجھے لفٹ کروائے تو کوئی بھی نہ کروائے۔۔۔ وُہ تو تیرے کزنز میری اہمیت جان گئے تھے۔۔۔

تبھی تُو دیکھ سکتا ہے سب کیسے تیرے یار کے گن گاتے ہیں جس سے بھی میرے بارے میں پوچھے گا تعریف سننے کو ملے گی۔۔۔

تو سنڈے کو واپس جا رہا ہے؟ نوح نے اُس کی بات کاٹ کر سنجیدگی سے اُس سے پوچھا تھا۔۔

ہاں ! جس پر شہریار نے بس یک لفظی جواب دیا لیکن تیرا تو ایک مہینہ رکنے کا ارادہ تھا۔ نوح کا لہجہ عام سا تھا۔۔

ہاں رکنا تو تھا۔ لیکن اب تیری شادی پر آئوُ گا تیرے لیے سرپرائز لے کر۔۔۔۔۔

شہریار نے اُس کی بات کی تائید کرتے اُسے آخر میں تجسّس میں مبتلا کرنا چاہا۔۔۔۔۔۔

پر بیچارے کو پتہ نہیں تھا نوح ابراہیم کو سوائے بزنس میں آئے چینج کے کوئی چیز نہ تجسّس میں مُبتلا کرتی نہ ایکسائٹڈ !

عجیب سرد احساسات کا مالک شخص تھا۔۔۔۔

مسکرانا تو شاید گناہ سمجھتا تھا۔ ہر وقت چہرے پر سنجیدگی چھائی رہتی

تھی ۔ وہ لوگ اُسے سخت نا پسند تھے

جو ہر وقت فضول میں ہنستے اور غیر سنجیدہ رہتے ! !

شہریار نے اُسے کوئی ریسپانس نا دیتے دیکھ سرد سانس خارج کی اور

آسمان کی طرف دعا کی صورت میں ہاتھ اُٹھاتا بلند آواز میں کہنے لگا

۔۔۔

یا اللہ ! میرے دوست کی زِندگی میں بھی ایک شرارتی سیپری بھیج

دے جو اس سنجیدہ انسان کو نارمل

انسان میں بدل دے ۔۔۔ آمین ! ۔۔

جبکے نوح اُس کے غیر سنجیدہ رویّہ پر اُسے اگنور کرتا اُٹھ کر ڈریسنگ کے

سامنے کھڑے ہوتا اپنے کفلنکس کھولنے کے ساتھ دوبارہ اُس سے اپنی

آفر کی بارے میں پوچھا۔۔۔ جس پر شہریار نے فوراََ اپنی رضا مندی

ظاہر کی۔۔۔۔

جیسے نوح کے پلان کینسل کرنے کا ڈر ہو۔

اب کہیں جا رھے ہو اِس وقت ؟

نوح نے اُس کی تیاری دیکھ استفسار کیا شہریار نوح کے کہنے پر ھوش

میں آتا اُسے کُچھ بھی بتائے بنا ہاتھ سے بعد میں آ کر بتاؤں گا اشارہ

کرتا کمرے

سے نکلتا چلا گیا۔۔۔

جب کہ نوح شہریار کی حرکتوں پر سر جھٹکتا آئینے میں اپنا عکس دیکھنے لگا

۔ اچانک آئینے میں اُسے مروہ کا شہریار کا ہاتھ پکڑنا نظر آنے لگا۔

وہ منظر یاد آتے ہی بھوری آنکھوں میں ایک بار پھر شعلے سے جلنے لگے کِتنی مُشکِل سے خود کو کُچھ بھی کہنے سے روکا تھا یہ وہ ہی جانتا تھا۔۔۔۔۔۔

ویسے بھی وہ کیوں اُس فضول اور منہ پھٹ سی لڑکی کے بارے میں کُچھ بھی کہہ کر اُسے اِس خوش فہمی مبتلا کرے کے نوح ابراہیم اُسے نوٹس کرتا ہے۔۔۔۔۔

جبکہ وہ اُس کے معیار پر ایک پرسنٹ بھی پورا نہیں اترتی۔۔۔

ooooooooooooo

وہ لان میں موجود جھولے پر بیٹھی تھی۔ سب ینگ جنریشن پکنک پر

جانے کے لیے ریڈی ہو

رہے تھے۔ لیکن اُس نے جانے سے اِنکار کر دیا کیونکہ ان کے ساتھ

نوح ابراہیم اور حرا عادل بھی

جا رہے تھے۔

اور جہاں یہ دونوں ہوں وہاں وُہ خاک انجوائے کرتی اِس لیے کِسی

بھی قسم کی بدمزگی نہ ہو اُس نے خود ہی اِن کے ساتھ جانے سے انکار

کر دیا ویسے بھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ شہریار کے سامنے کوئی تماشا

لگے۔۔۔۔۔

ماوی ڈیئر! تم کیوں نہیں جا رہی ہمارے ساتھ ابھی وہ یوں ہی

جھولے پر بیٹھی سوچوں میں مگن رہتی۔ جب شہریار اُس کے قریب

آتا بے چینی سے پوچھنے

لگا۔۔۔

مروہ نے اس کی بے چینی محسوس کیا بنا عام سے انداز میں کہا ویسے

ہی شیری میرا موڈ نہیں جانے کا آپ لوگ جاؤ۔۔

موڈ نہیں یہ کیا فضول سا ایکسکیوز ہے ؟تم چلو موڈ بن جائے گا۔ نوح

بروسی سائڈ لے کر جا رہا ہے۔ بھت مزا آئے گا گھر میں بور ہو گی

شہریار نے اُسے طویل وضاحتی انداز سے قائل کرنا چاہا۔۔۔

اُس کے اسرار پر مروہ نے اُسے دیکھا اور اُس کی تیاری کو دیکھتے آنکھیں

حیرت سے پھیلی تھیں۔۔۔۔۔۔

جو ریڈ شرٹ اور وائٹ جینز کے ساتھ وائٹ کلر کے جو گرز پہنے سر پر پر ریڈ کلر کی کیپ لیے صاف اپنے حلیہ سے کوئی چلتا پھرتا خوبصورتی کا اشتہار لگ رہا تھا۔رہی سہی کسر نیلی چمکتی آنکھیں پوری کر دیتی تھیں۔۔۔۔۔

مجھے تو پکنک سے زیادہ یہ کوئی اور معاملہ لگ رہا ہے مروہ نے زو معنی انداز میں کہتے ہونٹوں کو سیٹی بجانے کے انداز میں گول کیا۔۔۔

شہریار اُس کے انداز پر بجائے کوئی شوخ جُملہ کہتا اُلٹا پریشانی سے اُس کا چہرہ دیکھ وضاحت دینے لگا۔۔۔

ڈیئر !۔۔۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں اور بائے داوے میں اپنے لیے لائف پارٹنر پسند کرچُکا ہوں۔

بہت جلد تمھیں ملواؤں گا شہریار نے اِک نظر اُسے دیکھتے سوچنے کی

بجائے کہہ دیا!!

مروہ اُس کے سنجیدہ لہجے پر حیران ہوتی پوچھے بنا نہ رہ سکی ۔۔ کون

ہے؟کیا اِدھر پاکستان میں پسند آئی ؟ کیا اُس کے پرنٹس اتنی دور رشتے

کے لئے مان جائے گے شیری ؟ کہیں وہ شادی شدہ نہ ہو آخر میں اُس

کے لہجے میں افسردگی سی تھی ۔۔۔۔۔

شہریار تو مروہ کے سوالوں پر بوکھلا ہی گیا ابھی اُسے کوئی جواب دیتا

جب شازل دوڑتا ہوا آیا اور پھولے سانس سے بولنا شروع ہو گیا

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شیری بھائی نوح بھائی آپ کو بلا رھے ہیں کہہ رہے ہیں چلنا ہے یا

کینسل کر دوں پلان؟

شیری جائے سب آپ کا ویٹ کر رہے ہیں۔ مروہ نے اُسے بیھجنا چاہا۔۔ جس پر شہریار نے دوبارہ اُسے ساتھ جانے کا کہا پر وہ اپنی بات پر ڈٹی رہی جس پر شہریار نے بے دلی سے اپنے قدم شازل کے ساتھ ملائے دو گاڑیاں جارہی تھیں۔۔۔

ایک کو نوح خود ڈرائیو کرنے لگا تھا۔ جبکے دوسری کو حرا کے کہنے پر اُسے ڈرائیو کے لئے دے دی نوح کیساتھ آگے شہریار جبکے پیچھے زویا اور ولی بیٹھے تھے۔ جب زویا نے بے چینی سے شہریار سے پوچھا

شیری بھائی مروہ نہیں آئی جِس پر اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور مایوسی سے نہ میں سر ہلایا تھا۔۔۔

جبکہ نوح ابراہیم نے سر جھٹکتے ذرا روب سے کہا تھا۔

کِسی کو اُس کے نہ آنے کا زیادہ دُکھ ہے تو وہ اُتر سکتا ہے۔ اُس کے کہتے ہی سب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔۔۔۔۔

وہ لوگ سب سے پہلے ساحل سمندر آئے تھے۔دو تین گھنٹے ادھر گزار کر نوح اُنہیں شہر کی مشہور اور نئ مختلف قسم کی برڈ شاپ پر لے آیا تھا۔۔ جہاں پر تقریباً ہر قسم کے پرندے موجود تھے۔۔ اسی طرح دو تین اور جگہ پر جاتے اُنہیں گھر واپس آتے آتے آٹھ بج گئے تھے۔

ڈنر وہ سب باہر ہی کر آئے تھے۔ اس وقت سب رسٹ کے سوا کُچھ

اور سوچنا بھی نہ چاھتے تھے۔

جب گھر میں انٹر ہوتے ہی شہریار سے بازل نے پوچھا شیری بھائی یہ

نایاب طوطا کس کے لیے ہے یا پھر آپ لندن لے کر جائے گے

بازل کے پوچھے سوال کو جاننے میں دلچسپی تو سب کو تھی۔ آخر اِتنا

مہنگا

طوطا کس خاص ہستی کے

لیے ہے------

بازل کے اچانک پوچھے سوال نے شہریار کو گڑبڑانے پر مجبور کر دیا تھا۔ دروازے سے اندر داخل ہوتا نوح بھی بازل کا سوال سن چُکا تھا ۔ پر اگنور کرتا آگے بڑھ گیا اُسے دلچسپی نہ تھی ۔ایسی ایکٹیوٹیز میں پہلے ہی آج کا دن ضایع ہونے کا اُسے سخت ملال تھا۔۔۔۔

شہریار نے اُن سب کو یوں تجسّس میں مبتلا دیکھ آنکھیں چراتے عام سے انداز میں کہا۔۔ ماوی کے لیے !! اُسے 🦜 طوطے پسند ہیں۔

آج مجھے یہ طوطا پسند آیا تو لے لیا سوچا جانے سے پہلے کوئی تحفہ ہی دے

دوں۔۔

شہریار کا جواب سنتے ہی سب نے ہی اس سے تحفے کا مطالبہ کیا جبکہ حرا

ان دونوں کی دوستی کی وجہ جاننا چاہ رہی تھی۔ آج اُسے وہ وجہ مل ہی گئی تھی۔اِس لیے شہریار کے قریب جاتے ذرا سا اس کی طرف جھکتے رازداری سے اُس کی نیلی چمکتی آنکھوں میں دیکھتی پوچھنے لگی۔

" بات پسند کی ہے یا اُس سے بڑھ گئی ہے"

شہریار اُسے یوں اپنے اتنے پاس کھڑا دیکھ فوراََ دو قدم پیچھے ہٹا اور دِل خاک کر دینے

والے انداز میں بولا۔۔۔۔۔۔

"اگر ہے بھی تو تمھیں کیوں بتاؤں ؟؟" اور اپنا رُخ شازل بازل کی طرف کر لیا جو اب اس سے تحفہ مانگ رہے تھے۔

جبکے حرا اپنی اِس قدر انسلٹ پر کھولتی شہریار کو جواباً۔۔۔۔

سنانے کا اِرادہ ترک کرتی۔۔بر وقت دماغ میں آئے خیال پر عمل

کرنے کا سوچتے دِل میں اُس کے خوابوں کے محل کو بری طرح گرتا

دیکھ پرسکون ہوتی چلی گئی تھی۔۔۔

ooooooooooo

وہ اپنے کمرے میں پریشانی سے بیڈ پر بیٹھی موبائل ہاتھ میں لیے

نایاب کے گھر کیسے جائے یہ سوچ رہی تھی۔ اُسے اُسامہ کی دی ہوئی

جوب کرتے ایک ہفتہ ہو چُکا تھا۔ زیادہ کام نہ تھا۔ بس احتیاط اور

غلطی کی گنجائش نہ تھی ۔۔

کسٹمرز کو آنلائن ڈیل کرنا اُس کی جوب تھی ۔ جیسے کسی نے گھر بیٹھے کوئی بکنگ کروانی ہو مینیو میں کون کون سی ڈشیز چاہیے یہ سب نوٹ کرنا اور سب کی لسٹ بنا کر اسامہ کو واٹس اپ کر دینا یا پھر ریسٹورنٹ کی آفیشل ویبسائٹ پر میل کر دینا ۔۔۔

آج نایاب کے گھر دراصل وُہ اُسامہ سے اپنی جوب کے متعلق ہی بات کرنے جا رہی تھی ۔ پر مسئلہ یہ تھا ۔ جائے کس کے ساتھ زویا کالج گئی تھی ڈرائیور نے اُسے لینے جانا تھا ۔۔ ابھی وہ یونہی پریشانی سے بیٹھی سوچتی رہتی جب دروازہ نوک ہوا اُس نے بیزاری سے دروازے کو دیکھا اور اُکتاہٹ سے بولی ۔۔۔۔

آ جاؤ! جبکہ شہریار کو آتا دیکھ اُس کی آنکھیں چمکنے لگی اِس کا خیال اُسے پہلے کیوں نہ آیا جب کے شہریار

اپنے پیچھے چھوٹے سے پنجرے میں موجود طوطے کو چھپائے اُس کے سامنے آیا۔۔۔۔

شیری مجھے آپ سے کام ہے۔مجھے میری دوست کے گھر ڈراپ کر دے گے پلیز واپسی ایک گھنٹے بعد پک کر لیجئے گا مروہ نے جلدی سے کھڑے ہوتے اُس سے کہا جو اُس کی پھرتیاں دیکھ حیرت زدہ ہوتا ہاتھ سے اُسے رکنے کا اشارہ کرتا دوسرے ہاتھ میں موجود پنجرہ اُس کے سامنے کر گیا جب کے مروہ اپنے

سامنے!!۔۔۔

اِتنا پیارا طوطا دیکھتے حیران ہوتی کبھی شہریار کو دیکھتی کبھی اِتنے خوبصورت طوطے کو!!۔۔۔۔۔۔

یہ کس کا ہے شیری!!۔۔ مروہ نے دلچسپی اور ایکسائٹمنٹ سے اس سے پوچھا جس پر شہریار اُس کا انداز دیکھتا خُوشی سے اپنی سکس سینس کو سراہنے لگا یعنی اُسے واقعی طوطے پسند تھے۔۔۔۔

تمہارا ہے۔ شہریار نے اُسے والہانہ انداز میں دیکھتے کہا جبکے مروہ نے اس کی بات کو مذاق سمجھتے دوبارہ پوچھا دھیان سارا طوطے کی طرف تھا۔ جو اُسے دیکھتا تھوڑا سا سائڈ پر ہو گیا تھا۔

یہ طوطوں کی نایاب اور مہنگی قسم تھا۔اس کا نام وائٹ کوکاٹو یا امبریلا کوکاٹو ہے۔ظاہری طور پر مکمل سفید جسم سر پر بڑا سا سفید تاج

اور پروں کے نیچے ہلکا پیلا پن اور جذبات کے اظہار کے طور پر جیسے ڈر تجسّس یا خُوشی کی صورت میں تاج کھل جاتا ہے۔ یہ منظر دیکھنے والے کو سحر زدہ کر دیتا ہے۔۔۔۔۔

یہ تمہارے لیے میری طرف سے تحفہ ہے!!۔شہریار نے کہتے ساتھ ہی وہ پنجرہ مروہ کے ہاتھ میں تھما دیا۔۔۔

مروہ حیرت زدہ ہوتے پنجرے میں موجود خوبصورت طوطے کو دیکھتے شہریار کو دیکھتے کہنے لگی۔ "آپ مذاق کر رہے ہیں۔۔۔۔۔"

شیری اِتنا مہنگا اور نایاب تحفہ آپ مجھے کیوں دے گے بھلا!!۔۔۔۔

میں کوئی مذاق نہیں کر رہا یہ تمہارے لیے ہی لایا ہوں شہریار نے اپنی بات پر زور دیتے کہا۔۔۔۔۔

کل ہم سب برڈ شاپ گئے تو اُدھر سے میں خاص تمہارے لیے لے

کر آیا تھا۔۔۔شہریار نے اُسے اُس کی

اہمیت بتانی چاہی۔۔۔۔۔۔۔

طوطے کو دیکھتے ہی مجھے تمھارا خیال آیا تو لے لیا اب اِنکار نہ کرنا

ویسے بھی کل میں واپس جا رہا ہوں۔اگر زِندگی رہی تو نوح ابراہیم

سیٹھ صاحب حیران نہ ہو تمہارے کزن بھائی اور اپنے یار کی بات کر

رہا ہوں اس کی شادی پر آئوُ گا تب تک تم اِسے رکھ لو شاید تب تک

تمھاری چیکو سے دوستی ہو جائے اور تمہارا ارادہ بدل جائے۔۔۔۔

جیسے ہی شہریار نے چیکو کہا طوطا جواباً شہریار کو دیکھتا خُوشی سے اپنا

تاج پھیلاتے شیری شیری کرنے

لگا--

جبکے مروہ طوطے کے انداز دیکھتی ایکسائٹڈ ہوتی رکھنے کے لیے راضی

ہو گئ--

اِسے توجہ کی خاص ضرورت ہے نظر اندازِی برداشت نہیں کر سکتا

شہریار نے اُسے تنبیہہ کرنا ضروری سمجھا------

جبکے مروہ نے ہاں میں سر ہلاتے اتنے خوبصورت گفٹ کے لئے اُسے

شُکریہ کہا اور اپنی پریشانی اُسے بتائی------

جیسے سنتا شہریار فوراََ اُسے تیار ہونے کا کہتے خود بھی آخری بار اُس کا

خوشی سے دمکتا چہرہ دیکھ اپنے ملکے

گنھگریالے بالوں میں ہاتھ پھیرتا لبوں پر کسی انگلش گانے کے الفاظ

ادا کرتے فریش ہونے

چلا گیا۔۔۔۔۔۔۔۔

'cuz of you'

All because of you

Do the things I do

To the things

To the things I do

All because of you

oooooooooooooooo

پندرہ منٹ بعد جب مروہ تیار ہو کر نیچے آئی تو لاؤنج میں موجود صاعقہ بیگم کو دیکھ ماں کو ڈھونڈا جو شاید کچن میں موجود تھیں۔ جا کر اُن سے اجازت لیتے شیری کے ساتھ جانے کا بتا کر باہر آ گئی۔ جہاں شہریار پہلے سے کھڑا اُسکا ویٹ کر رہا تھا۔ جب کے اپنے کمرے کے ٹیرس پر کھڑی حرا فون پر عاشر سے بات کرتے ہوئے اِن دونوں کو

یوں ہنستا مسکراتا دیکھ جلتی نگاہوں سے اُن کی کار کو گھر سے نکلتے دیکھا تھا۔۔۔۔

ooooooooooooooo

مروہ کے جاتے ہی صاعقہ بیگم اُٹھ کر کچن میں آتے آمنہ بیگم کے سر

ہوئی بیٹی کو دیکھا ہے کیسے جوان جہان لڑکے کو اپنے پیچھے لگائے پھر رہی ہے۔بی بی کُچھ نظر رکھو بعد میں خاک تو ہمارے سروں میں پڑے گی۔۔۔۔

اُنہیں باتیں سناتے تن فن کرتی چلی گئیں جبکہ آمنہ بیگم خاموشی سے ان کی زہر اُگلتی زبان کو نظر انداز کرتیں مطمئین تھیں۔۔مروہ کی پریشانی سے وہ بھی واقف تھیں۔اِس لیے اب شہریار کے ساتھ جانے پر

اُسے اجازت دے دی۔ دوسرا شہریار اُنہیں بہت سلجھا ہوا اور اچھا لڑکا لگا تھا۔۔۔

باہر ملک میں رہتے ہوئے بھی اُس میں کوئی بُری عادتیں نہ تھیں۔

سوائے ایک کے ہر وقت دوسروں

کو تنگ کرنا وہ تو شازل بازل بھی کرتے تھے ۔۔۔

"جب اِتنا لڑکے کا ڈر تھا تو اپنے بیٹے کو سمجھاتی جو جوان لڑکے کو

لڑکیوں والے گھر میں سٹے کروا کر

بیٹھا ہے"۔۔

ہولے سے کہتیں سر جھٹکتی اپنا کام کرنے لگیں ۔۔۔۔۔۔

oooooooooooooo

کار میں موجود خاموشی کب سے شہریار رضا کو اُکسا رہی تھی۔ کے کہہ دو اُس سے اپنے دل کا حال شاید ایسا موقع دوبارہ نہ ملے ۔۔۔!! وہ کب سے مروہ کو محبت سے دیکھتا کُچھ کہنا چاہ رہا تھا۔ پر زُبان ساتھ نہ دے رہی تھی۔ کُچھ مروہ کے ریکشن سے بھی خوف زدہ تھا۔ اب تو مروہ نے بھی اُس کی بے چینی محسوس کرتے اُس کی طرف باقاعدہ رُخ کرتے سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھا تھا۔ جب کہ شہریار جو پہلے ہی بے حد کنفیوزڈ تھا مزید الرٹ ہوتا اُسے جبراً مُسکرا

کر دیکھنے لگا۔۔

شیری آپ مجھ سے کُچھ کہنا چاہتے ہیں۔؟ شہریار رضا کو زِندگی میں پہلی بار اپنے آپ پر غصّہ آیا تھا۔جب وہ خود پوچھ رہی ہے تو بتا دے بھئی اُس کا دِل گڑگڑا رہا تھا۔ " ہاتھ آیا موقع جانے نہ دو "۔

جب کے شہریار ساکن اپنے ذہن میں وہ الفاظ تلاش کر رہا تھا پر لگتا تھا آج اس کا دماغ بھی اس کا ساتھ نہ دے رہا تھا۔۔۔۔۔
مروہ نے اُسے کُچھ بھی بولتا نہ دیکھ خود ہی اُس کی طرف دیکھتی کہنے

لگی شیری آپ بہت اچھے ہیں۔ کلاآپ واپس چلے جائے گے تو ہم سب

آپ کو بہت مس کرے گے ۔۔۔ شہریار جو اُس کی طرف دیکھتا

کبھی سامنے دیکھتا کار ڈرائیو کرتا اُسے سن رہا تھا۔ اُسے چُپ ہوتا دیکھ

بے چینی سے پوچھنے

لگا۔۔۔

"کیا تم بھی مجھے مس کرو گی ۔"

شہریار کے لہجے میں کوئی تو ایسی خاص بات تھی ۔کہ مروہ نے ٹھٹھکتے بغور اُس کی نیلی چمکتی آنکھوں میں دیکھا۔جہاں اُسے اپنے لیے جو جذبات نظر آئے تھے ۔وہ اُس کے قدموں تلے زمین نکلوا گئے تھے ۔۔۔

نہیں ایسا کیسے ممکن ہے۔شیری تو کسی اور کو پسند کرتے ہیں۔میں ہی زیادہ سوچ رہی ہوں ۔مروہ نے اپنے خیالات کو جھٹکتے شہریار کو دیکھا جو اب بھی اس سے جواب جاننا چاہ رہا تھا۔۔۔شروع سے لے کر اب تک جتنی بار اُن کی بات ہوئی تھی ۔وہ اُسے اچھا انسان لگا تھا ۔انہیں سب باتوں کو مد نظر رکھتے اُس نے اسے جواب دیا۔۔۔

"مس کرو گی۔۔۔" مروہ نے ادھورا سا جواب دیا۔جس پر شہریار

نے بے ساختہ کہا تھا۔"کیسے۔۔۔۔؟"

اب کی بار مروہ نے پورے کنفیڈنس کے ساتھ اُس کے اسٹیرنگ پر جمے ہاتھوں کو دیکھتے کہا۔

"آپ کو۔۔۔"پر وُہ کہا جانتی تھی۔اُس کا یوں کہنا مقابل کو مستقبل کے سنہرے خوابوں جو وہ اپنی نیلی چمکتی آنکھوں میں سجائے بیٹھا ہے۔کہ پورے ہونے کی اُمید دے رہی ہے۔۔جن کی تعبیر کبھی سچ ہو گی بھی یا نہیں یہ تو صرف آنے والا وقت بتا سکتا ہے۔۔

ooooooooooo

نایاب کے گھر کے سامنے اترتے اُس نے اسے جانے کا کہا تھا۔جواباً شہریار نے ہاتھ میں موجود فون اُس کے سامنے لہرایا۔۔۔

ڈیئر !۔۔۔ میرے پاس تمہارا فون نمبر نہیں ہے نہ تمھارے پاس میرا نمبر ہے۔ ایسا کرو تم میرا نمبر سیو کر لو شہریار نے کہتے ساتھ ہی اُسے مشورہ دیتے اپنا نمبر اُسے نوٹ کروایا تھا۔ جیسے نوٹ کرتے وہ اُسے خُدا حافظ کہتے جانے کا اشارہ کرتے گیٹ پر لگی بیل بجانے لگی۔۔۔

گارڈ گیٹ کھولتے ہی اُسے اندر لے گیا تھا۔ جبکے شہریار نے اُسے گھر کے اندر داخل ہوتا دیکھ کار اسٹارٹ کی تھی ۔۔

جب اُسے ساتھ والے عالیشان گھر کے سامنے گاڑی رکتی اور اندر داخل ہوتی نظر آئی پر اُس کے چونکنے کی وجہ کار میں موجود شخص تھا۔اُسے اچھی طرح یاد تھا اسے اُس نے مروہ سے بات کرتے دیکھ

تھا۔

اُس دن کالج کے باہر آج پھر اس کی یہاں اِس وقت موجودگی سے عجیب بے چینی سی اُسے محسوس ہونے لگی۔دِل میں کئی طرح کے وسوسے سے پیدا ہونے لگے ۔۔۔اِس لیے جانے کا ارادہ ترک کرتے وہی اُس کا انتظار کرنے لگا۔۔۔

ابھی اُسے اِنتظار کرتے پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے ۔جب فون پر آتی کال نے اُسے متوجہ کیا۔۔

گیٹ سے اپنی نظریں ہٹاتے فون کی اسکرین پر چمکتے نمبر کو دیکھتے اُسے جھٹکا لگا۔ یہ آج کیوں اُسے کال کر رہا ہے۔ یہ بندہ تو اپنا ایک منٹ بھی ضایع نہ کرے۔۔۔بر حال اُس نے کال اٹینڈ کرتے فون کان

سے لگایا ہی تھا۔۔ جب دوسری طرف سے سرد اور خشک سی آواز آئی

"کہاں ہے تو۔۔۔؟" اُس کا سوال سنتے ہی شہریار نے موبائل کان

سے ہٹاتے سامنے کیا اور اوپر کی جانب دیکھتا خود کو ریلیکس کرنے لگا۔

دوبارہ فون کان سے لگاتے اُس نے اسے تپایا ویسے بھی فارغ ہی بیٹھا

تھا۔ توں جانتا ہے!!۔۔۔

جبکے دوسری طرف کال پر موجود 'نوح ابراہیم' اس کے موڈ کو سمجھتا

کال کاٹ گیا۔جبکے شہریار اپنی اِس قدر

بے عزتی پر فون کان سے ہٹاتے اپنے کان کی لو مسلتا کندھے اچکاتا

اک نظر گیٹ کی طرف دیکھا جہاں مروہ گئی تھی ۔ ٹائم دیکھتا وقت

گزاری کے لیے گیم کھیلنے لگا۔۔

○○○○○○○○○○○○○

نایاب نے گرمجوشی سے مروہ کا خیر مقدم کیا تھا۔ اور اُسے اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے آئی تھی۔ مروہ نے اس کے پیرینٹس کی خیریت دریافت کرتے اُسامہ سے ملاقات کا کہا تھا۔ وہ زیادہ دیر گھر سے باہر نہیں رہ سکتی تھی۔۔۔

نایاب نے اپنی بیسٹی کی پریشانی سمجھتے اُسے تسلی دی اُسامہ بھائی آ رہے ہیں۔ تم تب تک یہاں پر بیٹھو تو سہی جس پر مروہ بیٹھتے ہی کچھ یاد آتے ایکسائٹڈ ہوتے جلدی سے اپنے ہینڈ بیگ سے موبائل نکالتے گیلری میں موجود چیکو کی تصویر

دکھانے لگی۔۔ جو وہ آتے ہوئے کھینچ لائی
تھی۔۔۔

تصویر پر موجود طوطا دیکھتے نایاب کے تاثرات بھی مروہ سے مختلف نہ تھے۔ یہ کتنا پیارا ہے مروہ نایاب نے فدا فدا انداز میں کہا۔۔
شیری نے گفٹ دیا ہے مجھے!! مروہ نے اُسے بتایا جب کے اس کی بات سنتی نایاب اِک دَم پریشانی سے اُس سے استفسار کرنے لگی۔ وُہ تمھارے روڈ کزن کا دوست جو لندن سے آیا ہے۔ جس پر مروہ نے سر ہلا کر تصدیق کی تھی۔ اُس دن پک کرنے بھی آیا تھا۔ تمھیں

پیپرز کے دوران ۔۔۔۔

مروہ وہ تو بہت زیادہ ہینڈسم ہے !!۔ نایاب کے پریشانی سے کہنے پر مروہ سمجھ نہ سکی کے آیا اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ پر اُسے بتانا ضروری سمجھا۔آج بھی وہی چھوڑنے آیا ہے۔ اور کل وہ واپس جا رہا ہے۔ جیسے سن کر نایاب کو تسلی ہوئی۔پر پھر بھی اُسے مروہ کے قریب یہ لڑکا اچھا نہ لگ رہا تھا۔ تبھی اُس سے کہا۔۔تم ۔۔!

کیوں اُس کے ساتھ چلی آئی۔ نایاب کے بات سنتے ہی مروہ نے اُسے بتایا کہ وہ کیوں شیری کے ساتھ آئی ہے۔ ابھی وہ دونوں باتیں کر ہی رہی تھیں ۔۔

جب ملازمہ نے اُسامہ کی آمد کی اطلاع دی۔ مروہ جلدی سے اٹھتے

ملازمہ کی تقلید میں قدم بڑھا گئی۔ جب کہ نایاب بھی اس کے ساتھ ہی موجود تھی ۔ ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی اُسامہ اُنہیں کال پر مصروف نظر آیا اُن پر نظر پڑتے ہی بیٹھنے کا اشارہ کرتا کال کاٹ گیا ۔مروہ سلام کرتے سنگل سیٹر صوفہ پر بیٹھ گئی ۔۔۔

جب کے نایاب اُنہیں بات کرنے کا کہتے خود اُٹھ کر چلی گئی تھی۔جب کے نایاب کی غداری پر مروہ اُسے کوستی رہ گئی ۔

oooooooooo

جی تو مس مروہ کیا بات آپ کرنا چاہتی تھیں ۔۔۔مروہ کو اس کا لہجہ عجیب سا لگا پر اگنور کرتے اسے اپنی آمد کی وجہ بتانے لگی۔۔۔

سر میں ہر ویک آفس نہیں آ سکوں گی اگر منتھ میں ایک بار ہو جائے تو میرے لیے آسانی ہو گی ۔ یہ جوب کرنے کی بڑی وجہ بھی یہی تھی ۔کہ مجھے کہی بھی آ نا جانا نہیں پڑے گا ۔۔۔

مروہ کے خاموش ہوتے ہی اسامہ نے اُسے دیکھتے

اوکے ! ۔۔ کہا ۔۔

جو سیمپل سے بلیک شلوار قمیض پر بلیک ڈوپٹہ خلاف معمول سر پر جمائے ہوئے بہت خوبصورت لگ رہی تھی ۔ بات کرتے دوران گالوں پر پڑھتے بھنور عجیب دِلکش سا منظر پیش کر رہے تھے ۔ کہ انسان چاہ کر بھی اس سے نظر نا ہٹا پائے ۔۔۔۔

جبکہ مروہ اُس کی نظروں سے کوفت محسوس کرتے جانے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اُسے یوں اچانک اُٹھتا دیکھ اسامہ نے خود پر لعنت ملامت کی کیا

ضرورت تھی یوں اُسے دیکھنے کی۔۔۔

سر میں چلتی ہوں۔ خدا حافظ ! اور جلدی سے باہر آ کر نایاب کو ڈھونڈنے لگی تاکہ اُسے بتا کر کا جاسکے۔۔

جب اُسے لاؤنج سے آتی آواز نے ٹھٹھکنے پر مجبور کیا۔۔۔ سو فیصد اُسے یقین تھا۔کہ یہ شیری کی آواز ہے۔ جلدی سے وہاں پہنچتے اپنے شک کے درُست ہونے کا یقین کیا تھا۔۔۔

وہ سامنے ہی شان سے صوفے پر براجمان نایاب کے پیش کیے گئے

اسنیکس سے لطف اندوز ہوتے ۔۔ساتھ ساتھ نایاب سے کوئی بات بھی کر رہا تھا۔ بات یقیناً اس کے متعلق ہی تھی ۔۔۔

اُس نے قریب جاتے اسے مخاطب کیا۔۔۔

شیری آپ ۔۔؟شہریار اُسے دیکھتا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔ مروہ تمہارے مہمان کو میں نے ہی اندر بلوایا ہے۔نایاب نے اُسے بتایا جو خود گارڈ کے بتانے پر اُسے اندر بلوا کر اپنے دماغ کا دہی کروا چکی تھی ۔۔۔

مروہ نے مزید وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھتے نایاب کو خدا حافظ کہتے شہریار کو چلنے کا کہا۔دونوں ساتھ ہی گھر سے نکلے تھے ۔گاڑی میں بیٹھنے تک اُن کے درمیان مزید کوئی بات نہ ہوئی ۔

جب شہریار نے اِس غیر معمولی خاموشی کو توڑنے کی کوشش کی۔

میں تمھیں ڈراپ کر کے اس لیے نہیں گیا ایک گھنٹہ تو آنے جانے میں لگ جاتا ہے۔ اِس سے بہتر میں یہاں کار میں بیٹھ کر تمہارے فری ہونے کا ویٹ کر لوں۔۔۔

بس۔۔! یا کُچھ پوچھنا بھی ہے تمھیں۔ مروہ کے اِک دَم ٹوک کر کہنے پر شہریار جو واقعی اُس کی وہاں موجودگی کی اصل وجہ جاننا چاہ رہا تھا۔۔۔

اُس کے یوں ٹھیک اندازہ لگانے پر سٹپٹا سا گیا۔ لیکِن پھر سنبھلتا اُسے

دیکھتا کہنے لگا۔ اگر سچ پوچھو تو میں واقعی جاننا چاہتا ہوں تمہاری یہاں موجودگی کی اصل وجہ۔ لیکن میرا دائرہ اختیار دیکھو تو میں یہ سوال کرنے کا حقدار نہیں ہوں۔۔

لیکن ایک دوست کی حیثیت سے تم مجھ سے اپنی پروبلم شیئر کر سکتی ہو۔شہریار کے خیالات نے مروہ کو متاثر کیا تھا۔ تبھی اسے مختصر سا جوب کے بارے میں بتا دیا۔۔۔۔

جبکے شہریار رضا جس انسان سے اُسے دور کرنا چاہتا تھا۔ اُس کے پاس جوب کا سنتے بند ہوتے دماغ سے اس کی اگلی بات پر غور کرنے لگا۔۔ جبکے دِل میں وہم سے سر اُٹھانے لگے ۔ ایک دل کر رہا تھا۔ بتا دے اُسے سب کچھ لیکن دماغ کہہ رہا تھا۔ مشرقی لڑکی ہے۔ رِشتہ لانے

والے لڑکے کو اچھا سمجھتی ہو گی۔ نہ کے یوں کار میں بیٹھ کر پرپوز کرنے والے کو۔ویسے بھی وہ اب جلد از جلد لندن واپس جا ہی اس لئے رہا تھا۔۔

oooooooooooo

وہ اپنے آفس میں بیٹھا بڑی سنجیدگی سے اپنی بھوری آنکھوں کو سامنے پڑے لیپ ٹاپ پر جمائے نئے پروجیکٹ کے بینیفٹس کا اندازہ لگا رہا تھا۔جب اس کا ارتکاز مسلسل بجتے فون سے ٹوٹا۔کالر آئی ڈی دیکھتے ہی کچھ غصّہ ضبط کرتے کال پک کی۔۔جبکے کال پر موجود حرا نے شُکر کیا تھا کہ اس نے کال اٹھائی تو صحیح۔۔۔

ہیلو۔۔۔! نوح تم نے بات کی اپنے دوست سے مروہ کو لے کر کہا گیا

ہے۔ ابھی تک اُن کی واپسی نہیں ہوئی شام کے چار بج گئے ہیں۔ جبکے وُہ دونوں تقریباً بارہ بجے کے نکلے ہیں۔۔ حرا نے جان بوجھ کر ساری تفصیل اُسے بتائی تھی۔ اُس کا مقصد چنگاری لگانا تھا۔ اب آگ پھیلتی ہے یا نہیں وہ بعد کی بات تھی۔۔۔

جبکے نوح نے حرا کو گول مول سا جواب دیتے کال کاٹ کر کلائی پر موجود رسٹ واچ پر ٹائم دیکھا تھا۔ جہاں پر واقعی چار بج چکے تھے۔۔ پھر بے اختیار شہریار کا نمبر ملا گیا تھا۔ کال فوراََ ریسیو کی گئ تھی۔ شہریار شاید جان چُکا تھا۔ کہ وہ کیوں کال کر رہا ہے۔ اِس لیے فوراََ اُسے بتانے لگا بس ہم لوگ گھر واپس آ رہے ہیں برو۔۔"۔ شیری یہ شرٹ آپ پر سوٹ کرے گی"

۔ابھی وہ کال کٹ کرنے ہی لگا تھا۔جب اُسے دوسری جانب سے چہکتی آواز سنائی دی تھی ۔۔۔

کال بند کرتے ہی حرا کو میسج کرتے وُہ دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔جبکے دماغ میں دور کہیں چہکتی سی آواز کی بازگشت سنائی دے رہی تھی ۔۔۔۔۔

oooooooooo

اُنہیں واپس آتے آتے پانچ بج چکے تھے ۔ مروہ دعا کر رہی تھی ۔ کہ اس کا باپ ابھی گھر نہ آیا ہو ۔ورنہ آج یقیناً پھر اس کی بے عزتی

ہونی تھی۔ جبکے وہ کم از کم شہریار کے سامنے کسی بھی قسم کا تماشا نہیں لگوانا چاہتی تھی۔

شہریار نے ملازم کو سامان اُٹھانے کا اشارہ کرتے۔ اس کے چہرے سے جھلکتی پریشانی کو محسُوس کرتے اُسے ریلیکس کرنے کے لیے کہا

--

ڈیئر ماؤی! تم اپسیٹ ہو بٹ یو ڈونٹ ورری! میں سب کو بتا دوں گا ۔کے میری وجہ سے گھر واپس آنے میں دیر ہوئی ہے۔۔۔ جبکے مروہ نے مصنوعی مُسکرا کر نہ میں سر ہلایا تھا۔کے وُہ پریشان نہیں ہے۔

گھر میں داخل ہوتے ہی سامنے ہی سب افراد صوفوں پر بیٹھے شام کی چائے پی رہے تھے۔

جبکہ مروہ سامنے بیٹھے یوسف صاحب کو دیکھتے اپنی جگہ منجمند ہو گئ تھی۔۔

ہیلو !۔۔ ایوری ون گڈ ایوننگ جب شہریار کی چہکتی سی آواز نے سب کی توجہ اس کی جانب مبذول کروائی تھی ۔۔

اُن دونوں کو یوں خوش باش ساتھ آتا دیکھتے ہی شازل بازل اور زویا نے خفگی کے اظہار کے طورپر ایک دوسرے کو دیکھتے اِن دونوں سے بول چال بند کرنے کے اپنے عہد کو یاد کیا اور ایک دوسرے کو بھی آنکھوں ہی آنکھوں سے گویا یاد دھانی کرائی تھی۔۔۔

جبکہ مروہ جویُوسف صاحب کے ریکشن سے کُچھ خائف سی تھی۔

خلاف معمول اُنہیں کُچھ بھی نہ کہتا دیکھ جلدی سے سامنے بیٹھی ماں

کو دیکھتے کان پکڑتے زیرِ لب اپنے دیر سے آنے کی معذرت کرتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئ اس سے پہلے کوئی اُسے موضوع گفتگو بنائے ۔۔۔۔

اُس کے بر عکس شہریار نے کمرے میں جانے کی بجائے وہاں سب کے درمیان ہی بیٹھ گیا تھا۔آمنہ بیگم نے اُسے بھی کافی یا چائے کی آفر کی جیسے وہ مُسکرا کر نا کرتا اُنہیں کسی بھی قسم کے تکلف سے باز کر گیا تھا۔۔۔

ابھی وہ سب اُس سے کل کی اُس کی فلائٹ کے بارے میں پوچھ رہے تھے ۔ جب ملازم کو ہاتھوں میں ڈھیروں شاپنگ بیگ اٹھائے اندر داخل ہوتے دیکھ سب کچھ حیران ہوئے تھے ۔۔۔

شہریار نے ان سب کی حیرت کو بھانپتے عام سے انداز میں کہا میں کل واپس جا رہا ہوں ۔تو سوچا جانے سے پہلے سب کو کوئی نہ کوئی گفٹ دے دوں۔ بس اِسی لیے مروہ کو ساتھ شاپنگ پر لے گیا تھا۔ کہ سب کی پسند کی چیزیں خرید یں جا سکے۔۔شہریار نے پوری تفصیل دیتے ساتھ ساتھ مروہ کی گھر سے لمبی غیر موجودگی کو بھی اپنی طرف سے کور کر دیا تھا۔۔۔ سب گفٹ پیک تھے ۔

پیکنگ بہت خوبصورت تھی ۔خاص طور پر ہر گفٹ پر موجود مطلوبہ اِنسان کا نام اور ساتھ اِک چوکلیٹ ظاہر کر رہی تھی ۔ کہ دینے والے نے کافی محنت اور توجہ سے یہ سارا کام کروایا ہے۔۔۔

شازل بازل جو پہلے ناراض ہونے کا عہد کر بیٹھے تھے ۔اب کبھی ایک

دوسرے کو دیکھتے کبھی گفٹ کو گویا اب اُنہیں اپنے عہد پر قائم رہنا مُشکِل لگ رہا تھا۔ زویا بھی ایکسائٹڈ تھی آخر گفٹ میں ہے کیا؟ کیوں کہ مروہ کا طوطا دیکھتے اِتنا تو پتا چل گیا تھا۔ کہ بندے کی چوائس بڑی کمال کی ہے۔۔۔

اِس لیے شہریار کے گفٹ پکڑانے پر سارے عہد بھولتے خوش دلی سے تھوڑا شرما کر گفٹ تھامتے اُسے تھینکس کہا۔۔ جبکے صاعقہ بیگم یہ منظر دیکھتے خوشی سے پھولے نہ سما رہیں تھیں ۔۔

زویا کے دیکھا دیکھی شازل بازل نے بھی منہ بسورتے گفٹ پکر لیے تھے ۔بغیر شُکریہ کہے ۔۔ شہریار اُن کی ناراضگی محسوس کرتے بعد

میں منانے کا سوچ کر واپس اپنی جگہ پر بیٹھتا سب کو اپنے اپنے گفٹ کھولنے کا کہا۔۔۔

سب بڑے مردوں کے لیے برانڈڈ واچز اور خواتین کے لیے خوبصورت برانڈڈ سوٹ تھے۔ جن کے صرف رنگ مختلف تھے۔۔۔

جب کے شازل بازل کے لیے ٹیب تھے۔۔ اور زویا کے لیے پانچ مشہور ناول کی بکس تھیں۔ البتہ بچاری کو گھر میں کوئی بھی سکون سے ناول پڑھنے نہ دیتا لیکن شوق اُسے جنون کی حد تک تھا۔۔۔

مروہ نے اس کے شوق کو جانتے ہی اُس کے لیے یہ بکس لیں تھیں۔

زویا نے جلدی سے انہیں اُٹھایا اور دوڑتی ہوئی مروہ کے کمرے میں گئی تھی۔۔ کہ اس کا شُکریہ ادا کرسکے آخر کار پسند تو اس کی ہی

تھی۔۔۔

oooooooooooo

شہریار جانے سے پہلے ایک بار مروہ سے اکیلے میں بات کرنے کے لیے اُس کے کمرے کے دروازے کے سامنے رکتے گہری سانس لیتے دستک دے گیا تھا۔۔۔

اندر سے اجازت ملتے ہی وہ کمرے میں داخل ہو گیا تھا۔ سامنے ہی وہ شاید شاور لے کر نکلی تھی۔ تبھی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہیئر ڈرائیر سے اپنے کندھوں تک آتے براؤن بالوں کو خشک کر رہی تھی

۔ مروہ نے آنے والے کی خاموشی محسوس کرتے اپنے کام سے

دھیان ہٹاتے سامنے دیکھا تھا۔۔۔

جہاں پر شہریار کُچھ تذبذب کے عالم میں کھڑا تھا۔ جلدی سے ہیئر

ڈرائیر رکھتے اس نے بیڈ پر پڑا اپنا دوپٹہ اُٹھایا اور اُسے گلے میں ڈالتے

اسے دیکھا تھا۔ جو نظریں جھکائے جانے کے لیے تیار شیار کھڑا اپنی

نیلی چمکتی آنکھوں سے فرش کو تک رہا تھا۔۔۔

شیری آپ یہاں۔۔۔؟ کوئی کام تھا آپکو مجھ سے؟۔ میں آپ کو گڈ

بائے کہنے بس نیچے آنے لگی تھی۔۔۔

اس کے بولنے پر شہریار نے اُسے دیکھا تھا۔ جو نکھری نکھری کھڑی معمول سے زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔ مروہ نے اُسے کُچھ بھی بولتا نہ دیکھ اب کی بار پریشان ہوتے اُس کا چہرہ دیکھا جہاں پر عجیب اُداسی سی چھائی تھی۔ حتیٰ کہ نیلی چمکتی آنکھیں بھی صاف اُس کی اُداسی ظاہر کر رہیں تھیں۔۔۔

۔اُسے اُس کی اُداسی کی وجہ نہ سمجھ آ سکی کہ اچانک دماغ میں آئے خیال کے تحت اُسے تسلی دے دی تھی۔۔۔

شیری آپ پریشان نا ہوں۔ اگر آپ کی محبت سچی ہے۔اُس لڑکی سے تو یقین رکھے آپ کی واپسی تک وہ صرف آپ کی ہی رہے گی۔۔۔

مروہ نہیں جانتی تھی کہ جانے انجانے میں کہے اُس کے الفاظ مقابل

کے لیے مرہم کا کام کر رہے

ہیں۔جیسے سن کر وہ تھوڑا ریلیکس ہوتا اُسے تاکید کرنے لگا۔۔؛

میں یہاں تم سے یہ کہنے آیا تھا۔کہ چیکو کا خاص خیال رکھنا اِتنے کم

وقت میں یہ مجھ سے اٹیچ ہو گیا ہے۔اپنی مصروفیت میں اسے نہ بول

جانا۔ کہنا تو یہ چاہتا تھا کہ مجھے نہ بھول جانا پر کہہ نہ پایا۔۔۔

جس پر مروہ نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔اپنی یہاں موجودگی کی کوئی

بھی اور وجہ نہ ملتے دیکھ اِک آخری نظر اُسے دیکھتا بالآخر وہ پلٹ گیا

تھا۔۔۔

وہ تو کبھی بھی اِتنا افسردہ رہنے والا انسان نہ تھا۔پر جب بات دل کی

آتی ہے۔شاید سنجیدہ انسان ہو یا شرارتی نرم دل ہو یا سخت دل سب

کی حالت ایک جیسی ہو ہی جاتی ہے۔۔۔

oooooooooooo

شہریار کو چھوڑنے نوح ابراہیم اور شازل بازل گئے تھے۔ سب ہی اُس کی واپسی سے تھوڑا بہت اُداس تھے۔۔ خاص طور پر شازل بازل اور ولی اُس کے ساتھ بہت اٹیچ ہو گئے تھے۔۔۔اِس لیے اب اس کے جانے پر سب سے زیادہ وہ سیڈ تھے۔ اُن کا پارٹنر اُنہیں چھوڑ کر جا رہا ہے۔۔

۔ وہ اپنے کمرے میں موجود بیڈ پر بیٹھی سامنے پنجرے میں موجود

چیکو کو دیکھ رہی تھی۔ جو خود بھی اُسے تھوڑا اُداس سا لگ رہا تھا۔ یہ

منظر اُسے بڑی حیرانی میں مُبتلا کر رہا تھا۔۔۔

کہ کیسے ایک دن میں یہ پرندہ کتنا اُس انسان سے مانوس ہو گیا تھا۔

جب اچانک اُسے اپنے ساتھ اُس کی پہلی مُلاقات یاد آئی تھی۔ فقط

ایک دن میں وہ اس سے بھی فرینک ہو

گیا تھا۔۔۔

oooooooooooo

دوپہر کے وقت وہ سیڑھیاں اُترتی نیچے آ رہی تھی۔ جب لاؤنج سے

آتی اونچی اونچی آوازوں اور گونجتے قہقہوں نے اُسے بیزار کیا تھا۔ یہی تو آج کل ہو رہا تھا۔ دو ہفتے بعد گھر کے بڑے بیٹے اور بڑی بیٹی کی شادی تھی۔۔۔

جسکی تیاریوں میں بڑی مامی اور چھوٹی مامی تقریباً پورے ملک کے شاپنگ مالز چھان آئی تھیں۔ لیکن شاپنگ کمپلیٹ ہونے میں نا آ رہی تھی۔۔۔

وہ لاؤنج میں آئی تو زویا نے خوش دلی سے اُسے اپنے پاس بلایا تھا۔ وہ آج کل کُچھ ضرورت سے زیادہ خوش تھی ہوتی بھی کیوں نہ اس کے اکلوتے بھائی کی شادی جو ہو رہی تھی۔ مروہ ہلکا سا مُسکرا کر اُس کی طرف بڑھ گئی تھی۔ بلاوجہ منہ بنا کر اُسے مایوس کیوں کرتی۔ جو

اپنی شوپنگ اُسی دیکھانے کے لیے اتنے پیار سے بلا رہی تھی ۔۔۔

اُس کے پاس بیٹھتے ہی وہ اُس کے خریدے ہوئے مہندی بارات اور ولیمہ کا ڈریس دیکھنے لگی جو ایک سے بڑھ کر ایک تھا۔ ہوتا بھی کیوں نہ صاعقہ بیگم بیٹے کی شادی پر پیسا پانی کی طرح بہا رہیں تھیں ۔۔۔ ۔ حرا کے تو صدقے واری جاتے نہ تھکتی دن میں ایک دو بار تو ضرور اُس کا ماتھا چوم کر لاڈ سے بولتیں میرے نوح ابراہیم کی دُلہن کو اللہ نظر بد سے بچائے ۔۔ جب وہ یا اُس کی ماں اُن کے سامنے ہو تب تو ضرور یہ محبت بڑھا منظر پیش کیا جاتا تھا ۔۔۔ یا شاید صرف اُسے ہی ایسا محسوس ہوتا تھا ۔۔۔

مروہ تم نے کب شوپنگ کرنی ہے ۔ بھائی کی شادی میں اِتنے کم دن

رہ گئے ہیں۔ پھوپھو جان کو بولو نہ اب کروا دے تمھیں بھی

شوپنگ !۔۔۔۔

مروہ زویا کے پریشانی سے کہنے پر جبراً مُسکرا کر سر ہلا گئی۔۔ وہ اُسے کیا

بتاتی کہ اس کی ماں تو خود اپنے بھائیوں کی محتاج ہے۔ اور جس کی یہ

سب کام کرنے کی ذمے داری تھی۔ اُسے تو شاید یاد بھی نہ تھا۔ اُس

کا بھی ایک جیتا جاگتا خاندان ہے۔جس کی کفالت کی ذمے داری اللہ

نے اسے سونپی ہے۔۔۔

آپی آپو یار۔۔؟ ولی کی آواز سے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی جو اوپر

سیڑھیوں کی ریلنگ کے ساتھ کھڑا اُسے پُکار رہا تھا۔ آپو چیکو شور مچا

رہا ہے۔ آپ اُس کے لیے شاید کُچھ کھانے کے لیے لینے گئیں تھیں

۔۔

وہ اُسے اس کی غائب دماغی کا احساس دلاتا رفو چکر ہو گیا تھا۔ جب کے وہ بھی زویا سے معذرت کرتی اُٹھ کر کچن کی طرف چل دی تا کہ چیکو کے لیے کُچھ کھانے کو لے جا سکے۔

جبکے صاعقہ بیگم اور ثمرین بیگم کے درمیان کب سے بیٹھی حرا نے دور تک اُس کی پُشت کو خار بھری نظروں سے دیکھا تھا۔۔

oooooooooooooo

مما آپ نے اپنی اور ولی کی شوپنگ کب کرنی ہے۔۔۔؟ شام کو ماں کے کمرے میں آتے اس نے اُن سے پوچھا تھا۔جو ہاتھ میں اپنے

شادی کے کنگن لے کر بیٹھی تھیں۔اسآتا دیکھتیں جلدی سے کنگن

بوکس میں رکھتیں دوپٹہ کے کنارے سے غیر محسوس انداز میں

آنکھوں میں اُمڈ آئی نمی صاف کرنے لگیں۔۔۔پر وہ دیکھ چکی تھی۔

اور ان کی ٹینشن سے بھی کُچھ حد تک واقف ہی تھی۔۔۔۔

اِس لیے بغیر کُچھ کہے ان کے پاس آ کر بیٹھتے ہاتھ میں موجود ساٹھ

ہزار اُن کے سامنے کر دیا تھا۔۔

مما یہ بھی آپ رکھ لے شادی کی شوپنگ پر کام آئیں گے۔مجھے اِن کی

کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اِس وقت اور پلیز ایسے اُداس نہ ہوا

کرے ہمیں بلکل اچھا نہیں لگتا اُن کی آنکھوں میں اُبھرتی نمی کو اپنے

ہاتھوں سے صاف کرتے ہاتھوں کو پکڑتے اپنے ہونٹوں سے لگاتی

بولی تھی ۔۔

مما ولی بھی آپ کو اُداس دیکھ کر سیڈ ہو جاتا ہے ۔ اور جب تک آپ کی بیٹی زندہ ہے ۔ آپ کو ہر قسم کی ٹینشن سے دور رہنا ہے یہ میرا آرڈر ہے ۔۔۔

کیا آپ میرا یہ آرڈر مانے گی آمنہ بیگم ۔۔۔ اُنکے سامنے ہتھیلی پھیلاتے یوں مسکراتے ہوئے وعدہ لیتی اُنہیں کوئی معصوم سا فرشتہ لگی

جو اللہ نے خاص اُن کی پریشانی کو دور کرنے کے لیے بھیجا تھا۔۔

وہ ضبط کے باوجود اپنے آنسوؤں کو نہ روک پائیں اور اُسے گلے سے لگا گئی۔ اور اللہ سے اُس کے اچھے نصیب کی دعا کرنے لگیں۔۔۔

oooooooooooo

وہ آج نایاب کے ساتھ شوپنگ کے بہانے آفس میں اپنی حاضری لگوانے جارہی تھی۔ جس کی اُسے تو کوئی بھی لوجک نہ سمجھ آئی پر آفس کا رول سمجھ کر اگنور کر دیا۔۔

جب وہ صوفے سے سینڈل پہن کر جانے کے لیے اٹھی تو ڈریسنگ ٹیبل پر پڑے فون پر بجتی میسیج بیپ پر اس کی طرف لپکی شاید کوئی امپورٹنٹ میسج آفس کی طرف سے ہو پر موبائل کی سکرین پر چمکتے نا

م کے ساتھ لکھی تحریر نے اُسے سخت حیرت کے بعد مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔۔

"ہیلو ڈیئر ماوی! کیسی ہو۔۔؟جوب سے متعلق کسی بھی قسم کی ٹینشن ہو تو مجھ سے شیئر کر سکتی ہو۔ اگر لندن کے شاپنگ مالز سے کچھ بھی منگوانا ہے۔ تو بتا دو۔ تمہارے لیے لیتا آئوں گا۔۔۔"

سکرین پر چمکتے میسج نے اُسے عجیب سے احساس سے دوچار کر دیا تھا۔ کِسی انسان کا اِک چھوٹا سا احساس دلاتا فکر کرتا جُملہ یوں بھی اثر انداز ہوتا ہے۔اُسے آج شیری کے اِس میسج سے محسُوس ہوا تھا۔

میسج کی دوبارہ بجتی بیپ پر اس نے سکرین کی طرف دیکھا جہاں پر

"چیکو فرینڈ "۔۔۔

کے نام سے ایک اور پیغام موصول ہوا تھا۔ اگر تم بزی ہو ڈیئر۔ تو

بعد میں بتا دینا اِس آفر کی کوئی ایکسپائری ڈیٹ نہیں ہے۔ میں '

شہریار رضا ' ہوں نمبر تو سیو ہے میرا۔ یا ڈیلیٹ کر دیا تھا۔۔۔

اُس نے اسے میسج کا کوئی بھی جواب نہیں دیا تھا۔ پتہ نہیں۔۔؟ میں

ہی زیادہ سوچ رہی ہوں ۔ شیری تو کسی اور لڑکی کو پسند کرتے ہیں ۔

اُس نے بے چینی سے اپنی آئی برو کو مسلتے خود کو تسلی دی تھی ۔اور

دل میں اُبھرتے بے حد عجیب سے خیال کو جھٹکا تھا۔۔

اور رہی اِس کیئر اور اپنائیت کی بات تو شیری تو سب کے ساتھ ہی ایسے ہی پیش آتے ہیں۔ اُس نے اپنے دماغ میں آتے منفی خیالات کو اب کی بار بے حد مضبوط دلیل دی تھی۔ جو کسی حد تک بِلکُل ٹھیک ہی تھی۔۔۔

اور اُسے کوئی ریپلائے نہ دیا تھا کیوں کہ تھا تو وہ نوح ابرہیم کا دوست ۔۔۔! اگر اُسے کسی بھی طرح یہ بات پتہ چلتی تو بے حد شرمندگی کی بات تھی۔اُس کے لیے بھی اور اس کی ماں کے لیے بھی اِس لیے اس کے میسج کو ڈیلیٹ کر دینا ہی بہتر سمجھا تھا۔۔

سوری شیری۔۔۔! آپ بہت اچھے انسان ہیں۔۔۔۔ لیکن میں مجبور

ہوں آپ کی اپنائیت کا جواب اپنائیت سے دینے سے قاصر ہوں۔ دل ہی دل میں اپنی اِس خود غرضی کی اُس سے معافی مانگی تھی۔۔

ہینڈ بیگ اُٹھاتے فون اُس میں رکھا تھا۔ اور آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے اک آخری بار اپنا جائزہ لیا تھا۔ سیمپل سی فالسے رنگ کی شرٹ اور ٹراؤزر پر بلیک کلر کے اسٹالر کو گردن کے گرد گرد رول کیا تھا یوں کہ اس کے دونوں سرے سامنے آ رہے تھے۔ پاؤں میں بلیک کلر کی سیمپل سی سینڈل پہنی تھی۔ جو دودھیا چمکتے پاؤں میں الگ ہی خُوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔

اچانک ڈھار سے دروازہ کھول کر زویا اندر آئی تھی اور تن فن کرتی اُس کے پاس آ کر طنزیہ انداز میں بولی۔۔میڈم نورجہاں صاحبہ !۔۔

ہم نے آج ہی نکلنا ہے ۔۔۔

جس پر وہ اُسے گھور کر بولی ٹون دیکھی ہے اپنی تم نے پورے دو ۔۔

سال اور دو ماہ بڑی ہوں تم سے ۔۔۔ دو پر خاص زور دیا گیا تھا

۔۔۔۔

تو ۔۔۔ ؟زویا نے گویا ناک سے مکھی اڑھائی تھی۔مروہ نے اس کے

ڈھیٹ پن پر کلستے چلنے کا کہا تھا۔ کیونکے دیر واقعی ہو گئ تھی اُنہیں

نکلتے نکلتے ۔۔۔

oooooooooooo

دونوں آگے پیچھے ہی سیڑھیاں اُتر رہی تھیں ۔ جب نیچے سے اوپر

آتے نوح ابراہیم کو دیکھتے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر اسے دیکھا تھا۔ جس کی نظر موبایل کی سکرین پر جمی تھی۔ جب کے کوٹ کو وہ بازو پر لٹکائے ہوئے تھا۔ بال بھی تھوڑے بکھرے سے انداز میں ماتھے پر گرے ہوئے تھے۔

کہیں سے نہیں لگ رہا تھا کہ اس کی شادی ہونے والی ہے۔ وہ بھی کُچھ دنوں میں۔۔۔؟ کیوں کہ شادی کے کسی بھی کام میں اِس کی دلچسپی تقریباً 'صفر' تھی۔۔۔

وہ دونوں خاموشی سے اُس کے پاس سے گزرنے لگی۔ دل میں دعا دونوں کے یہی تھی۔۔ کہ وہ اُنہیں نہ دیکھ سکے۔

جب اچانک اس نے اُن سے دو قدم نیچے والے اسٹیپ پر رکتے

سکرین سے نگاہ ہٹا کر سامنے دیکھا تھا۔ اور ان پر نظر پڑتے ہی بولنے

سے پہلے ہی اُس کے سوالیہ انداز میں اُچکائے گئے آئی بروہی اُنہیں

روکنے کے لیے کافی

تھے ۔۔ مروہ نے دھیرے سے سرگوشی والے انداز میں کہا " گئی

بھینس پانی میں " پر وُہ سرگوشی دونوں بہن بھائی سن چُکے تھے ۔

نوح ابراہیم نے اُسے سرے سے اگنور کرتے بہن سے استفسار کیا

تھا۔۔ کہاں کی تیاری ہے۔۔۔؟ اور رسٹ واچ پر ٹائم دیکھنے لگا جہاں پر

دو بج رہے تھے ۔۔۔

بھائی شوپنگ پر جارہے ہیں ۔۔ زویا نے اسے بتایا تھا۔

کس کے ساتھ جارہی ہو ۔۔؟ اگلا سوال فوراََ پوچھا گیا تھا۔۔

بھائی مروہ کے ساتھ ۔۔ زویا نے اب کی بار اُسے دیکھتے کہا تھا۔ جو خلاف معمول واک آؤٹ کرنے کی بجائے خاموشی سے کھڑی تفتیش ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی ۔۔

نوح نے اُنہیں جانے کا اشارہ کیا ۔۔ جیسے دیکھتے وہ دونوں جلدی سے سیڑھیوں کے اسٹیپ اُترنے لگیں ۔ جب وہ اچانک پلٹتا اُنہیں روک گیا ۔۔

مروہ نے کوفت سے آنکھیں بند کی تھیں ۔ جب کے زویا بھی اپنے بھائی کے کہنے پر رکتے اُسے دیکھنے لگی جو

اب اپنا کوٹ پہنتا اُن کے قریب آ رہا تھا ۔۔۔

چلو ۔۔ ! زیادہ دیر نہ لگانا ۔۔۔ حکم صادر کرتا باہر کی طرف چل دیا تھا

۔جب کہ اس کی بات کا مطلب سمجھتے ہی زویا ایکسائٹڈ جب کے مروہ یوسف بے دلی سے باہر آئی تھی۔۔

اُس کے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہی زویا آگے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئ ۔حب کے وُہ باہر کھڑی کشمکش میں مبتلا زویا کو انکار کرنے کا سوچ ہی رہی تھی ۔جب وہ اُسے بت بنا دیکھ بولی مروہ پلیز بیٹھ جائو ا ب۔۔۔

جس سے وہ بے دلی سے گاڑی میں سوار ہو گئ ۔نوح ابراہیم نے کار

اسٹارٹ کرنے سے پہلے بیک ویو مرر سیٹ کرتے اُسے دیکھا تھا۔ اور اُس کے تاثرات دیکھتا لب بھینچ کر کار اسٹارٹ کر گیا۔

مروہ نے بیگ سے موبائل نکالتے اسامہ کو میسج کیا تھا۔ سر میرے گھر پر میرے کزن برادر کی شادی کی تیاریاں چل رہی ہیں ۔۔تو گھر سے نکلنا ممکن نہیں ۔ اگر پاسبل ہو تو کیا میں نہ آؤ آفس ؟۔۔۔ تفصیلی میسج سینڈ کرتے وُہ بے چینی سے جواب کا انتظار کرنے لگی۔

جب میسج کی بیپ پر بے اختیار موبائل پر چمکتے پیغام کو دیکھ پُر سکون ہوئی تھی۔

" اوکے ۔۔ رات آپکو کال کروں گا۔ وہ اٹینڈ کر لینا اٹس ارجنٹ ۔۔"

جب کہ کار ڈرائیو کرتا نوح ابراہیم اُس کے چہرے پر آتے جاتے

رنگوں کو بے اختیاری میں نوٹ کرتے کُچھ اور مطلب اخذ کرچُکا تھا ۔۔۔ جس سے بے نیاز وہ ونڈو سے نظر آتے بھاگتے دوڑتے مناظر غائب دماغی سے دیکھ رہی تھی ۔

oooooooooooo

وہ اُنہیں شہر کے مشہور شوپنگ مال لایا تھا۔ اُنہیں شوپنگ کرنے کا کہتے خود جینٹس شاپ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ یہ اِس بات کا صاف اشارہ تھا۔ کہ وہ کھل کر اپنی شوپنگ کر سکے ۔۔۔
زویا تو لیڈیز ڈیزائنر شاپ میں اُسے لے کر گُھس گئ تھی ۔ جبکے وہ تو

شاپنگ کرنے آئی ہی نہ تھی ۔اُس کے بیگ میں دس ہزار آمنہ بیگم نے احتیاط کے طور پر اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود رکھنے کے لیے دیے تھے ۔وہ بیگ میں موجود تھے ۔ لیکن وہ کُچھ خرید نا ہی نہیں چاہتی تھی ۔

اِس لیے ایسے ہی ڈریسز اِدھر اُدھر کر کے دیکھنے لگی ۔اور ان ڈریسز پر لگے پرائس ٹیگز اس کے کانوں سے دھواں نکالنے کے لیے کافی تھے ۔ ایک سیمپل قدرے کم کام والا ڈریس بھی دس ہزار سے کم نہ تھا۔ وہ اتنی بیوقوف ہر گز نہ تھی ۔کے اپنی محنت کی کمائی یوں ضایع کرتی ۔ وہ بھی صرف ایک بار پہننے کے لیے ۔۔۔؟

وہ ابھی ایک بہت پیاری سی بلیک کلر کی نیٹ کی ساڑھی دیکھ رہی تھی

۔ جو کافی زیادہ بولڈ تھی ۔ پر تھی بہت خُوبصورت۔

آج کل یہاں پاکستان میں بھی خواتین کھلے عام ایسے لباس اپنے وجود پر زیب تن کر رہیں تھیں ۔ بغیر اپنی اخلاقیات اور مذہب کا لحاظ کیے ۔۔۔

کُچھ پسند آیا زویا اُس کے قریب آ کر بولی تھی ۔ وُہ اُسے دیکھتی نہ میں سر ہلا گئی ۔ اگر آیا بھی تھا تو کونسا اُس نے خرید نا تھا ۔۔۔

مروہ یار بتاؤ پیسے لائی ہو اگر نہیں تو آ جاؤ مجھے مما نے اپنا کریڈٹ کارڈ دیا ہے ۔ تم بھی اُس سے کر لو ۔ آج کل مما بہت سخی بنی ہوئی ہیں ۔۔

زویا کے اسرار کرنے پر بھی اُس نے کُچھ بھی نہ لیا تھا۔ اور اس کی شاپنگ مکمل کرتے نوح ابراہیم کو ڈھونڈنے کے لیے اُسی شاپ کے

باہر تقریباََ ڈیرھ گھنٹے بعد آئی تھیں۔۔

وہ وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اسٹائل سے کھڑا فون کان سے لگائے قدرے بکھرے بالوں اور بھوری آنکھوں کے ساتھ ہر آنے جانے والے کو اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔

زویا اور وُہ اُس کے قریب جا کر کھڑی ہو گئ۔ جو ان کی طرف سے رُخ موڑے کال پر کسی کو انگلش میں جھاڑ رہا تھا۔زیرِ لب کال پر موجود ہستی کو انگلش میں گالی نکالتا پلٹا تھا۔ اور اُنہیں کھڑا دیکھتا گھورنے لگا۔۔

وقت دیکھا ہے۔۔۔؟ تم لوگوں نے ملازم ہوں تم لوگوں کا۔۔ کہیں کا غصّہ کہیں پر اب نکال رہا تھا۔

ہو گئی شوپنگ ۔۔۔! مروہ کے ہاتھ میں کُچھ بھی نہ دیکھتے اس نے

بہن سے استفسار کیا تھا۔ جس پر زویا نے نہ میں سر ہلاتے مروہ کے

کُچھ بھی نہ لینے کا اُسے بتایا تھا۔ وہ

اب اُسے دیکھ رہا تھا۔ وہ یوں بن گئی تھی۔ جیسے وہ یہاں موجود ہی نہ

ہو۔۔۔

چلیں دیر ہو رہی ہے۔ مروہ نے کہتے ساتھ قدم بھی مین انٹرنس کی

طرف بڑھا دیے تھے۔ یہ اِس بات کا اشارہ تھا کہ وہ کُچھ نہیں لینا

چاہتی ہے۔

نوح ابراہیم اپنے سامنے اس کے ایٹیوڈ کو برداشت نہ کرتے غصے سے

آگ بگولا ہوتا بہن کو ٹھہرنے کا کہتا خود دو ہی قدموں میں جا کر

اُسے بازو سے پکڑ کر سامنے موجود لیڈیز شوپ میں گُھس گیا تھا۔۔
مروہ اِس اچانک افتاد پر بوکھلاتی پلٹ کر نووارد کو دیکھنے لگی جس نے اُسے چھونے کی جرات کی تھی۔ پر نوح ابراہیم کو دیکھتے ہی طیش میں آتے اپنا بازو اُس کی جنگلی گرفت سے چھوڑوانے لگی۔ جو اُسے تقریباً گھسیٹتا ہوا شاپ میں لے کر داخل ہوا تھا۔۔۔
ڈریس لو۔۔۔! اندر داخل ہوتے اُسے چھوڑتے حکم صادر کرتا سائڈ پر کھڑا ہو گیا تھا۔ مروہ نے اپنے ساتھ پیش آئی صورت حال سے خود کو سنبھالتے اُسے دیکھا تھا۔ جو اب چیلنج بھری بھوری نظروں سے اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اور اِک نظر شاپ پر موجود سیلز گرل کو دیکھتے قدم باہر کی طرف بڑھا گئی تھی۔۔۔

نوح ابراہیم نے اس کی ڈھیٹائی دیکھتے پیشانی مسلتے سامنے دیکھا تھا۔

سلیز گرل کو خود کو ہی تکتا پا کر اُسے غصے سے گھورتا مروہ کا بازو دبو

چتا سیلز گرل کو ڈریس دیکھانے کا

کہنے لگا۔۔

نوح بھائی۔۔۔ میرا بازو چھوڑے مروہ نے اس سے بازو چھوڑوانا

چاہا تھا۔ جس کی بازو پر موجود گرفت سے لگ رہا تھا۔ کہ وہ اس کا

بازو آج توڑ دے گا۔۔۔

اُس کے یوں درد سے مچلنے پر نوح نے اُسے دیکھا تھا اور دوبارہ ڈریس

پسند کرنے کا کہا تھا۔ جس پر وہ درد سے بے حال ہوتے ہاں میں سر ہلا گئی تھی۔ ورنہ دل تو کر رہا تھا اُس کے اِس منہ پر چماٹ مار دے بغیر اُس کے بڑے ہونے کا لحاظ کئے جو اپنی طاقت سے اُسے زیر کرنا چاہتا تھا۔۔

حلق میں اٹکتے نمی کے گولے کو نگلتے سیلز گرل کے نکالے ہوئے ڈریسز کو غائب دماغی سے آنکھوں میں آئی نمی کو پلکیں جھپکا کے روکتے دیکھنے لگی۔۔ اور اِس شاپ پر موجود سب سے قیمتی ڈریس کو پسند کر گئی۔ جو گولڈن کلر کی بہت خوبصورت گیرے دار فراک تھا۔ نیٹ کے بازو تھے۔

شاپ پر موجود سب سے خوبصورت اور قیمتی لباسِ پسند کرنے کے بعد

تین اور اسی طرح کے ڈریسز لیتی اُسے اچھی طرح سمجھا گئ تھی ۔۔

دوسروں کو اپنی مرضی کے مطابق چلانے کا انجام ۔۔۔۔

نوح ابراہیم خاموشی سے اُس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لیتا پینٹ کی

پاکٹ سے والٹ نکالتے سیلز گرل کے بنائے گئے چارجز ادا کرنے لگا

جو تقریباََ سات لاکھ کے قریب تھے۔۔۔۔ چار شوپنگ بیگز اُٹھاتے

مروہ اُسے دیکھے بنا باہر چلی گئ تھی ۔۔۔

نوح ابراہیم سیلز گرل سے کارڈ لیتا باہر کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ جب

سیلز گرل کی آواز نے اُسے رکنے پر مجبور کیا تھا۔

"آپ کی وائف بہت خوبصورت اور معصوم ہیں۔۔۔"

یہ سستے ڈائیلاگ ہر کسٹمر سے نہ بولا کرے۔ ضروری نہیں ہر آنے

جانے والا مچلنا ہو ۔۔آئی ہوپ آپ سمجھ گئ ہیں۔ شکل سے ہی سمجھدار لگ رہی ہیں ۔اُس کی طبیعت صاف کرتا باہر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

واپسی پر کار میں بِلکُل خاموشی چھائی تھی ۔ زویا بھی بھائی کے غصے بھرے انداز اور مروہ کے چہرے پر چھائے سرد تاثرات دیکھتے خاموش ہی رہی تھی ۔۔

ooooooooooooo

وہ آگے پیچھے ہی گھر کے اندر داخل ہوئے تھے۔ سامنے حرا دونوں ماں میاں اور اس کی ماں بیٹھی ہوئیں تھیں۔ صاعقہ بیگم اُس کے ہاتھ میں موجود شوپنگ بیگز کو دیکھتے بے اختیار اُسے پُکار بیٹھی تھیں۔ جو ان کے پکارنے پر اُنکے سامنے جا کر کھڑی ہو گئ تھی۔۔۔

جی۔۔؟ یہ اتنی شاپنگ زویا کے کارڈ سے ہی کی ہے۔یقیناََ تم نے۔ بی بی وُہ تو بچی ہے۔تم تو سمجھدار ہو کُچھ عقل کرتی پیسے درختوں پر نہیں لگتے۔۔۔

مروہ نے خاموشی سے اُن کا لیکچر سنا اور اپنے پیچھے آتے نوح ابراہیم کو دیکھتے جواب دیا تھا۔۔۔

لیکن مامی جان۔۔۔؟ مجھے تو شاپنگ نوح بھائی نے کروائی ہے۔وہ بھی زبردستی۔۔۔ اُنہیں آگ لگاتی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔۔۔

صاعقہ بیگم نے سخت حیرت سے اپنے سامنے کھڑے خوبرو بیٹے کو دیکھا تھا۔ جو اُن کی آنکھوں میں در آئی بے یقینی کو اگنور کرتے سیڑھیاں چڑھ گیا تھا۔جبکے اِس ساری سچویشن کو خاموش تماشائی کی طرح تکتی حرا نے موبائل پر موجود ہستی کو اپنا دو ٹوک فیصلہ سنا گئی تھی۔

^ooooooooooooo

وہ پریشانی سے اُسامہ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ جس نے کل

رات کال پر عجیب بے تکی سی بات کی تھی۔ وہ حیران تھی اب یہ

اُسے کیوں' پسند' کرنے لگا تھا۔ لیکن وہ اپنے اُسے دیئے گئے جواب

پر بے حد' مطمئین' تھی۔ اگر پسند کرتا ہے۔ تو رِشتہ بھیجے اُس کے

خیال میں وہ اس سے صِرف فلرٹ کرنے کی کوششوں میں ہے۔

رشتے کا سنتے ہی پیچھے ہٹ جائے گا۔۔

عجیب لڑکے ہیں۔ سکون ہی نہیں ہے۔ اُسے غصّہ چڑھ رہا تھا۔ پہلے

جو وہ آسانی سے یہ جوب کر رہی تھی۔ اب ایسی سیچویشن میں جب وہ

اُسے پسند کرنے کا دعویٰ کر بیٹھا ہے۔۔ اُسے یہ جوب کرنا کسی بھی

طرح مناسب نہ لگ رہا تھا۔۔ لعنت ہو منحوس انسان پر۔۔ میرا سکون

انہیں برداشت ہی نہیں ہوتا اُسے کوستی نمازِ ادا کرنے کے لیے وضو

کرنے واشروم میں گھس گئی تھی ۔۔۔

ooooooooooooo

آج گھر میں حرا کی مہندی کا فنکشن رکھا گیا تھا۔ جس کے لیے "ابرہیم ہاؤس "کے در و دیوار کو سجا دیا گیا تھا۔ گھر کا کونا کونا چمک رہا تھا۔ اعلان کر رہا تھا۔ کہ اُسے کسی کی نئی زِندگی کے آغاز کے لیے " سجا یا گیا ہے"۔۔۔

ابراہیم ہاؤس کی آج چھپ ہی نرالی تھی۔ لائٹوں سے سجے گھر کی خوبصورتی نے دیکھنے والوں کو مبہوت کر دیا تھا۔ گھر کے اندر آج معمول سے زیادہ چہل پہل نظر آ رہی تھی۔ ہوتی بھی کیوں نہ آج شام کو "حرا عادل اور نوح ابراہیم کی مہندی کا فنکشن" تھا۔

مروہ آج خِلاف معمول لاؤنج میں ہی موجود قریبی رشتے داروں جو شادی میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ سب کو صبح کا ناشتہ ماں کے ساتھ مل کر ملازموں سے سرو کروا رہی تھی۔ زویا بھی تھوڑی دیر پہلے اِدھر ہی موجود تھی۔ اپنی ماں کے بلاوے پر وُہ چلی گئ تھی۔

جب اُسے سیڑھیاں اُترتا شہریار رضا نظر آیا تھا۔ جو خود بھی اُسے دیکھتے ہی اُس کی طرف جلدی سے بڑھا تھا۔ مبادا اُس کے غائب ہو جانے کا خطرہ ہو۔۔

ماوی مجھے تم سے کُچھ کہنا ہے۔ پلیز اگر تم اوپر آ کر میری بات سن لو تو۔۔۔ جُملہ ادھورا چھوڑتا وہ اسے دیکھنے لگا تھا۔ جو پتہ نہیں کیوں اُس سے کترا رہی تھی۔ وُہ کل ہی لندن سے واپس آیا تھا۔ اور اُس کی اِس بُری طرح نظر اندازِی کی وجہ نہ سمجھ سکا تھا۔۔

شہریار بیٹا آپ کو کُچھ چاہیئے تھا۔۔۔؟۔۔ تبھی آمنہ بیگم اُن کے پاس آتی بولی تھیں۔۔۔

آنٹی تھینکس آپ مروہ سے کہیے کہ صرف دو منٹ کے لیے میری

بات سن لے ۔۔۔ شہریار کے یوں اچانک ریکویسٹ کرنے پر وہ ہاتھ میں جوس کا جگ پکڑے کھڑی بیٹی کو دیکھنے لگیں تھیں ۔ جس کے چہرے پر سنجیدگی چھائی ہوئی تھی ۔۔

مروہ بیٹا جاؤ بھائی کی بات سُن آئو ۔ آمنہ بیگم کے بھائی کہنے پر شہریار نے فوراً دل میں استغفرُللہ کہا تھا ۔۔

ماں کے یوں پیار سے کہنے پر وُہ اُس کے ساتھ جانے کے لیے راضی ہو گئ تھی ۔ شہریار اُسے مانتا دیکھ جلدی سے سیڑھیاں پھلانگتا اُسے بھی پیچھے آنے کا اشارہ کر گیا تھا ۔۔۔

وہ اُس کے پیچھے جاتی بے حد پریشان تھی ۔ نا جانے وُہ کیا بات کرنا چاہتا تھا۔اصل میں اُسامہ کے پسندیدگی کے اظہار کے بعد وہ بے حد

محتاط تھی۔

اُس کے عارضی قیام کا کمرہ تھرڈ فلور پر تھا۔ کبھی وہ شاید ہی گئی ہو کسی کام سے اس فلور پر ورنہ وُہ بذاتِ خود اِس فلور پر آنا جانا پسند نہ کرتی تھی۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اُسے احساس ہوا تھا۔۔۔
نیچے کے مقابلے میں اِس فلور پر کسی قِسم کے شور شرابے کی آواز نہ آ رہی تھی۔ شہریار کے کمرے کے سامنے کھڑے ہوتے دستک دی تھی ۔ جواب فوراً ملا تھا۔ وُہ شاید اس کا ہی منتظر تھا۔۔۔
کمرے میں داخل ہوتے ہی اُس کی نظریں بے اختیار بیڈ کی طرف ہی اُٹھی تھی ۔اور وہاں پڑے خُوبصورت بال گاؤن پر جم ہی گئی تھی ۔
شہریار کے گلا خنکھارنے پر وُہ اپنی بے ساختگی پر خود کو ڈپٹتی اُسے

دیکھنے لگی تھی۔۔

جی کیا کہنا تھا آپ نے شہریار بھائی۔۔۔؟ شہریار تو اس کے طرزِ تخاطب پر اب کی بار سخت جھنجھلاہٹ کا شکار ہوتا اس سے پوچھ بیٹھا تھا۔۔

کوئی ناراضگی ہے مجھ سے۔۔۔؟ یا پھر میری کوئی بات یا حرکت تمھیں بُری لگی ہے۔جو تم مجھ سے ایسا غیروں جیسا سلوک کر رہی ہو۔۔

اُس کے یوں خفگی اور پریشانی سے کہنے پر مروہ نے سنبھلتے اُسے دیکھا تھا۔جو پریشان سی صورت لیے اُسے ہی اپنی نیلی خُوبصورت آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔۔

نہیں ایسی بات نہیں ہے ۔آپ کُچھ زیادہ محسوس کر رہے ہیں شیری ۔۔۔اب کی بار اُس کے شیری کہنے پر اُسے سکون سا ملا تھا ۔

تو مجھے شیری کی بجائے شہریار بھائی کیوں کہہ رہی تھی۔۔۔؟ وہ سوالیہ انداز میں ہاتھ کھڑے کیے اُس کے سابقہ رویہ کی وجہ استفسار کرنے لگا ۔۔۔

وہ اِس لیے کہ اج گھر پر بہت سارے مہمان آئے ہوئے ہیں ۔ اور میں نہیں چاہتی کوئی بھی مجھے نوح بھائی کے دوست سے یوں فرینک ہو کر بات کرتے دیکھ باتیں بنائے ۔۔۔

اُس کا اتنا محتاط انداز دیکھ " شہریار رضا "اپنی جگہ جز بز ہوا تھا ۔۔

"کیا ہوتا اگر اُسے اُس کے اپنے لیے احساسات کا پتہ چل جاتا "۔۔؟

اِس لیے فوراً ٹاپک بدل دیا تھا۔ یہ ڈریس دیکھو کیسا ہے۔۔۔؟ اُس کے کہنے پر مروہ نے دوبارہ اُس ڈریس کو دیکھا تھا۔ جس کی خوبصورتی وہ پہلی نظر میں ہی دیکھ چکی تھی۔

پیارا ہے بہت۔۔۔ بس اگر اِس کے ساتھ کوئی دوپٹہ ہوتا تو زیادہ اچھا لگتا۔۔ اُس نے اپنی رائے دیتے ساتھ دوپٹہ کی کمی جو اُسے محسوس ہوئی تھی۔اسے بھی احساسِ دلایا تھا۔۔۔

نو پروبلم ڈیئر۔۔۔ وہ بھی اس کے ساتھ الگ سے بنوایا ہے۔یہ اِدھر بیگ میں رکھا تھا شاید میں نے۔ وہ اُسے کہتا اپنے ٹرویلنگ بیگ کو ٹٹولنے لگا شاید دوپٹہ ڈھونڈھ رہا تھا۔۔۔

یہ دیکھو۔۔۔ نیٹ کا دوپٹہ تھا۔وائٹ کلر کا جس کے بارڈر پر ڈریس

کے گلے کی طرح پنک روزیز لگے بہت بہت پیارے لگ رھے تھے

۔۔۔

اب بتاؤ کیسا ہے ۔۔۔؟ شہریار کے دوپٹہ بھی ساتھ رکھ کر پوچھنے پر
اُس نے اب تفصیلی نظر ڈریس پر دوڑائی تھی ۔۔۔

ڈریس کا اپر حصہ سفید رنگ کا جبکہ اسکیرٹ کا نچلا حصہ گلابی رنگ کا
تھا۔جو ایک خوبصورت گریڈیئنٹ اثر دیتا تھا۔
نیک لائن آف شولڈر نہیں تھی۔بلکہ باقاعدہ الگ سے کپڑا لے کر
اُسے پہننے کے قابل بنایا گیا تھا۔آستینیں پُف سٹائل کی تھی۔
اسکیرٹ فل اور ٹیول سے بنی ہوئی تھی۔جو سفید سے گلابی رنگ
میں تبدیلی کے ساتھ ایک خوبصورت بہاؤ دیتی ۔۔اسکیرٹ میں

تہیں تھیں۔جو اسے مزید بھرا ہوا اور خوبصورت بناتی تھیں ۔۔

ڈریس کے نیک لائن اور وسط کو چھوٹے چھوٹے موتیوں سے مزین کیا گیا تھا۔جو ڈریس کی خوبصورتی میں اضافہ کرتے محسوس ہو رہے تھے

۔

یہ ڈریس اُسے تو شادی کے موقع کے لیے بلکل مناسب لگا تھا۔جو پہننے والے کو یقیناً پریوں کی کہانی جیسا احساس ضرور دلاتا۔ یہ اُس کا سراسر ذاتی خیال تھا۔۔

وائٹ اور ہلکے پنک کلر کا پاؤں تک چھوتا بال گاؤن جس کے گلے پر ایک ترتیب سے چھ پنک روزز لگے تھے ۔ بھت خُوبصورت ڈیسنٹ لُک دے رہا تھا۔کہ وہ خود زیادہ فینسی ڈریس پسند نہ کرتی تھی ۔ لیکن

اس کے باوجود اُسے بھی ڈریس بہت پسند آیا تھا۔۔۔

پر یہ آپ نے لیا کس کے لیے ہے۔۔؟ سب سے اہم بات اب اُسے پوچھنا یاد آیا تھا۔ حرا آپی کی ویڈنگ پر اُنہیں گفٹ دینے کا سوچ رہے ہیں۔ اُس نے اپنی طرف سے صحیح اندازہ لگایا تھا۔

کہ اِتنا قیمتی اور پیارا ڈریس وُہ شاید اپنے دوست کی ہونے والی وائف کو گفٹ کے طور پر پیش کرنے کے لیے ہی لایا ہو۔۔

مروہ کے حرا کا نام لینے پر شہریار نے منہ بنایا تھا۔اور اُسے دیکھا تھا۔

جو ہمیشہ اُس کی فیلنگز کو کسی اور سے مشروط کر دیتی تھی۔۔۔

جی نہیں۔۔! یہ میں تمہارے لیے لایا ہوں۔ وہ اپنے لفظوں پر زور دے کر بولا تھا۔۔۔

میرے لیے مگر کیوں ۔۔ ؟۔ویڈنگ گرل حرا آپی ہیں ۔آپ کو اُنہیں گفٹ دینا چاہئے تھا۔ اتنا پیارا گفٹ دیکھ کر وہ یقیناََ بہت خوش ہوں گی ۔۔۔

وہ اُس کے جواب پر سخت حیران ہوتی اُسے اپنی طرف سے مفید مشورہ دینے لگی تھی ۔۔۔

شکریہ مشورہ دینے کا۔۔۔ سب کے لیے ہی کُچھ نہ کچھ لایا ہوں ۔ یہ تمھارا لیے ہی لیا تھا۔۔اب تم گڈ گرل کی

طرح مزید کوئی بحث کیے بنا لے جاؤ اپنا ڈریس اور یہ ساتھ میں اِس کی یہ میچنگ ہیلز بھی ہیں۔۔۔ وہ اس کے مشورے پر تپتا دو ٹوک انداز میں بول کر ایک اور شوپنگ بیگ اُس کے سامنے کرتے اُس کا

جواب سنے بنا جلدی سے واشروم چلا گیا تھا۔ تا کہ اب وہ اسے انکار یا بحث ہی نہ کر سکے۔۔۔

oooooooooooo

شازل بازل تیار شیار وائٹ کرتا شلوار پہنے گلے میں مہندی کے فنکشن سے مناسبت رکھتے پیلے رنگ کے مفلر لیے مہمانوں کی آ ئو بھگت کرتے بہن کی شادی پر.بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔۔۔ جب اُنہیں نک سک سا تیار شہریار سیڑھیاں اُترتا نظر آیا۔۔وائٹ کرتا اور پاجامہ پہنے گلے میں پیلے کی بجائے مہندی رنگ کا مفلر لیے

اپنی ماڈرن لُک سے ہٹ کر اِس ٹرادیشنل لُک میں ہر دیکھنے والے کو مبہوت کر دینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔۔۔

جیسے اِس وقت اُسے دیکھتے شازل بازل منہ کھولے اُسے تک رھے تھے۔اور قریب آتے تعریفی انداز میں بولے تھے۔۔ واہ شیری بھائی ۔۔آپ صیحیح دولہے کے ہینڈسم دوست لگ رہے ہیں۔

جس پر شہریار نے اُنہیں دیکھتے ناکام شرمانے کی ایکٹنگ کی تھی۔ نوح کدھر ہے۔۔۔؟ بھائی تو ابھی آئے ہیں۔ اپنے رُوم میں گئے ہیں۔ ہم بھی اُدھر ہی جا رھے ہیں۔آپ بھی آ جائے۔۔۔

اوکے ۔۔ شہریار نے ہاں کہتے ہی اِدھر اُدھر بھی نظر دوڑائی تھی۔

شاید وُہ دُشمن جان نظر آ جائے کہیں ۔۔ پر اُسے ناکامی کا سامنا ہوا تھا

۔اور ان کے پیچھے ہی نوح ابراہیم کے کمرے کی طرف قدم بڑھا گیا

تھا۔۔

oooooooooooo

وہ ابھی آفس سے واپس آیا تھا۔اور اب عجیب چڑ چڑے سے انداز

میں بیڈ پر پڑے Emelerd گرین رنگ کے کرتا پاجامہ کو دیکھ رہا تھا

۔جو اس کی ماں اُسے آج کے ایونٹ میں پہننے کے لیے دے کر گئ

تھی۔۔۔

قریب جاتا اُٹھا کر دیکھنے لگا۔اور پھر بے اختیار ڈریس بیڈ پر پٹک کر خود بھی وہی بیٹھ کر سر ہاتھوں میں گرا لیا تھا۔ اتنی بے بسی اُسے کبھی بھی محسوس نہ ہوئی تھی۔ جتنی اِس ڈریس کو پہننے کا سوچ کر ہو رہی تھی۔۔۔

وہ یعنی "نوح ابراہیم "اب یہ لڑکیوں والے کلر کا سوٹ پہنے گا۔ اب اُسے پچھتاوا ہو رہا تھا۔ کہ اس نے سب کچھ ماں کے سُپرد کر کے غلطی کی تھی۔ اپنی شوپنگ اُسے خود ہی کرنی چاہیے تھی۔۔

دروازے پر ہوتی دستک پر وُہ اجازت دیتا خود بھی اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور کمرے میں داخل ہوتے شازل بازل اور شہریار کو دیکھتے اُس نے

بے اختیار اُلٹے ہاتھ سے اپنی گردن مسلی تھی ۔۔۔

"جو لگ تو پیارے رہے تھے ۔ پر اُسے تو نمونے ہی لگے تھے ۔۔۔"

ہیلو برو ۔۔ تیار کیوں نہیں ہو رہے ہو؟۔۔۔ ۔ شہریار نے کہتے ساتھ ہی اُس کا ڈریس اُٹھا کر دیکھا تھا ۔ جو اُسے تو اپنے ڈریس سے زیادہ ہی پیارا لگا تھا ۔ تبھی تعریفی انداز میں کہا تھا ۔۔

نائس ڈریس ۔۔ ہمیں تو صرف سمپل وائٹ ڈریس پہننے کو ملا ہے ۔

اُس کا انداز مصنوعی خفگی سے بھرا تھا ۔۔

نوح اُس کی تعریف پر تپتا بولا تھا ۔" توں رکھ لے بھائی یہ ڈریس مجھے کوئی اپنے جیسا سمپل ۔۔ ہی لا دے "۔ سمپل پر خاص زور دے کر بولا تھا ۔۔

اُس کے تپنے پر شہریار نے اُسے دیکھا تھا۔ اور اچانک وجہ سمجھ آتے ہی شوخی سے بولا تھا۔ نا۔ نو۔ نیور۔۔یہ تو گروم کا خاص ڈریس ہے۔۔ ہم کیوں لے بھلا۔۔۔؟

جبکے شازل بازل اِن کی آپسی چپلقش سے اُکتا کر بولے اور بھاگ نکلے تھے۔کیونکہ اُسے اپنی بات کے درمیان میں کِسی کا بولنا پسند نہ تھا۔

"نوح بھائی تایا ابو کہہ رہے ہیں۔آپ تیار ہو کر فوراً نیچے آ جائے ملنے والے آ رھے ہیں۔ بعد میں مہندی کی رسم بھی ادا کرنی ہے۔دیر نہ ہو۔۔"

ہاں چلو یار اب پہن لو ویسٹ کوٹ بھی سیم کلر کی ہی ہے۔ شہریار نے اپنی مسکراہٹ بامُشکِل چھپاتے اُسے دیکھا تھا۔جواب بھی

دروازے کو گھور رہا تھا۔ جہاں سے شازل بازل رفو چکر ہوئے تھے

۔۔۔

وہ اُس سے ڈریس جھپٹتا واشروم میں چلا گیا تھا۔جبکے شہریار بھی اس کی بے بسی دیکھ گنگناتا ہوا باہر چل دیا تھا۔ کیونکے ایسا نا مُمکن ہی تھا۔ کہ نوح ابراہیم بے بس ہو جائے ۔۔

ooooooooooooooo

حرا لان میں موجود نوح ابراہیم کے ہی ڈریس کے ہم رنگ

Emelerd greenد کلر کا خوبصورت لہنگا چولی زیب تن کیے اور

پھولوں سے بنے زیورات خود پر سجائے خوبصورتی سے decorate کیے گئے جھولے پر بیٹھی بہت پیاری لگ رہی تھی ۔۔

جب سامنے سے اُسے مروہ اور زویا آتی نظر آئی تھیں۔ دونوں نے اورنج کلر کے خوبصورت سے لہنگا چولی پہنے تھے ۔ جن کے صرف ڈیزائن مختلف تھے ۔ مروہ کا تھوڑا سیمپل تھا۔جبکے زویا کا زیادہ فینسی تھا ۔

مروہ اِدھر آئو بیٹا ماں کے بلانے پر وُہ جو زویا کے ساتھ جھولے پر بیٹھی حرا کے پاس جا رہی تھی ۔ اب زویا سے جانے کا کہتے خود اُن کی طرف بڑھ گئ تھی ۔ جن کے نزدیک ولی کھڑا یقیناََ کوئی فرمائش کر رہا تھا ۔۔۔

جی مما بولے ۔۔۔؟ بیٹا اسے لے جاؤ کُچھ کھانے کو دو کچن میں جا کر

پہلے مستی میں کُچھ کھایا نہیں اِس نے اب بھوک سے رو رہا ہے ۔ وہ

ولی کو اس کے حوالے کرتی مطمئین ہوتی کسی رشتے دار خاتون کی

بات سننے لگی ۔۔۔

oooooooooooooo

"آپو نوڈلز بنا دے وہ جلدی بن جائے گے " ولی کے مشورے نے

اُسے غصے سے سرخ کر دیا تھا۔ اِتنا ہیوی ڈریس پہن کر چولہے کے

سامنے کھڑے ہونا اُسے جھنجھلاہٹ میں مُبتلا کر رہا تھا۔ اور دل کر

رہا تھا۔آج اس کی مار لگائے جیسے بے وقت بھوک لگی تھی ۔۔۔

تھپڑ لگاؤں وُہ بھی جلدی لگتا ہے۔ ہاتھ دیکھاتے اُسے وارن کیا تھا۔

جو اب اس کے یوں تپنے سے لطف و اندوز ہو رہا تھا۔۔

میں نہیں نوڈلز وڈلز بنا رہی اِس وقت فرج میں سینڈوچ پڑے ہیں۔ وہ ہی گرم کر دیتی ہوں۔ اُسے کہتی فرج سے سینڈوچز نکال کر اوون میں گرم کرنے لگی۔ جب اچانک کسی کے گلا کھنکارنے پر دونوں بہن بھائی اُس طرف متوجہ ہوئے تھے۔ جہاں پر شہریار کچن کی دہلیز پر کھڑا اُنہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

وہ ایکچوئلی مجھے بھی بھوک لگی ہے۔تو اگر مجھے بھی سینڈوچز مل جائے تو۔۔؟ بات کرتے کرتے وُہ ولی کی ساتھ والی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ بھی چُکا تھا۔۔

مروہ نے اس کی فرمائش سنتے اب کی بار اُسے کینہ طور نظروں سے

دیکھا تھا۔وہ اُس کی نظروں سے مصنوعی ڈر کر اٹھنے کی ایکٹنگ کرتے

بولا تھا۔۔ اٹس اوکے میں خود ہی لے لیتا ہوں۔۔۔

شیری آپ کیا اپنے دوست کی مہندی کا کھانا نہیں کھائے گے ۔۔۔؟

مروہ نے اس کے آگے بھی سینڈوچ کی پلیٹ اور جوس کا گلاس

رکھتے طنزیہ انداز میں پوچھا تھا۔ اور خود بھی اُن کے ساتھ چیئر

گھسیٹ کر بیٹھتے ولی کی پلیٹ سے اپنے لیے بھی گرم کیا گیا سینڈوچ

کھانے لگی ۔۔

کھاؤں گا ۔۔؟ شیری ڈھٹائی سے دو لفظی جواب دیتا سینڈوچ کھانے لگا

تھا۔ مروہ نے دونوں کو دیکھتے بے ساختہ ٹوکا تھا۔ جوس بھی لو ایسے

نوالہ ہلک میں پھنس جائے گا ۔۔

جس پر دونوں نے فرمانبرداری سے اپنے اپنے گلاس اُٹھاتے منہ کو لگائے تھے۔ جب کے مروہ اِن دونوں کی فرمانبرداری کی ایکٹنگ دیکھتے کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

جس کی وجہ سے نوالہ اُس کے ہلک میں اٹکتا کھانسنے کا سبب بن گیا تھا۔ اُسے یوں اچانک کھانستے دیکھ شہریار جلدی سے اپنی جگہ سے اُٹھتا اُس کی پیٹھ سہلاتا اپنا جوس کا گلاس اُٹھا کر اُس کے لبوں سے لگا گیا تھا۔ مروہ نے ایک ہی سانس میں جوس پیتے گلاس لبوں سے دور ہٹایا تھا۔ اور اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے شہریار کو تھینکس کہتے بھائی کو دیکھنے لگی تھی۔ جو اُسے یوں بُری طرح کھانستا دیکھ رونے والا ہو چُکا تھا۔ کیا ہے۔۔۔؟

کھا کیوں نہیں رہے اب میں بلکل ٹھیک ہوں ۔رونا بلکل بھی نہیں

ہے ۔اوکے ورنہ مار کھاؤں گے مجھ سے وہ اُسے ڈپیٹتی بولی تھی۔ تا

کہ اُس کا با جانہ بجے۔۔۔۔

کچن کے دروازے کب سے کھڑی ہستی یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے

دیکھتی خاموشی سے پلٹ گئ

تھی۔۔۔

oooooooooooo

نوح ابراھیم اور حرا عادل دونوں ایک ہی جھولے پر تھوڑے فاصلے پر

بیٹھے بہت بہت خوبصورت لگ رہے تھے ۔ صاعقہ بیگم اور ثمرین بیگم

اُن کے صدقے واری جاتے نہ تھک رہی تھیں ۔ سب باری باری

رسم کر کے آ چکے تھے۔ جبکے وہ لان میں سیٹ کی گئی ٹیبلز میں سے ایک ٹیبل پر بیٹھی میسیجز پر نایاب کو کل کے ایونٹ میں شرکت کے لیے راضی کر رہی تھی۔

مروہ رسم کی ہے تم نے۔۔۔؟ آمنہ بیگم اُس کے پاس آ کر سختی سے پوچھنے لگی جس پر وہ پریشان ہوتی ماں کو دیکھتی بر وقت دماغ میں آئے بہانے پر عمل کرتی بولی۔۔۔

"مما میں گئی تھی رسم کرنے پر مجھے جگہ ہی نہیں ملی۔۔"

چلو جلدی اُٹھو کرو جا کر ایسے اچھا نہیں لگتا۔بیٹا بڑے بہن بھائی ہیں۔تمہارے وہ دیکھو شازل بازل زویا ولی شہریار سب کتنا ہلا گلا کر رہے ہیں۔تم بھی اُٹھو اُن کا ساتھ دو یوں اکیلے نہ بیٹھو وہ سب کے نام

گنواتی اُسے سمجھاتی اُس کے اُٹھنے کا اِنتظار کرنے لگیں۔۔

ماں کو یوں سر پر کھڑا دیکھ وہ سستی سے کھڑی ہوتی اپنا دوپٹہ سنبھالتی ماں کو دیکھتی خفگی سے بولی جانے لگی ہوں ذرا بھروسہ نہیں بیٹی پر۔ اُن کے یوں کھڑے رہنے پر ناراضگی کا اظہار کرتی اپنے قدم پھولوں سے سجے جھولے پر براجمان ہستیوں کی طرف بڑھا گئی تھی۔

ooooooooooooo

نوح ابراھیم اپنے ساتھ بیٹھی حرا کی خاموشی اور اس کے چہرے پر چھائی اُداسی اور مصنوعی مسکراہٹ سے ڈسٹرب ہوتا فون پر آئے میسج کو دیکھتا بس اُٹھنے ہی والا تھا۔ جب اپنے سامنے آئی لڑکی کو دیکھ بھنویں اچکاتا اُس کی کاروائی ملاحضہ کرنے لگا تھا۔

جو سامنے ٹیبل پر موجود مہندی اٹھاتی حرا کے ہاتھ میں موجود پتے پر رکھتے اُس کے بالوں میں تھوڑا سا سرسوں کا تیل لگاتے جس پر حرا نے ناگواری سے اُسے ٹوکا تھا۔

اب وہی کاروائی اُس کے ساتھ دوہرانے کے لیے کشمکش میں مبتلا ہاتھ میں مہندی لیے کھڑی تھی۔ وہ اس کی حرکتیں دیکھتا اِنتظار کرنے لگا کہ وہ میڈم لگالے تو وہ جائے اُٹھ کر۔ پر اُسے جما دیکھ اُسے مجبوراً ٹوکنا پڑا تھا۔

"لگانا ہے تو لگا دو یا میں خود اُٹھ کر تمہارے قریب آئوں رسم کے لیے۔" مروہ اُس کے طنز پر سر جھٹکتے مہندی کا باؤل اُٹھاتے اُس کی طرف بڑھتے ہاتھ بھر کر مہندی اٹھاتے اُس کے بالوں پر لگا چکی تھی

وہ اس کی جاہلانہ حرکت پر تپتا کاٹ دار نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگا تھا۔ جو اب یوں معصوم بن کر کھڑی تھی۔ جیسے یہ سب غلطی سے ہوا ہو۔ حرا نے بھی نہ گواری سے مروہ کی حرکت دیکھی تھی۔۔۔

مروہ اُن دونوں کو یوں تپتا دیکھ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے جلدی سے واپس اپنی ٹیبل پر آ گئی تھی۔ اور وہاں پہلے سے موجود شہریار کے ہاتھ میں اپنا فون دیکھتے فوراََ اُس کے ہاتھ سے فون اُچکا تھا۔ بیڈ منیرز۔۔ آپ میرا فون کیوں بنا اجازت دیکھ رہے تھے۔۔۔؟

میں تو ویسے ہی اِدھر آ کر بیٹھا تھا۔ میسج بیپ پر تمھارا فون اٹھایا تھا۔ البتہ تم ضرور اِس پر پاسورڈ لگا لو فائدے میں ہی رہو گی۔ اُسے مشورے سے نوازتا خود اُٹھ کر چلا گیا تھا۔۔۔ل

ابراہیم ہاوس کے در و دیوار میں گونجتے قہقہوں کو دُور کھڑی قسمت نے افسردہ نظروں سے دیکھا تھا۔۔

"آ رہی ہو کے نہیں بس مجھے دو ٹوک اپنا فیصلہ سنائو۔مزید بکواس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔" کمرے میں گونجتی مروہ کی غصیلی اور ناراضگی سے بھرپور آواز نے کال پر دوسری طرف موموجود نایاب کو جو اپنے کمرے میں وارڈروب کے سامنے کھڑی نکاح میں شرکت کے لیے لباس سلیکٹ کر رہی تھی ۔کافی سے زیادہ محظوظ کیا تھا۔۔۔

مر کیوں رہی ہو۔بی بی آ رہی ہوں ۔اب تم کال بند کرو تو میں جتنی

جلدی ہو سکے وہاں اپنی تشریف کا ٹوکرا

لاؤں ۔۔ تمہارے سڑیل کزن کے نکاح میں شرکت کے لیے ۔۔۔

نایاب کے یوں جلے کٹے انداز میں نوح ابراھیم کے بارے میں کئے

گئے تبصرے نے اُسے بہت محظوظ کیا تھا۔۔

ویسے تم لوگوں نے بڑی زیادتی کر دی ہے ۔۔۔حرا تمہاری کزن ہے

نہ اُس کے ساتھ ۔۔۔؟ اُس کا انداز بلکل بڑی بوڑھی عورتوں جیسا

تھا۔۔۔

کہاں وُہ ہر وقت ٹپ ٹاپ رہنے گھومنے پھرنے والی بندی اور کہاں یہ

مشینی بندہ ۔۔۔ جیسے آفس کے علاوہ کُچھ سوجھتا ہی نہیں ۔ نایاب کے

لہجے میں حرا کے لیے بیش بہا افسوس شامل تھا۔ جس پر اِک لمحے

کے لیے وہ بھی ضرور سوچنے پر مجبور ہو گئ تھی۔ لیکِن اُن کی آپسی پسندیدگی اور محبت کا سوچ سر جھٹکا تھا۔۔۔

تمھیں کیوں افسوس ہو رہا ہے۔۔۔؟ اور بائے داوے وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ اور رہی بات نوح بھائی کے مزاج کی تو شاید شادی کے بعد وہ بدل جائے اُس نے اپنی طرف سے غیر جانبدار بن کر سرسری سی رائے دی تھی۔۔۔

اچھا ٹھیک ہی کہہ رہی ہو۔ جیسے اُس کے نصیب ہمیں کیا پڑی ہے۔۔ میں بس تھوڑی دیر تک پہنچ جاؤں گی۔ تم یہ بتاؤں نکاح کی تقریب کتنے بجے ہے۔۔۔

نکاح تو ایک ڈیڑھ بجے ہو گا شاید۔ تم ابھی آ جاؤ تب تک چیکو سے

مل لینا۔ اور میرا ڈریس دیکھ لینا اوور تو نہیں۔۔۔۔ ؟مروہ نے اُسے کہتے اپنی شیری کے دیے گئے ڈریس کو پہنے یا نہ پہننے کی اُلجھن اُس سے سلجھانا چاہی تھی۔۔۔

oooooooooooooo

بیوٹیشن اُسے تھوڑی دیر پہلے تیار کرکے جاچکی تھی۔ فلحال وہ اکیلی اپنے کمرے میں موجود ڈریسنگ ٹیبل کے آگے پڑے سٹول پر بیٹھی

آئینے میں نظر آتے اپنے خوبصورت عکس کو خالی ویران نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ مہرون رنگ کے خُوبصورت سے لہنگے چولی میں ملبوس زیورات اپنے وجود پر سجائے۔وہ نظر لگ جانے کی حد تک خُوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔

"کیا ہوا۔۔؟ اب کیوں یوں پریشان بیٹھی ہو۔ یہ تمھارا اپنا ہی فیصلہ تھا۔ جو اُس وقت تم نے اپنے دل کی مرضی سے سرانجام دیا تھا۔۔ اچانک آئینے میں اُبھرتے اُس کے اپنے ہی عکس نے استہزیا انداز میں اُس پر طنز کیا تھا۔۔۔۔

جس سے وہ ہوش میں آتی فوراََ کمزور سی آواز میں بولی تھی۔

ہاں۔۔۔ وہ اس وقت میری مجبوری میری خُوشی تھی۔۔ میں بھٹک

گئی تھی۔ اُس کی آواز میں موجود

درد اور شکستگی اُس کی ہار کا واضع اعلان تھا۔۔۔

تمہاری مجبوری۔ تمہاری خُوشی۔ تو آج کیا ہے۔۔۔۔ ؟کیا آج تم

خوش نہیں۔۔؟۔ تم مجبور نہیں۔۔۔۔؟تم گناہ کر رہی ہو۔گناہ۔۔۔

گناہ۔۔۔آئینے میں نظر آتے اس کے اپنے عکس نے اُسے جھنجھوڑ کر

رکھ دیا تھا۔۔۔

وہ فوراً خوف زدہ ہوتی ڈریسنگ ٹیبل پر موجود میک اپ پروڈکٹس کو

ہاتھ مار کر نیچے پھینکتے پاگلوں سے انداز میں اسٹول سے اٹھتے وُہ بیڈ

سائڈ ٹیبل پر پڑے اپنے فون کی طرف لپکی۔۔ اور اُنگلیوں نے روانی

سے ایک نمبر کو ملایا تھا۔۔۔۔

بیل جارہی تھی۔۔۔ لیکن دوسری طرف موجود انسان کال نہ اٹھا رہا تھا۔ اُس کا پورا بدن خوف سے کپکپانے لگا تھا۔ آنسو آنکھوں سے آبشار کی طرح بہنے لگے تھے۔۔۔ جب اچانک دوسری طرف سے گونجتی مردانہ آواز سے اُسے کُچھ حوصلا ملا تھا۔۔۔

"عاشر عاشر مجھے ابھی اور اسی وقت طلاق دو۔۔۔" کمرے میں گونجتی اُس کی تیز آواز نے دروازے پر موجود ہستی کے قدموں تلے سے زمین کھینچی تھی۔ دستک کے لیے اٹھایا گیا اُس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق ہو گیا تھا۔ سائے سائے ہوتے دماغ کے ساتھ اُس نے پورا دروازہ کھولتے اُسے دیکھا تھا۔ جو اب بھی اس کی آمد سے انجان کال پر کسی سے مصروف اپنی ہی دھن میں بات کر رہی تھی۔۔۔

"عاشر مجھ سے غلطی ہوئی تھی ۔اُس وقت جو میں نے تمہاری محبت بھری باتوں میں آ کر تمہارے ساتھ نکاح کیا۔ لیکن آج میرا نکاح میری سچی محبت سے ہے۔ میں تم سے نہیں محبت کرتی تم مجھے ابھی اسی وقت طلاق دے دو پلیز ۔۔۔پیپرز بعد میں سائن کر لے گے ۔۔

اُس کے لہجے میں موجود بے بسی کال پر موجود ہستی کے لیے لُطف کا باعث تھی ۔ تبھی اُس کی اِلتجا کو رد کرتا بے حس بنتا ہیلو ہیلو کرتا کال کاٹ گیا تھا۔۔۔

دروازے میں ساکت بت بنے نوح ابراہیم نے اپنے حواس ٹھکانے لگاتے اُسے دیکھا تھا۔ جو اب بیڈ پر بیٹھی دونوں ہاتھوں سے سر تھامے رو رہی تھی ۔ اور ٹراؤزر کی پاکٹ سے موبایل نکالتا اپنی ماں کو کال

ملا گیا تھا۔۔

" اوپر حرا کے کمرے میں بابا اور چاچو کو لے کر آئے ابھی اِسی وقت۔۔۔۔" اس کی گونجتی سرد آواز نے بیڈ پر بیٹھی حرا کو ھوش دلایا تھا۔ وہ ٹھٹھک کر اپنا سر اٹھاتی اپنے کمرے میں موجود نوح ابراہیم کو کھڑے دیکھتے کسی انھونی کا احساس ہوتے جلدی سے اٹھتے اُس کی طرف لپکی تھی۔۔۔۔

نوح کیا ہوا ہے۔ تم یہاں کوئی کام تھا مجھ سے۔ تائی امی کو کیوں اُوپر بلا رھے ہو۔۔؟۔ اپنے لہجے کی لرزش پر قابو پاتے بولی تھی۔ جو اُسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ آنکھوں میں نفرت اور کراہیت کا احساس لیے ہاتھ اُٹھاتا اُسے اپنی طرف بڑھنے سے روکتا اپنا رُخ بھی اُس کی

طرف سے موڑ چکا تھا۔۔۔

وہ تو یہاں اُس کی کل کی اُداسی اور پریشانی کی وجہ جاننے آیا تھا۔آیا وہ اس شادی سے خوش تو ہے یا نہیں۔ پر اُسے کیا پتہ تھا۔ یہاں وُہ اُس کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کی تیاریوں میں مصروف ہے۔۔۔

حرا نے اُس کا رویہ دیکھتے اِک آخری اُمید کے تحت ناکام سی کوشش کی تھی۔ میں اپنی دوست کی بات کر رہی تھی۔ تمھیں شاید غلط فہمی ہو گئ ہے۔۔۔

وہ اُس کی بات پر ضرور یقین کرتا اگر وہ کُچھ دیر پہلے ساری بات اپنے کانوں سے سن اور آنکھوں سے دیکھ چکا نہ ہوتا۔ مارے غصے کے اُس کے خون میں اُبال اُٹھ رہے تھے۔ دل کر رہا تھا۔

اپنے سامنے ڈھٹائی سے بولتی لڑکی کا قتل کر دے۔ہاں وہ اِتنا ہی جذباتی تھا۔اپنی عزت کو لے کر۔۔۔ اگر خدنخواستہ وہ آج اس کی گفتگو نہ سنتا تو وہ خود اِس گناہ میں شریک ہونے جا رہا تھا۔۔

کیا ہوا ہے ۔۔نوح بیٹا تم اِدھر کیا کر رہے ہو۔۔۔ نکاح سے پہلے یوں ملنا معیوب لگتا ہے ۔ مہمانوں والا گھر ہے ۔ صاعقہ بیگم کھلے دروازے سے اندر آتی اُسے ڈپٹتی بولی تھیں ۔جب وہ اُن کی بات کاٹ کر بولا

۔۔۔ بابا اور چاچو کدِھر ہیں ۔۔۔؟

بیٹے کے لہجے نے اُنہیں چونکنے پر مجبور کیا تھا۔اِس لیے فوراً سنبھلتی بولیں تھیں ۔ وہ آ رھے ہیں ۔ تم بتاؤ کُچھ ہوا ہے ۔۔۔؟

بابا آ جائے تو پتہ چل جائے گا۔ حرا کو ہی دیکھنے آئیں ثمرین اور آمنہ

بیگم ماں بیٹے کو پہلے سے وہاں موجود دیکھ حیران ہوتی اندر چلیں آئیں ۔۔

ماں کو آتے دیکھ حرا فوراً اُن کی طرف بڑھتے گلے لگتے رونے لگی تھی ۔ جس پر وہ پریشان ہوتی بیٹی کو سنبھالنے لگی ۔۔ جو چُپ ہونے کا نام نہ لے رہی تھی ۔۔۔

ہاں بھئی برخودار سب خیر ہے ۔۔۔؟ یہاں کیوں سب لوگ جمع ہو ۔ ابراھیم صاحب دروازے سے اندر داخل ہوتے تشویش بھرے انداز میں بولے تھے ۔ جب کہ اُن کے پیچھے ہی عادل صاحب اور یوسف صاحب بھی کمرے میں داخل ہوئے تھے ۔۔۔

کُچھ بھی خیریت نہیں ہے یہاں۔ اپنی بیٹی سے پوچھے چاچو آپ ۔۔؟

کیا کارنامہ سرانجام دے کر بیٹھی ہے۔ہماری آنکھوں میں جانے کب سے یونیورسٹی کے نام پر دھول جھونک رہی تھی ۔وہ ہلک پھاڑ کر کب سے ضبط کئے گئے غصے کے زیرِ اثر چلایا تھا۔۔۔

اُس کے الفاظ سب پر بجلی کی طرح گرے تھے ۔ عادل صاحب جو بیٹی کو روتا دیکھ چکے تھے ۔ اب نوح کے الفاظ پر پریشان ہوتے آگے بڑھتے معاملے کی نزاکت سمجھتے استفسار کرنے لگے ۔۔ کھل کر بات کرو کیا ہے ۔۔؟ میری معصوم بیٹی نے جو یوں اُسے اپنے لفظوں سے رُسوا کرنے پر تُلے ہو۔۔

عادل صاحب کے یوں سختی سے خود سے پوچھنے پر وہ اُنہیں دیکھتا ضبط بھرے لہجے میں جو کچھ اُس کے منہ سے خود اپنے کانوں سے سن چکا

تھا۔ اُنہیں حرف با حرف سناتا اُن کے چودہ طبق روشن کر چُکا تھا۔ اپنے انکشاف سے وہ اُنہیں تو کیا کمرے میں موجود ہر شخص کو اپنی ہستی سمیت ہلا کر رکھ گیا تھا۔۔۔

بیٹی کے بارے میں سب کُچھ سنتی ثمرین بیگم لپک کر دروازے کی طرف بڑھتی اُسے بند کر گئی تھیں۔ تاکہ کوئی اور نہ ان کی اِس بدنامی کی داستان کو سن سکے۔۔۔

ابراہیم صاحب جو خود خاموش چُپ چاپ سے نوح کے کیے گئے انکشاف کو ہضم کر رہے تھے۔ اب بھائی کو پریشانی سے سر تھامتے دیکھ بیٹے سے بولے تھے۔ جو خود پر جانے کیسے ضبط کئے کھڑا تھا۔۔۔

اب کیا کرنا ہے۔۔۔؟ تھوڑی دیر تک نکاح کی رسم ادا کرنی ہے۔

--سب مہمان نیچے جمع ہیں۔ کسی بھی قسم کی ہوئی بدمزگی ہمارے خاندان کے منہ پر کالک مل دے گی۔ سالوں سے بنائی گئی عزت خاک میں مل جائے گی۔۔۔؟

ممکنہ ہونے والی رسوائی کا احساس دلاتے خود بھی اس ساری صورتحال سے خطرناک حد تک پریشان تھے۔۔۔

ooooooooooooo

وہ اپنے کمرے میں موجود شیری کے دیے گئے ڈریس کو پہنے نایاب کے کیے گئے ہلکے سے میک اپ پر بھی پریشان ہوتے آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کا گھور گھور کر جائزہ لے رہی تھی۔۔۔

نابی یار۔۔ سن تو سہی بہت اوور لگ رہا ہے۔ سب سمجھے گے میں

دُلہن ہوں ۔۔؟ وہ نایاب سے پریشانی سے کہنے لگی جو اُسے تیار کر کے اب چیکو کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی ۔ اس کے پریشانی سے کہنے پر وہ اُسے دیکھنے لگی ۔۔

جو وائٹ اور ہلکے پنک رنگ کا بال گاؤن پہنے پرنسیس ہی لگ رہی تھی ۔ بوب کٹ بالوں جو اس کے کندھوں تک آتے تھے ۔ہلکے ہلکے سے نیچے کی طرف کرل ڈالے گئے تھے۔ اور ایک سائڈ پر لگی بٹر فلائی کلپ اُسے معصوم سی پری کی طرح کا لُک دے رہی تھی ۔ بہت بہت اچھی لگ رہی ہے ۔

تم جا کر اب دُلہن کو دیکھو اگر وہ تیار ہے ۔ تو میں بھی پھر تمہارے ساتھ چلوں گی ملنے ۔ تب تک میں اپنے نیو فرینڈ کے ساتھ مزید

وقت گزار لوں ۔۔ یار یہ بہت بہت پیارا ہے۔ اور اس کی عادتیں

اُس سے بھی پیاری اسے تم مجھے دے دو۔۔۔ نایاب کے الفاظ شاید

چیکو کی سمجھ میں آ گئے تھے۔ تبھی غصے کے اظہار کے طور پر اپنا تاج

پھیلاتا پنجرے میں گول گول گھومتا مروہ کا نام لینے لگا۔۔

مروہ جو اس کے کہنے پر باہر ہی جانے لگی تھی۔ اب چیکو کی حالت دیکھ

اس سے بولی جو منہ کھولے اُس کے احتجاج کو دیکھ رہی تھی۔ اگر یہ

راضی ہے پیاری۔ تو وائے نوٹ ۔۔۔!

اُسے تپاتی چھپاک سے کمرے سے نکل گئی ۔۔ جبکے نایاب نے غصے

سے چیکو کو دیکھا تھا۔ جو اپنی مالکن کو جاتے دیکھ خود بھی اس کی

طرف سے رُخ موڑ گیا تھا۔ وہ تو اتنو سے پرندے کا اٹیٹوڈ دیکھ کر رہ گئی

تھی ۔۔۔

ooooooooooooo

وہ اپنے کمرے سے نکلتی حرا کے کمرے کی طرف بڑھی ہی تھی ۔۔ جب اُسے تھرڈ فلور کی سیڑھیوں سے شہریار نیچے آتا نظر آیا۔ جو اُسے دیکھتے ہی واضح اپنے دل کی بے ترتیب ہوتی دھڑکن کو محسُوس کر رہا تھا۔وہ اُس کے دیے گئے لباس میں اِس حد تک خُوبصورت لگ

رہی تھی کہ۔ اپنی نظر لگنے کے ڈر سے جلدی سے وہ اپنی نگاہ اُس سے ہٹا گیا تھا۔۔۔

بہت پیاری لگ رہی ہو۔۔ وہ قریب آتا اُس کی تعریف کرنے لگا۔۔

جب کے مروہ اُس کی تعریف پر روہانسی ہوتی بولی۔۔ شیری سچ بتائے نمونہ لگ رہی ہوں۔ تبھی یوں بول رہے ہیں۔۔۔؟

شہریار اپنی کی گئی تعریف کے جواب میں اُس کی بات سنتا اپنی بے بسی پر ہنس پڑا تھا۔ یوں کے نیلی آنکھوں میں پانی آ گیا تھا۔۔ مروہ اُس کی ہسی پر جز بز ہوتی اُسے گھورنے لگی۔۔۔

ہونسٹلی اسپیکنگ۔۔ تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔ اُس کی خفگی دیکھتے وہ اپنی ہنسی پر قابو پاتے بولا تھا۔ مروہ نے اس کے تعریفی انداز پر اب کی

بار اُسے دیکھا تھا۔ جو خود بھی وائٹ کرتا پاجامہ پہنے وائٹ ماڈرن سی ویسٹ کوٹ زیب تن کیے پاؤں میں بلیک شوز پہنے نکاح کی تقریب کے حساب سے بلکل تیار ھمیشہ کی طرح بہت پیارا لگ رہا تھا۔۔۔

اُس کو یوں خود کا جائزہ لیتے دیکھ وُہ جھینپ سا گیا تھا۔ جی ہاں۔۔ کسی سے نہ شرمانے والا اُس کے یوں دیکھنے سے ہی شرما سا گیا تھا۔۔

میں حرا آپی کو دیکھنے جا رہی ہوں ۔۔ وہ اُسے بتاتی اُس کے قریب سے اپنا گاؤن اُٹھا کر گزرتی آگے بڑھ گئ تھی۔ جب کہ وہ اُسے خود سے دور جاتا دیکھتے خود کو تسلی دینے لگا تھا۔ کہ بہت جلد وہ اُس کے پاس صرف اُس کی ہی ہو گی ۔۔۔ اور خود نیچے کی طرف قدم بڑھائے تھے ۔شاید نوح ابراھیم نیچے موجود ہو۔۔۔۔

مروہ کے نوک کرکے دروازہ کھولتے سب اُسے دیکھنے لگے تھے۔ جو تیار ہوئی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ نوح نے بھی رُخ پلٹ کر اُسے اِک نظر دیکھا ضرور تھا۔۔

جبکہ مروہ سب کی یہاں موجودگی پر حیران ہوتی ماں کو تکنے لگی تھی۔ جو اس وقت اُس کی یہاں موجودگی پر پریشان سی ہو گئی تھیں۔۔۔

اب کیا کرنا ہے۔ دلہن تو نکاح کر چکی ہے۔ اب کیا نکاح پر نکاح کرنا ہے۔۔۔؟ ابراھیم صاحب نے سوالیہ انداز میں بیٹے اور بھائی کو دیکھتے پوچھا تھا۔۔

جب کہ مروہ ماموں کے منہ سے نکلنے والے الفاظ سُن کر حیرت زدہ ہوتے حرا کو دیکھنے لگی۔جو بیڈ کے پائنتی سے لگی بیٹھی رو رہی تھی۔

اُس کا دل نہ جانے کیوں بے ترتیبی سے دھڑکنے لگا۔۔

کرنا کیا ہے۔۔۔؟ بھتیجی نا سہی تو بھانجی کو تیار کرے میں اپنی عزت پر اِک حرف بھی برداشت نہیں کروں گا۔ دو ٹوک انداز میں بول کر اِک نفرت بھری نظر حرا پر اور دوسری ہونک تاثرات لئے اپنی جگہ بُت بنی کھڑی اُس پر ڈال کر اُس کے قریب سے گزرتا باہر کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔

جبکے مروہ اُس کی بات کا مطلب سمجھتے اپنے حواس بحال کرتے ماں کو دیکھتے غم و غصّے سے چلائی تھی۔

"ماما میں یہ شادی نہیں کرو گی "۔۔ کمرے سے نکلنے سے پہلے اس نے واضح طور پر اس کا اِنکار سنا تھا۔ پر سر جھٹکتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔

ہاں آمنہ اور یوسف تم دونوں متفق ہو نوح کے فیصلے سے ۔۔۔ اب خاندان کی عزت تمہارے ہاتھ میں ہے۔اُس کے کمرے سے نکلتے ہی ابراہیم صاحب نے بہن اور بہنوئی سے پوچھا کم بتایا زیادہ تھا۔۔

بھائی میری بیٹی ابھی پڑھتی ہے۔ ویسے بھی دونوں کے مزاج اور عمر میں بہت زیادہ فرق ہے۔آمنہ بیگم نے بے حس بنے بھائی کو

احساس دلانا چاہا تھا۔

جب اُن کی بات کاٹ کر یُوسف صاحب نے رشتے پر حامی بھری تھی ۔ " ہمیں کوئی اعتراض نہیں نوح ابراہیم جیسا داماد قسمت والوں کو ملتا ہے۔ اور آمنہ بیگم کو بیٹی کو تیار کرنے کا حکم دیتے کمرے سے نکل گئے تھے ۔ جبکے اُن کے پیچھے ہی ابراہیم صاحب اور صاعقہ بیگم بھی نِکل چُکے تھے ۔۔۔۔

حرا ہوش میں آتی ماں کے سامنے اِلتجا کرنے لگی ۔ مما نوح کا نکاح تو مجھ سے ھونا تھا نا۔ اِدھر میری طرف دیکھے تو سہی اُن کا رُخ اپنی طرف کرتی بے بسی سے بولی تھی ۔ تو ۔۔۔ تو ۔۔ پھر تایا ابو ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں ۔۔؟ نوح ابراہیم صرف میرا ہے ۔ صِرف میرا ۔۔۔ وہ

ہزیانی انداز میں اپنے بالوں کو نوچتے چلانے لگی تھی ۔۔

عادل صاحب جو خاموشی اور بے بسی سے بڑے بھائی کے فیصلہ کو سن رہے تھے ۔ اب بیٹی کے یوں چلانے پر مجبور ہوتے اُسے تھپڑ رسید کر گئے تھے ۔ جس سے آج تک اونچی اور سخت آواز میں بات تک نہ کی تھی ۔ جس کی ہر جائز اور نہ جائز خواہش کو فرض سمجھ کر پورا کیا تھا

۔۔۔

ثمرین بیگم بیڈ کے کنارے پر بیٹھی دوپٹے کے پلو سے منہ چھپائے رونے میں مصروف تھیں ۔۔

صورتحال کو تشویش ناک ہوتے دیکھتی آمنہ بیگم نے بے جان بُت کی مانند کھڑی بیٹی کو لے کر کمرے سے نکل گئی تھیں ۔۔

"جس کے ساتھ مل کر ہماری عزت کو دو کوڑی کا کیا ہے اِسنے۔
اُسے فون کرے اور کہے لے جائے آ کراسے مزید میں اسے اِس گھر
میں برداشت نہیں کروں گا۔۔"
عادل صاحب دل پر پتھر رکھتے بیوی سے مخاطب ہوتے اپنا فیصلہ
سناتے شکستہ سے انداز میں کمرے سے نکل گئے تھے۔۔

وہ اُسے اپنے کمرے میں لاتی پیار سے پچکارنے لگی تھیں۔۔
مروہ بابا کی بات خاموشی سے مان لو بچے۔۔۔ اب حالات ایسے ہیں
۔ کہ میں بھی مزید بحث نہیں کر سکتی۔ رخصتی تمھاری مرضی سے ہو

گی ۔۔

اُن کی بات سنتے اُس نے آنسوؤں بھری آنکھوں سے اُنہیں دیکھا تھا اور مضبوط لہجے میں بولی تھی۔ "میں یہ نکاح نہیں کروں گی ۔۔۔" نہیں کروں گی ۔۔۔

وہ چیکو کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی ۔جب اچانک کوئی ڈھار سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ وہ تو اس دہشت ناک آمد پر گھبرا کر فوراَ پلٹتی نووارد کو دیکھنے لگی تھی۔۔

جب اپنے سامنے کھڑی خود سے چھوٹی خوبصورت سی لڑکی کو دیکھ

سکون کا سانس خارج کیا تھا۔ جس نے اُسے ڈرانے میں ذرا بھی کسر نہ چھوڑی تھی ۔ جب کہ زویا اپنی اس قدر جاہلانہ حرکت پر شرمندہ سی ہو گئ تھی ۔

اسلام و علیکم ! آپ مروہ کی دوست ہے۔۔؟ اپنی شرمندگی دور کرنے کے لیے اُسے سلام کرتی بونگا سا سوال پوچھنے لگی ۔۔

جبکے اگر مروہ اِدھر موجود ہوتی اور نایاب کو "آپ" اور اُسے "تم "کہنے پر ضرور اُس کی ٹھیک ٹھاک کلاس لیتی ۔۔۔

نایاب نے اُس کے سلام کا جواب دیتے ہاں میں سر ہلایا تھا۔وہ کِدھر گئ ہے۔ کُچھ بتایا ہے آپ کو ۔۔۔؟ دُلہن کو دیکھنے گئ تھی ۔ اب تو کافی دیر ہو گئ ہے۔ نایاب نے اُسے بتاتے وقت کا احساس دلایا تھا۔

کہ وہ اُسے کافی دیر سے یہاں تنہا چھوڑ کر گئی ہے ۔۔

زویا اُس کی لاعلمی پر مروہ کی حرکت پر نفی میں سر ہلاتی بولی تھی ۔

میں آپ کو پتہ کرکے بتاتی ہوں۔ وُہ کہاں غائب ہے ۔۔؟ وہ اُسے کہتی کمرے سے نکل گئی تھی ۔۔۔

" میں نہیں کروں گی یہ نکاح ۔۔۔" مما آپ سن رہیں ہیں ۔۔ میری بات ۔۔ آپ کُچھ کرتی کیوں نہیں بابا کو سمجھائیے ۔۔دروازے سے اندر داخل ہوتے یوسف صاحب بیٹی کے ضدی انداز میں انکار کرنے پر طیش میں مُبتلا ہوتے زور سے دروازہ بند کرتے اُس کی طرف

بڑھے تھے۔ جو کمرے میں موجود صوفے پر بیٹھی رونے میں

مصروف مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی ۔۔۔

کیوں ۔۔۔؟ کیا تم بھی کسی سے نکاح کر چکی ہو ۔۔۔؟ جو تمھیں

اس نکاح سے اعتراض ہے۔ باپ کی غصے بھری آواز سنتے وہ جو رونے

میں مصروف تھی ۔۔

سر اُٹھا کر آنسوؤں بھری آنکھوں سے اُنہیں دیکھنے لگی جن کے چہرے

اور لفظوں میں اُس کے لیے ہمیشہ کی طرح کوئی شفقت اور محبت نہ

تھی۔ بس سرد مہری اور لفظوں میں کاٹ شامل تھی۔

بابا ایسی بات نہیں ہے ۔۔ میں یہ نکاح نہیں کروں گی۔ نوح بھائی

۔۔ میرے بھائی ہیں۔ میں کیسے اُن سے شادی کرنے کا سوچ بھی

سکتی ۔۔۔؟

وہ ابھی اپنے لہجے کی لرزش پر قابو پاتے بول ہی رہی تھی ۔ جب وہ اُس کی بات کاٹ کر سرد مہری سے بولے تھے ۔ شادی سے پہلے سب کزن بہن بھائی ہوتے ہیں ۔ یہ ایسا کوئی بڑا مسئلہ نہیں ۔۔۔؟

آمنہ بیگم پریشانی سے باپ بیٹی کو بحث کرتا دیکھ رہیں تھیں ۔ وہ خود بھی دلی طور پر اپنی بیٹی کو اِس جہنم میں دھکیلنا نہیں چاہتیں تھیں ۔

--

بابا نوح بھائی مجھ سے نفرت کرتے ہیں ۔ اُس نے بے بسی سے بے حس بنے باپ کو دیکھا ۔۔۔اور میں کیسے اُن کے ساتھ رہوں گی ۔ میں کِسی کی زِندگی میں ان چاہی بن کر نہیں رہ سکتی ۔۔ اُس کے

لفظوں میں چھپے دُکھ کو آمنہ بیگم محسوس کر چُکی تھی۔

لیکن یوسف صاحب سنگدل بنے بیٹی کی ہر اِلتجا کو رد کرتے دو ٹوک انداز میں بولے تھے ۔۔۔

تھوڑی دیر تک " نکاح خواں " رضا مندی لینے آئے گا۔ میں "ہاں "کے سوا کُچھ اور نہ سنوں تمھارے منھ سے تم ہماری اولاد ہو۔ہم تمھارے ماں باپ ہیں ۔اب اچھی بیٹیوں کی طرح برتاؤ کرو۔ ماں باپ کا حُکم مانو۔۔ وہ اپنے لفظوں سے اُسے بتا چکے تھے۔ کہ وہ جو کچھ بول رہے ہیں ۔۔۔

اُسے ماننا اُس پر فرض ہے۔ انکار کی گنجائش نہ تھی۔ وہ اس کے اور اس کی زندگی کے ہر فیصلے کے مالک ہیں ۔۔۔؟

اسے تیار کرو آج" خوشی " کا دن ہے۔ تمھاری بیٹی کی شادی ہے۔ پر

تم منحوس عورتوں کی طرح رونا دھونا کر رہی ہو۔ وہ اپنی بیوی کے

رونے پر اب ان پر برسنے لگے تھے۔۔۔

آمنہ بیگم آخری بار کہہ رہا ہوں۔ تمھاری بیٹی کے منہ سے " قبول

ہے "۔ کہ سوا کچھ اور نہ نکلے۔۔ وہ اُنہیں اپنے لفظوں سے وارننگ

دیتے تیز قدموں سے کمرے سے نکل گئے تھے۔۔

آمنہ بیگم شوہر کے رویہ سے ہمیشہ کی طرح شدید مایوس ہوتی بیٹی کو

دیکھنے لگیں۔ جو ساکت سی بیٹھی باپ کے

فیصلے پر ویران نظروں سے گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی

تھی۔ جن پر آنکھوں سے نکلنے والے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

نہیں کرنا چاہتی یہ نکاح۔۔۔ بتاؤں مروہ میری جان باپ سے کبھی بھی بھول کر یہ "اُمید" نہ رکھنا کہ وہ تمہاری خوشی کے لیے اپنے فیصلے سے ہٹے گے۔۔۔

میں اپنے پیارے بچے کے ساتھ ہوں۔۔ کُچھ بھی نہیں ہو گا۔ تمہارا بے حس باپ زیادہ سے زیادہ مجھے چھوڑ دے گے۔ چھوڑ دے۔ بھائی اپنے گھر سے نکال دے گے۔ نکال دے۔ لیکن اپنی بیٹی کو کسی ان چاہے اور مجبوریوں سے بندھے رشتے کی نظر نہیں کروں گی۔ وہ اُسے گلے لگاتی دو ٹوک انداز میں بولتی شاید خود کو یا اُسے بہلا رہی تھیں۔۔۔

جبکہ مروہ جان چکی تھی۔ ہو گا وہی جو اُسکا باپ کہہ کر جا چکا تھا۔۔۔

تبھی ماں کے لفظوں سے نکلتی بے لوث محبت کو محسوس کرتی خود بھی اُن کے سینے میں منہ چھپاتے قسمت کی سِتم ظریفی پر رونے لگی تھی۔ وہ اپنی ماں کو اپنی وجہ سے کسی مشکل میں کبھی بھی نہیں ڈال سکتی تھی۔

"لو بھلا تم ماں بیٹی کی تو قسمت کھل گئی ہے۔ میرا اکلوتا بیٹا کروڑوں کی جائیداد کا" اکلوتا وارث " تمھاری بیٹی سے شادی کرنے جارہا ہے۔ پر تم ماں بیٹی کی ناشکری عروج پر ہے۔ بھئی بڑے بڑے ناشکرے دیکھے ہیں۔پر تم ماں بیٹی سے کم۔۔۔

دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتی صاعقہ بیگم ان دونوں کو یوں روتا دیکھ زہر میں ڈوبے طنز کے نشتر چلاتی اپنی کھولن اُن پر نکالنے لگی۔۔۔

اوہ۔۔ بی بی یہ رونا دھونا بند کرو۔ کوئی ظُلم نہیں ہو رہا تم پر۔

تمہارے باپ کی رضا مندی سے ہی ہو رہا ہے۔ سب کچھ

یہ دوپٹہ لو سر پر مولوی صاحب رضا مندی لینے آنے لگے ہیں۔ وہ

مروہ کے سر پر دوپٹہ اوڑھتی اُس کے رونے پر طنز کرنے لگی۔۔۔

مروہ۔۔ مروہ۔۔؟ اچانک نایاب اور زویا دروازہ کھول کر اندر داخل

ہوتیں لپک کر اُس کی طرف بڑھی تھی۔ جو بُت بنی سُرخ رنگ کا

دوپٹہ اوڑھے بیٹھی تھی۔

مروہ یہ کیا جاہلیت ہے۔۔۔ تم اُتاروں یہ دوپٹہ ایسے کیسے یہ اپنے

سائیکو بیٹے کو تمہارے سر پر تھوپ سکتے ہیں۔ جب کہ صاعقہ بیگم

اپنے ہونہار بیٹے کے بارے میں اِس انجان لڑکی کی زبان سے غلط

الفاظ برداشت نہ کرپاتی بازو سے پکڑ کر اُسے مروہ سے دور ہٹاتی بولیں تھی ۔۔۔۔

۔ بی بی تم ہو کون ۔۔؟ جو یوں میرے بیٹے کے بارے میں اپنی رائے دے رہی ہو ۔۔۔ اگر زیادہ مسئلہ ہے ۔ تو جا سکتی ہو یہاں سے ۔۔۔ ہمارے گھریلو معاملات میں مداخلت کی ضرورت نہیں ۔ وہ غضب ناک نگاہوں سے اُسے گھورتی اُس پر گرجیں تھیں۔۔۔

جب کہ آمنہ بیگم اُن کے تضحیک آمیز الفاظ پر نایاب کو اُن سے چھوڑواتی گویاہوئیں۔۔۔ بھابھی کُچھ تو خدا کا خوف کرے یوں پرائی بیٹی کی تضحیک کرنے سے پہلے یہ یاد رکھے کہ آپ خود جوان بیٹی کی ماں ہیں ۔۔

اُن کی بات پر وہ زور سے سر جھٹک گئی ۔۔ جب کہ نایاب اپنے بے تحاشا درد کرتے بازو کو پکڑتی مروہ کے ساتھ صوفے پر جا بیٹھی تھی۔

جو شاید یہ ساری باتیں سنتی ایک بار پھر قسمت کے اِس ہیر پھیر پر رونے لگی تھی ۔۔۔

نایاب اُس کے پاس بیٹھتے اس کا سرد پڑتا ہاتھ پکڑ گئی تھی ۔ اُس کا کہا کوئی بھی لفظ اُس کی تکلیف کا مداوا نہیں کر سکتا تھا۔ جو وہ اِس وقت محسوس کر رہی تھی ۔ اِن لوگوں کے سنگدلانا رویہ نے تو اُسے بھی مایوسی کی انتہا پر لا کھڑا کیا تھا ۔ ۔ ۔

زویا بھی مروہ کے ساتھ بیٹھتی اُس کے گلے لگ گئی ۔ وہ تو گھر میں پیش آئی اچانک آفت سے خود بھی خوفزدہ سی کوئی پناہ تلاش کرتی

پھر رہی تھی۔

oooooooooooooo

شہریار نوح ابراہیم کے ساتھ بیٹھا اُس کو ہی بغور دیکھ رہا تھا۔ جو اس وقت نکاح کی رسم کے لیے صوفے پر تیار سا بیٹھا تھا۔ پر اُس کے دیکھنے کی وجہ اُس کے چہرے پر چھائی ضرورت سے زیادہ سرد مہری تھی۔۔

سب ٹھیک ہے۔۔۔یار۔۔؟ تم اتنے سنجیدہ سے کیوں بیٹھے ہو۔

تمھارا نکاح تمہاری مرضی سے ہو رہا ہے۔ تھوڑا اپنا موڈ صحیح کرو۔ وہ دیکھو شازل بازل ڈر کے مارے تمہارے قریب نہیں آ رہے ہیں۔

۔۔

جبکے وہ اُس کی ہدایات ضبط سے سنتا اپنی آنکھیں بند کر کے کھولتا سرد مہری سے اُس سے بولا تھا۔۔۔

"تمھیں کوئی اور کام نہیں۔۔۔" جبکے شہریار جو آج تک اُس کے رویہ کو ہنس کر ٹال دیتا تھا۔آج نہ جانے کیوں خاموش سا ہو کر اُس کا چہرہ دیکھ کر رہ گیا تھا۔اُسے اپنی انسلٹ سی محسوس ہوئی تھی اُس کے جملے سے۔۔۔

تبھی اُس کے پاس سے اُٹھ گیا تھا۔ پہلے ہی اس کا دل گھبرا رہا تھا۔

اب اس کا اپنے ساتھ ایسا لہجہ اُسے دُکھی کر گیا تھا۔ اپنی نیلی آنکھوں میں آئی نمی کو چھپاتا باظاہر مُسکرا کر شازل بازل کی جانب متوجہ ہوا ۔ جو اس سے نجانے کیا پوچھ رہے تھے ۔

جبکے نوح ابراہیم اپنے برے رویہ کو محسوس کر چُکا تھا۔ پر وُہ اِس وقت اِتنا ڈسٹرب تھا کہ بے حس بنا اپنی جگہ بیٹھا رہا۔۔۔

وُہ لڑکی جو اس کی نظر میں اس کے قابل تھی ۔ وہ اس کے ساتھ یوں دھوکا کر چکی تھی ۔ اور جس سے نکاح کرنے جا رہا تھا۔ وہ تو اسے خود کے قابل ہی نہ لگتی تھی ۔ اُسے اپنی زندگی کھیل تماشا لگ رہی تھی ۔

۔

۔دل کر رہا تھا۔ سب کچھ تحس نہس کر دے۔ نہ کرے کسی سے بھی نکاح اُس کا دل بُری طرح اُچاٹ ہو گیا تھا۔ وہ یہاں کتنی مُشکِل سے بیٹھا تھا۔ یہ صِرف وہ ہی جانتا تھا۔ یا اس کا خُدا۔۔۔

مروہ یُوسف ولد محمد یوسف آپ کو نوح ابراہیم ولد محمد ابراہیم کے نکاح میں با عوض حق مہر پچیس لاکھ روپے دِیا جاتا ہے۔ کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے۔

مولوی صاحب کے منہ سے نکلے الفاظ کو وہ سائے سائے ہوتے دماغ سے سن رہی تھی۔ دل و دماغ دونوں کُچھ بھی سوچنے سے قاصر تھے

۔اُسے اپنی نظروں کے سامنے سب کچھ گھومتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

یہ تھااُس کا" خواب " کسی کی ان چاہی بیوی بننا۔۔۔؟

اُس کی طویل خاموشی پر یُوسف صاحب مولوی کی سوالیہ نظروں سے پریشان سے ہوتے غصے سے بیٹی کا کندھا ہلا گئے تھے۔جو گھونگھٹ اوڑھے بیٹھی خاموش تھی۔بیٹا مولوی صاحب کُچھ پوچھ رہے ہیں۔

جواب دو دیر ہو رہی ہے۔

اُنکے ہلانے پر وہ ہوش میں آتی بے چین نظروں سے ماں کو ڈھونڈنے لگی۔جو پاس کھڑی اُسے ہی بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔

اُس کے دیکھنے پر اُس کے پاس بیٹھتی گلے لگا گئ تھی۔جب کے صاعقہ بیگم نے اُن کو دیکھتے آنکھیں

چڑھایں تھیں۔۔۔

مولوی صاحب کے دوبارہ وہی کلمات ادا کرنے پر اُس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔ زبان سے کچھ بھی بولنا محال تھا۔ ہلک میں آنسوؤں کا پھندا سا لگا تھا۔ دوسری اور تیسری بار بھی سر ہلاتے اُس نے اپنا آپ نوح ابراہیم کی ملکیت میں سونپ دیا تھا۔

ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ اُسے نہیں پتہ چلا کب اُس کے باپ نے اس کا ہاتھ پکڑتے دستخط کروائے کب سب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے اُسے رسمن مُبارک بعد دی تھی۔

"نئ ِزندگی کی۔۔۔"

کیا یہ بے ہودہ مذاق تھا۔ نئ زِندگی۔۔۔؟ اُس کا دل چاہا اُٹھ کر

زور زور سے ہنسے تالیاں بجائے۔۔ لیکن اس کا وجود کوئی بھی حرکت کرنے سے قاصر تھا۔۔۔۔

نوح ابراھیم ولد محمد ابراہیم آپ کو مروہ یُوسف ولد محمد یوسف کے نکاح میں دیا جاتا ہے باعوض حق مہر پچیس لاکھ روپے۔
کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے۔
جبکہ شہریار رضا مولوی صاحب کے منہ سے نکلنے والے نام کو اپنا وہم گردانتا اپنے کان پر زور سے تھپڑ رسید کر گیا تھا۔ جو صحیح کام نہ کر رہے تھے۔ بھلا اُس کی ہاں۔۔ اُس کی ماوی کا نام یہاں کیوں لیا

جانے لگا۔۔۔؟

اور دوبارہ نوح ابراہیم کو دیکھا تھا۔ جس نے سنجیدگی سے قبول ہے۔

بولا تھا۔ نوح ابراہیم ولد محمد ابراہیم آپ کو مروہ یُوسف ولد محمد

یوسف کے نکاح میں دیا جاتا ہے با عوض حق مہر پچیس لاکھ روپے کیا

آپ کو یہ نکاح قبول ہے۔۔۔

مولوی صاحب کے دوبارہ وہی نام لینے پر شہریار سُست ہوتی دھڑکن

کے ساتھ لپک کر آگے بڑھتا اُنہیں مزید بولنے سے روک گیا۔۔

رکے مولوی صاحب آپ غلط نام لے رہے ہیں۔۔نوح یار اِن سے

بہت بڑی غلطی ہوئی ہے۔ دُلہن کا نام یہ نہیں ہے۔ تم ایسے کیسے غلط

نام سے نکاح کر رہے ہو۔۔ہوش پکڑو وہ مولوی صاحب کو روکتے

ہزیانی انداز میں اُسے جھنجھوڑنے لگا۔۔

وہ خاموش سا اُس کا احتجاج دیکھتا مولوی صاحب کو قبول ہے۔دوسری اور تیسری بار بولتے فائل پکڑتے اس پر چند لفظ گھسیٹتے اُٹھ کر اُسے کھینچتا ہوا یہاں سے لے گیا تھا۔جو اپنے ردعمل سے لوگوں کو سوال اُٹھانے کا موقع دے رہا تھا۔۔وہ شاید اپنے ساتھ پیش آئے اس بھیانک حادثے پر یقین نہ کرتا اپنے ھوش وحواس گوا بیٹھا تھا۔۔

اپنے کمرے میں موجود فرش پر بیٹھا خالی خالی نظروں سے ہاتھ میں موجود ڈائمنڈ رنگ کو دیکھ رہا تھا۔ نیلی خوبصورت آنکھیں رونے کے

سبب سوجھ گئی تھیں۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ یہ کیا ہوا تھا۔۔۔؟

اُس کے ساتھ ابھی تک وہ بے یقین سا تھا۔نوح ابراہیم کے بتائے گئے سچ پر۔۔

اُس کی محبت ۔۔اس کی زندگی ۔۔ اُس کی ماوی ۔۔۔یوں خاندانی عزت و ناموس کو بچانے کے لئے رول دی گئی تھی ۔اُس سے چھین لی گئی تھی۔ وہ بے بس سا لاچاروں کی طرح فقیروں کی طرح اُسے ہاتھ سے جاتا دیکھتا رہا۔۔۔

کیوں نا ۔۔وہ اپنے دوست کو جھنجھوڑ سکا۔ کیوں نہ اُسے مار سکا کہ اس کی دو ٹکے کی عزت کو برقرار رکھنے کے لیے جس ہستی کو چیز سمجھ کر استعمال کیا گیا۔۔ وہ اُس کی زندگی تھی۔ وہ اس کے خوشیوں

بھرے مستقبل کی اُمید تھی ۔کیوں ۔۔ کیوں ۔۔ ایسے بہت سے

کیوں اُس کے پاس موجود تھے ۔

یا اللہ ۔۔ میری محبت مجھے کیوں نہ ملی ۔۔ میں نے تو آج تک کسی کا

دل نہ دکھایا تو میرے دل کو یہ درد یہ سزا کیوں

ملی ۔۔۔ اپنے دل میں اٹھتے درد سے بے حال ہوتا سجدے میں سر

گراتا اُس سے پوچھنے لگا ۔ جو غفور و رحیم ہے ۔ جو یکتا ہے ۔جو انسان

سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے ۔۔۔

شہریار کو با مشکل سمجھاتا وہ واپس حال میں آتا ماں کو ڈھونڈنے لگا

تھا۔ جو نکاح کے بعد شاید مہمانوں کو کھانا تقسیم کر رہی تھیں ۔

مما ۔۔ بات سنے اُنہیں قریب سے گزرتا دیکھ پُکار بیٹھا تھا۔ جو بیٹے کے روکنے پر پیچھے ٹرے اُٹھائے ملازم کو کوئی ہدایت دیتی اُس کی طرف آئی تھیں ۔۔۔

ہاں بولو بیٹا کیا کہنا ہے ۔۔۔؟ وہ اُن کے پریشانی سے استفسار کرنے پر ماتھے سے اپنے بکھرے بھورے بال ہٹاتا فون پر کسی کو میسج کا ریپلائے کرتا اُنہیں حکم دیتا بولا تھا ۔۔

" میری بیوی کو میرے کمرے میں شفٹ کر دے نکاح ضروری ہوتا ہے۔ اور وہ ہو چکا ہے۔ مزید تاخیر کی ضرورت نہیں ۔۔۔۔ "

صاعقہ بیگم بیٹے کے حکم پر پریشان سی ہو

گئی تھیں ۔ جو اُنہیں حکم دیتا خود چلا گیا تھا ۔ اب وہ بھلا کہاں مہمانوں

والے گھر میں اُس کی بے جا ضد پوری کروائے ۔۔

ابھی وہ اِسی کشمکش میں ڈوبی تھیں ۔ جب کسی مہمان خاتون کی آواز پر

اس کی طرف بڑھی تھی ۔

صاعقہ ہم نے تو سنا تھا ۔۔؟ تم لوگوں نے بھتیجی کو بہو بنانا تھا ۔ اب

بھانجی سے نکاح کروا دیا ۔ کیا کوئی بات ہوئی ہے ۔۔ ؟ اُنکا انداز

صاف بتا رہا تھا ۔ کہ وہ چسکا لے رہی ہیں ۔ لیکن وہ اپنے تاثرات پر

قابو پاتیں۔۔ تحمل سے بولیں۔۔ اُن کی کہی ایک بھی غلط بات

لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع دے سکتی تھی۔۔

جی۔۔۔ کرنی تو بھتیجی سے ہی تھی۔ پر آپ تو جانتی ہے۔ اللہ بخشے

میرے سسر محروم کو اُن کے پسند کیے گھر داماد یُوسف بھائی نے تو

آج تک کُچھ نہ کیا۔ وُہ تو آمنہ کے بھائی ہیں ہی اِتنے اچھے کے بہن کو

کبھی کسی چیز کی کمی محسوس ہی نہ ہونے دی۔۔۔

اب بھی دونوں بھائیوں نے بہن کی بیٹی

کو ترجھی دی۔۔ اور حرا کی بجائے نوح کے بابا نے مروہ کو اپنی بہو

بنانے کا فیصلہ

کیا۔۔اور میرے دیور نے بھی بھائی کے فیصلے کو خوش دلی سے قبول

کیا۔ اور رہی بات بیٹا کی تو۔وہ تو ہے ہی بڑا سعادت مند ۔۔؟

نہایت گھٹیا پن کی انتہا کرتے انھیں زرا خدا کا خوف محسوس نہ ہو رہا تھا۔ جب کے ولی کے لیے کُچھ کھانے کو لینے آئی آمنہ بیگم بھا بھی کے اِس سفاکٹ انداز کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتیں رہ گئی ۔۔وہاں اُنکی معصوم بیٹی اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ پڑ ی تھی ۔۔اور یہاں یہ ابھی بھی جھوٹ بول کر اپنی جھوٹی اچھائی لوگوں کو بتا کر داد وصول کرنے کے چکروں میں تھیں ۔

oooooooooooooo

اپنے کمرے میں موجود وہ اپنا لباس بدل چُکا تھا۔ اب آرام دہ ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھا۔ لیپ ٹاپ پر آئی کُچھ ضروری میلز کا جواب دیتا مصروف سا تھا۔

اچانک لیپ ٹاپ کے ڈیسک ٹاپ پر نظر آتے ٹائم پر نظر پڑتے اُس کی پیشانی پر نا گواری سے شکنیں ابھرنے لگی ۔۔

وہ اپنی ماں کو تقریباً تین گھنٹے پہلے کہہ کر آ چکا تھا۔ کہ اُس کی منکوحہ صاحبہ کو اس کے کمرے میں ۔ بھیج دے جائے۔ شاید انہوں

نے اس کی بات کو سیریس نہیں لیا تھا۔

کیونکہ " بارہ" تو بج چکے تھے ۔

غصے سے لیپ ٹاپ بیڈ پر پٹک کر خود سلیپرز پاؤں میں پہنتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔ جب سب چاہتے ہی یہی ہیں۔ کہ تماشا لگے تو وہ کیوں نہ لگائے ۔ میری کہی بات سب کے لیے کوئی معنی ہی نہیں رکھتی ۔

"ایک نے نکاح خود کر لیا۔ دوسری پتہ نہیں کونسا گُل کھلا لے ۔ عزت تو میری خراب ہو گئی ۔ "

شدید بد گمانی کی انتہاء کو پہنچتا۔ وہ قدموں کا رُخ گراؤنڈ فلور پر موجود اپنی پھوپھو کے کمرے کی طرف کر گیا۔۔

دروازے پر نوک کرتے اجازت ملتے ہی اندر داخل ہوا تھا۔ واشروم

سے وضو کرکے نکلتی آمنہ بیگم کمرے میں موجود ہلکی ہلکی سی روشنی

میں اُسے پہچانتی ۔۔۔ اُس کے پاس آئیں ۔۔ کیا بات ہے ۔۔؟ نوح

بیٹا کوئی کام تھاآپ کو۔ پریشانی سے استفسار کرنے لگیں۔۔ پھوپھو جان

میری بیوی کو میرے کمرے میں بھیج دے ۔ اُنہیں حکم سناتا پلٹنے ہی

لگا تھا۔ جب

ان کے جملے پر رُخ موڑتا اُنہیں دیکھنے لگا تھا ۔۔

کیا مطلب کیا ہوا ہے اُسے ۔۔۔؟ اُسکے لہجے میں بیزاری تھی ۔ بھابھی

اور بھائی صاحبِ آئے تھے۔ کہ آپ رخصتی کا بول رہے ہو ۔۔ بیٹا

رخصتی تو تب ہو جب دلہن اپنے ھوش وحواس میں ہو۔ وہ دیکھو

سامنے پڑی ہے۔ وہ اپنی طرف سے اُس کو کسی بھی طرح اِس اقدام

سے فلحل روکنا چاہتی تھیں۔

بیٹی نکاح کرتے ہی بے ہوش ہو گئی تھی۔ اگر رخصتی کا سنتی تو شاید

مر ہی جاتی۔۔۔

وہ اُن کے کہنے پر سامنے بیڈ کی طرف دیکھنے لگا۔ جہاں اس کی تھوڑی

دیر پہلے

بنی منکوحہ پڑی شہریار کے دیئے گئے لباس میں ہی ملبوس کمبل

اوڑھے ایک ہاتھ

پیٹ پر رکھے جبکے دوسرا تکیہ پر پڑا اُس کی

گہری نیند کا صاف پتہ دے رہا تھا۔۔۔

انگھوٹھے اور شہادت کی انگلی سے اپنی ہلکی ہلکی بیرڈ مسلتا واپس آمنہ بیگم کو دیکھتا پلٹنے ہی لگا تھا۔ جب اچانک کُچھ سوچتا قدم بیڈ پر اپنے ہوش و ہواس سے بیگانہ پڑے وجود کی طرف بڑھا گیا تھا۔۔۔

نزدیک پہنچتا اُسے دیکھتا بلکے گھورتا کمبل ہٹاتا اُس کے دھان پان سے وجود کو بازوؤں میں اُٹھا گیا۔ آمنہ بیگم اُس کی حرکت پر سٹپٹاتی اُسے روکنے لگی۔۔

بیٹا اُسے کہاں لے جا رہے ہو۔؟ اُس

کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ صبح ویسے بھی بارات ہے۔ اُسے اُس کے بیمار ہونے کا احساس دلاتی بے بسی سے بولیں تھیں۔۔۔

ایسی کوئی خاص بیمار نہیں ہے یہ۔۔ بس اچانک شوک سے ایسے

بیہوش ہوئی ہے۔ صبح تک بلکل ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ اپنے بازوؤں میں موجود اُس کے

بیہوش وجود کو اِک نظر دیکھتا اُنہیں اپنی طرف سے مطمئین کرتا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔۔

جبکے اپنے کمرے کی دہلیز پر کھڑے شہریار رضا نے بند ہوتے دل کے ساتھ یہ روح چیرتا منظر دیکھا تھا۔ اور واپس کمرے میں بند ہوتا دروازہ بھی

بند کر گیا تھا۔۔

اُسے کمرے میں لاتے اُس نے اُسے ناگواری سے دیکھتے بیڈ پر پٹک دیا تھا۔ یوں جیسے وہ کوئی بے جان گڑیا ہو۔

اور خود رات کے اِس وقت خود کو پر سکون کرنے کے لیے بالکونی کی

طرف بڑھتے آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ جب اُسے گیٹ سے شہریار

گاڑی لے کر نکلتا نظر آیا۔ دِماغ میں اچانک نکاح کے وقت غیر ہوئی

اُس کی حالت یاد آتے فوراََ ٹراؤزر کی پاکٹ سے موبائل نکالتے اُسے

کال ملا گیا۔۔

جبکے اُس کا نمبر بند جانے پر اُس نے گیٹ پر کھڑے گارڈ کو کال ملاتے

اُس کے رات کے اِس پہر نکلنے کا استفسار کیا۔۔ دوسری طرف سے

ملے جواب نے اُسے حقیقتاً حیرت میں مبتلا کیا تھا۔۔؟

کمرے میں واپس جاتے ہوئے ہنوز اُس کا نمبر ملا رہا تھا۔ لیکن دوسری

طرف سے

کوئی جواب موصول نہ ہو رہا تھا۔

ooooooooooooooo

کمرے کادروازہ بند کرتے وہ دروازے سے ہی ٹیک لگاتا نیچے بیٹھتا چلا گیا۔ آنسو جو تھوڑی دیر پہلے خشک ہوئے تھے۔ ایک بار پھر نیلی آنکھوں سے بہنے لگے

تھے۔۔

وہ کیسے۔۔؟ اپنی محبت کو اپنے دوست کے ساتھ دیکھے گا۔ وہ تو اِک نظر دیکھ کر ہی مرنے والا ہو چُکا تھا۔

پاس کھڑا شیطان اُسے بہکا رہا تھا۔ کہ وہ کوئی تو غلط قدم اُٹھائے کُچھ تو کرے ۔۔

کیا وہ ساری زندگی یوں اُس کے روگ میں گزار دے گا۔۔؟

برداشت کر لے گا اُسے اپنے یار کے ساتھ ۔ اپنے ذہن میں اُبھرتے منفی خیالات سے تنگ آتا وُہ سر گھٹنوں پر ٹیکتا قرب و اذیت سے بولا ۔۔" اُس کا نکاح ہو چکا ہے اور شاید رُخصتی بھی" کُچھ دیر قبل کا منظر یاد آتے آنسو اور تیزی سے بہنے لگے ۔ جبکے اُس میں اب اتنی ہمت بھی نہ بچی تھی کہ اُنہیں خشک کر سکے ۔۔۔

اپنی حالت سے پریشان ہوتا۔ اچانک اُٹھتا اپنے بیگ کی طرف لپکا تھا

۔۔ چند ایک ضروری چیزیں رکھتا۔ آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے

اپنی حالت درُست

کرنے لگا۔ مگر آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھتا قرب سے

آنکھیں میچتا اوپر

کی طرف دیکھنے لگا شاید آنسوؤں کو روکنا چاہ رہا تھا۔

اُس کا یہاں سے چلا جانا ہی بہتر تھا۔ ورنہ ضرور وہ کُچھ نہ کچھ غلط کر

بیٹھتا اور بعد میں پچھتاوا اُس کا مقدر بنتا۔

ooooooooooooooo

"چلو بکھرنے دیتے ہیں زندگی کو

سنبھالنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے"

بے تحاشا درد کرتی آنکھوں کو کھولنے کی

کوشش کرتے اُس نے اُٹھنا چاہا تھا۔

وہ یوں اوندھے منہ کیوں سو رہی تھی۔ جبکے وہ تو کبھی بھی نہ اسے لیٹی

تھی۔ جسم سُن ہو رہا تھا۔ہمت کرکے اُٹھ کے بیٹھتے اپنے ارد گِرد

دیکھنے لگی۔ یہ اُس کا کمرہ

نہ تھا۔ کہ اچانک خود پر نظر پڑتے ہی ایک جھٹکے سے اپنا عجیب و

غریب

نکاح یاد آیا تھا۔ جس کے یاد آتے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

اپنے ارد

گِرد سے بے خبر وہ ایک بار پھر رونے میں مصروف ہو چکی تھی۔

جب کہ کمرے میں گونجتی اُس کی سسکنے کی

آواز سے وہ جو غیر آرام دہ سا صوفے پر لیٹا بازو کو آنکھوں پر رکھے

شہریار کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔۔

آنکھوں سے بازو ہٹاتا اپنے کمرے میں ہوئے نئے اضافے کو کوفت

سے دیکھنے لگا۔ جو بیڈ پر بیٹھی یوں رو رہی تھی۔ کہ جیسے کبھی زندگی

میں اِس کی شادی ہونی ہی

نہ تھی۔

کیوں شور مچایا ہے تم نے تم اکیلی نہیں ہو اس کمرے میں ۔۔۔؟

کمرے میں

گونجتی اُس کی سرد آواز سُن کر مروہ کو چار سو چالیس واٹ کا جھٹکا لگا

تھا۔ ہاتھ چہرے سے ہٹاتی سامنے پڑے صوفے کی طرف دیکھنے لگی۔

جہاں وہ صوفے پر نیم دراز سا اپنی بھوری آنکھوں میں قہر لیے

اُسے ہی گھور رہا تھا۔ وہ بے یقینی سے اُسے دیکھتی رہی۔ جواب

دوبارہ بازو آنکھوں پر رکھتا اُسے بے یقینی

کی گہری کھائی میں دھکیل چُکا تھا۔ اُس سے نظر ہٹاتے کمرے کو دیکھا

یہ اس کا یا اس کے ماں باپ کا کمرہ نہ تھا۔ بلکے گھر میں کِسی بھی فرد

کا کمرہ ایسا نہ تھا۔ ہوتا بھی

کیسے وہ سب نوح ابراہیم تھوڑی تھے۔

اپنے حواس بحال کرتے بیڈ سے اٹھتے دروازے کی طرف لپکی تھی۔

وہ نہیں سوچنا چاہتی تھی۔ کہ وہ یہاں کیسے آئی۔

کیوں آئی۔؟لیکن وہ اِتنا ضرور جانتی تھی کہ اب وہ یہاں ایک منٹ

بھی نہیں رک سکتی تھی۔۔

وہ بازو آنکھوں پر رکھے اُس کی ساری کارروائی خود کو بڑی مشکل سے

پرسکون رکھنے کی کوشش کرتا ملاحضہ کر رہا تھا۔ اب اُسے دروازے کی

طرف بڑھتا دیکھ وہ بھی اس حالت میں غصے سے پاگل ہوتا اُٹھ کر دو

ہی قدموں میں اُس تک

پہنچتا۔۔

بازو سے دبوچتا کھینچتا ہوا بیڈ پر پٹک چکا تھا۔ مروہ جس میں پہلے ہی

ہمت نہ تھی۔ اب اس کے جانوروں جیسے سلوک پر آنکھوں میں

نفرت لیے اُسے دیکھنے لگی۔

جو ایک پاؤں بیڈ پر رکھتا غضب ناک نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

کہاں جا رہی تھی۔؟ اُس کے سوال کو اگنور کرتے اُس نے اٹھنا چاہا تھا

۔ جب وہ اُس کے ایٹیوڈ کو برداشت نہ کرپاتے اس کا جبڑا دبوچ چُکا تھا

۔ کوئی ٹیپیکل ڈرامانہ شروع کرنا اور میری بات کا جواب نہ دے کر

ثابت کیا کرنا چاہتی ہو تم۔۔؟

میں بے وقوف ہوں۔ جو تم سے اپنا سر

کھپا رہا ہوں۔ مروہ کو اس کی خود سے سوچی باتیں سُن کر جانے

کیوں اتنی نقاہت و نفرت کے باوجود ہنسی سی آئی تھی۔

جب کہ اپنی باتوں کے جواب میں اُس کا ہنسنا اُسے سیخ پا کر گیا تھا۔

مزید کسر پوری اُس کے اُبھرتے معدوم ہوتے ڈمپل پوری کر رہے

تھے۔

تمھیں میری باتیں مذاق لگ رہی ہیں۔؟

مجھے کُچھ نہیں لگ رہا آپ پلیز اپنے اندازے لگانا بند کرے۔طنزیہ

انداز میں بولتے اُس نے اپنی بات جاری رکھی۔۔

اور میں جا اِس لیے رہی ہوں۔ابھی نکاح ہوا ہے۔رُخصتی نہیں جو

میں اِس

کمرے میں موجود رہوں ۔ اس کی قینچی

کی طرح بیماری کی حالت میں چلتی اپنے سامنے زُبان کو دیکھ اپنا ضبط

کھوتا اُسے تھپڑ رسید کر چُکا تھا۔ جب کہ

مروہ سخت بے یقینی سے گال پر ہاتھ رکھے اُسے دیکھنے لگی ۔۔ بحث

پسند نہیں مجھے ۔۔ اور کمرے سے جانے کی اجازت نہیں ہے ابھی

تمھیں ۔۔ رُخصتی تمہاری

کل رات ہو چکی ہے ۔

ooooooooooooo

وہ ابھی تک دُلہن والے لباس میں ملبوس اپنی بد قسمتی پر ماتم کر رہی تھی ۔اُس کی صرف ایک غلطی نے اس کی خوشیوں کو اس سے دور کر دیا تھا۔

نوح ابراھیم اُس کی محبت اب کسی اور لڑکی کا مقدر بن چکا تھا۔ لڑکی بھی وہ جس سے اُسے شدید نفرت تھی ۔

ثمرین بیگم بیٹی کی حرکت پر نڈھال سی صوفے پر سر پکڑے بیٹھی رو رہی تھیں ۔

اب ماتم کرنے کا کیا فائدہ تمہارے بابا جو کہہ کر گئے ہیں ۔ وہ کرو ۔ کرو اس لڑکے کو کال اور کہو لے جائے تمھیں آ کر۔۔

اُن کی بات سنتے ہی وہ اُنہیں خاموشی سے دیکھنے لگی۔وہ مجھے طلاق دے رہا ہے۔ نہیں کرے گا وہ کوئی رُخصتی وُخستی۔؟ طنزیہ انداز میں ہنس کر کہتے اُس نے ماں کے قدموں تلے سے زمین کھینچی تھی۔

حرا کیا بکواس کر رہی ہو۔ نکاح کر چکی ہو اپنی پسند سے۔اب عزت سے رخصت ہو جاؤ۔ پہلے ہی تمہاری اِس حرکت نے مجھے اور تمہارے بابا کو کسی سے نظر ملانے کے قابل نہیں چھوڑا۔۔

بیٹی کے بات سنتے اُسے کوستی وہ رنجیدہ سے لہجے میں بولیں۔۔

آپ لوگوں کی وجہ سے ہی سب ہو گا۔ عاشر سے میری طلاق ہونی تھی۔ نوح سے میرا دوبارہ نکاح ہو جانا تھا۔ کِسی کو کچھ بھی پتہ نہیں چلنا تھا۔ مگر نہیں۔۔؟ بھانجی زیادہ عزیز ہے۔۔ تو اب سنبھالے آپ

اپنی طلاق یافتہ
بیٹی کا بوجھ کوئی اُس سے اب کبھی شادی نہیں کرے
گا۔

oooooooooooo

وہ دُکھی دل سے نکل آیا تھا۔ ابراہیم ہاؤس سے جہاں اس کے خوابوں کی شہزادی رہتی تھی۔ کبھی نہ واپس آنے کے لیے بے شک وہ مر جائے لیکن دوبارہ پاکستان نہیں آئے گا۔۔
سیل فون پر آتی نوح ابراہیم کی کال نے اسے نئے سرے سے اذیت میں مبتلا کیا تھا۔آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے کب اس کا دوسرا ہاتھ اسٹیئرنگ سے پھسلا کب اس کی بے قابو ہوتی سامنے سے

آتی کار سے ٹکرائی وہ نہ جان سکا تھا۔

"اب کے ہم بچھڑے تو شاید خوابوں میں ملے

جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملے

○○○○○○○○○○○○○○○○

ملال ہے مگر اتنا ملال تھوڑی ہے

یہ آنکھ رونے کی شدت سے لال تھوڑی ہے۔

بس اپنی واسطے ہی فکر مند ہیں سب لوگ
یہاں کسی کو کسی کا خیال تھوڑی ہے۔

پروں کو کاٹ دیا ہے اڑ ان سے پہلے
یہ خوف ہجر ہے شوق وصال تھوڑی ہے۔

مزا تو تب ہے کہ ہار کے بھی ہنستے رہو
ھمیشہ جیت ہی جانا کمال تھوڑی ہے۔

لگانی پڑتی ہے ڈبکی اُبھرنے سے پہلے
غروب ہونے کے مطلب زوال تھوڑی ہے۔

اپنے چہرے پر ہاتھ رکھے وہ سخت بے یقینی سے اُس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

اُس نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ مگر کیوں۔۔؟

اپنے حق کے لیے بولنے پر وہ یوں مارپیٹ اور ذلیل کرے گا۔تو وہ رو دھو کر چُپ ہو جائے گی۔تو یہ نوح ابراہیم کی زندگی کی سب سے بڑی بُھول ثابت ہونے والی تھی۔۔۔یہ آنے والا وقت اُسے اچھی طرح بتانے والا تھا۔۔؟

اُس کی بے یقین نگاہوں کو خود پر ٹکا دیکھ اگنور کرتا پلٹنے ہی لگا تھا۔

جب اُسے رکنا پڑا۔۔؟

کیوں مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے تم نے ۔۔؟

تمام ادب و آداب چھوڑتے اُس نے اس کی اھمیت اپنی نظروں میں ایک جملے سے اُسے جتائی تھی۔۔

بس اسی وجہ سے یہ جو چلتی زُبان ہے نہ تمہاری اِس پر قابو پا لو۔تو مجھے ہاتھ اُٹھانے کی زحمت ہی نہ کرنی پڑتی ۔ لیکن خیر ہے۔۔ اب سبق مل گیا ہے نا ڈیئر وائفی۔۔ اب کبھی بھی نہ بھولنا۔۔سرد مہری سے بولتے اُسے اپنے عمل پر زرا بھی شرمندگی نہ تھی ۔۔

میں نے کیا زبان چلائی ہے ۔۔؟ یا میرا اپنے حق میں بولنا ہی جُرم ہے ۔اُس کے لہجے میں تو کیا لفظوں میں بھی مقابل کے لیے بے تحاشا نفرت تھی ۔۔۔

تمھارا اپنے حق میں بولنا جُرم نہیں۔ لیکن میرے ساتھ یوں زُبان چلانا جُرم ضرور ہے۔اُس نے سکون سے اپنے گھٹیا عمل کی وضاحت دیتے اُسے دیکھا تھا۔جو عام لڑکیوں کی طرح شوہر سے تھپڑ پڑنے پر رونے دھونے کی بجائے اس کے سامنے کھڑی اسکے فعل کی وضاحت مانگ رہی تھی۔

مروہ اُس کی ڈھٹائی کو تاسف اور غصے سے دیکھتی جا کر بیڈ کی پائنتی میں گر سی گئی۔لڑنے جھگڑنے سے کچھ بھی نہ ملنے والا تھا۔سر درد سے پہلے ہی پھٹ رہا تھا۔مزید کسر اُس کے تھپڑ نے پوری کر دی تھی۔دل تو کر رہا تھا۔۔اونچا اونچا روئے پوچھے اپنے باپ سے کبھی خود تو پیار نہ کیا۔اب جس انسان سے نکاح کروایا تھا۔وہ بھی نفرت

کرتا ہے۔

کیا وہ یوں ہی ساری عمر اپنی زندگی میں آنے والے مردوں کے

ہاتھوں ذلیل ہی ھوتی رہے گی۔

ہیلو۔۔اُٹھواور بیڈ پر جا کر سو جاؤ ابھی۔۔اب دوبارہ رونا دھونا

سٹارٹ بلکل بھی نہ کرنا صبح بارات کا فنکشن

ہے۔ تمہارا بیمار ہونا فلحل بلکل بھی افورڈ نہیں کر پاؤں گا۔ ۔ وہ یوں

بے ہسی سے بول رہا تھا۔ جیسے کوئی کاروباری معاملہ ہو اُس کی

زندگی۔۔اس کی لمبی چوڑی تقریر پر بغیر اپنا رُخ پلٹے سرد مہری سے

بولی تھی۔

ڈریس چینج کرنا ہے میں نے۔؟ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا اپنے بال سیٹ کرتا وُہ حقیقتاً بھونچکا رہ گیا تھا۔ اُس کے دوٹوک لیکن سچویشن سے بلکل الٹ جملے پر مرر سے نظر آتی اُس کی پُشت گھورنے لگا۔آیا تھپڑ کے بعد ایسا جُملہ اُس کے لیے یقیناََ غیر متوقع ہی تھا۔۔ لیکن جواباََ بولا ضرور تھا۔ تو۔۔؟لہجہ بیزاری سے بھرپور تھا۔

وہ کونسا اُس سے بات کرنے کے لیے مری جارہی تھی۔کہ بادشاہ سلامت نوح ابراہیم صاحبِ مجھ سے بات کرے۔۔ مائے فوٹ۔۔

نوح ابراہیم؟ غصے سے اُس کے بارے میں سوچتے سر جھٹکا تھا۔

اُس کا مارا تھپڑ بھولی نہ تھی۔وہ اُس کے چہرے پر نہیں عزت نفس پر

پڑا تھا۔ آج اس کا دن تھا۔ وہ بھی اپنے وقت کا انتظار کرے گی ۔۔

اور سود سمیت بدلہ لے گی دل میں " تہیہ "کیا تھا۔۔

تو کیا ۔۔ اب اس ڈریس کو ہی پہنے رکھو ۔۔ اُس کا ضبط جواب دے رہا

تھا۔اُس کی بات سنتے ہی اُس نے اُسے اوپر سے لے کر نیچے تک بغور

آئینہ میں نظر آتا اُس کا عکس دیکھا تھا۔ پھر کُچھ سوچتا بولا ۔۔

میرا کوئی ڈریس پہن لو ۔ انداز احسان کرنے والا تھا ۔۔۔ وارڈروب

سے نکال کر ۔۔ کمرے سے اب صبح ہی نکلنا ہے تم نے۔ وہ اُس کی

ہدایت اور آفر پر لعنت بھیجتی خود کو کوسنے لگی کہ اس نے اُس سے

پوچھا ہی کیوں ۔۔ جبکے وہ اُس کی ڈھٹائی دیکھتا نفی میں سر ہلاتا سیل فون

پر آتی شہریار کی کال کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ شہریار کے فون سے

گونجتی اجنبی آواز سن کے حیران ہوتے اپنا تعارف کرایا۔۔

نوح ابراھیم اسپیکنگ ۔۔؟ دوسری جانب سے ملی خبر نے اُسے سخت پریشان کر دیا تھا۔ کونسے ہسپتال۔۔ اوکے ! میں آرہا ہوں ۔۔جب کے اُس کے منہ سے ہاسپٹل کا لفظ سنتے مروہ نے اب پریشان ہوتے اس کی طرف دیکھا تھا۔

جو عجلت میں کیزاور والٹ اُٹھاتا باہر کی طرف لپکا تھا۔دروازے سے نکلنے سے پہلے اُسے وارن کرنا بھولا نہ تھا

۔ "صبح سے پہلے کمرے سے ہر گز نہ نکلنا۔۔"جب کے مروہ نے اُس

کے جاتے ہی اُٹھ کر اِک نظر کمرے کو دیکھا تھا۔اور بنا انجام کا سوچے ڈور کھولتی نکلتی چلی گئ تھی۔رُخ سیکنڈ فلور پر موجود اپنے کمرے کی طرف تھا۔۔

ooooooooooooo

"ملے گے حشر میں، یہ خواہش اپنی جگہ مگر
رہے گا ملال، تو اس جہاں میں ہمارا نہیں ہوا"

ہاسپٹل کے کوریڈور میں چلتے ہوئے اُس کے قدموں میں عجلت نمایا ں تھی۔ مطلوبہ کمرے کے سامنے رکتے اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا تھا۔ اور سامنے پیشنٹ بیڈ پر پڑے شہریار رضا کو دیکھ اُس کی طرف بڑھا تھا۔ جس کے ماتھے اور ایک ہاتھ پر پٹی بندھی تھی ۔ اور خود وہ شاید ادویات کے زیرِ اثر سو رہا تھا۔ قریب جاتا سنجیدگی سے اُس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ جس پر درد کے گہرے اثرات موجود تھے ۔

پتہ نہیں کیا چیز ہے یار ۔ جس نے تجھے اِتنا ڈسٹرب کیا ہوا ہے۔ میں چاہ کر بھی تمہارے بدلے رویہ کا اندازہ نہیں لگا پا رہا۔ اُس کا ہاتھ پکڑتے دل ہی دل میں اُس سے مخاطب ہوا تھا۔

نرس کی آمد پر اس کا ہاتھ چھوڑتا سائڈ پر ہو گیا تھا۔ کب تک ہوش آ جائے گا اسے ۔۔؟ جیسا اِن کا ایکسیڈنٹ تھا۔ اُس حسابِ سے تو بڑی بچت ہوئی ہے۔ دو تین گھنٹے تک اُنہیں ہوش آ جائے گا۔ خطرے والی کوئی بات نہیں ہے۔ "ہی از پرفیکٹلی فائن ۔۔" نرس کے پروفیشنل انداز میں اُس کی صحت کے بارے میں بتانے پر اس نے اُسے دیکھے بنا صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔ جب کے نرس اِس وجاہت سے بھرپور بھوری آنکھوں والے مرد کی نظر اندازی پر ٹھنڈی آہ۔۔ بھرتے اپنا کام ختم کرتے باہر نکل گئ تھی۔

oooooooooooo

مروہ مروہ ۔۔اُٹھو ہوش کرو۔ آمنہ بیگم کے جھنجوڑ کر جگانے پر وہ جو گہری میٹھی نیند سو رہی تھی۔ ہڑبڑا کر اٹھی تھی ۔۔ ماں کو دیکھتے ۔۔ اُس نے کُچھ جھنجھلا کر نیند سے بند ہوتی آنکھوں کو دوبارہ بند کر کے سونا چاہا تھا۔ جب کانوں میں پڑتی اُن کی سخت آواز پر اُسے مجبوراً نیند کی قربانی دے کر اُٹھنا ہی پڑا ۔۔

جی ۔۔ ماما کیوں صبح صبح جگا رہی ہیں ۔ میری طبیعت سیٹ نہیں ہے ۔ اُٹھ کر بیٹھتے ماتھے پر آئے بالوں کو پیچھے کرتے خفگی سے بولی تھی ۔ جبکے وہ جو اُسے یہاں اپنے کمرے میں دیکھتی حیران تھیں ۔۔ اب اس کے یوں لا اُبالی پن سے خفگی ظاہر کرنے پر سنجیدگی سے اُس کا چہرہ

دیکھنے لگی ۔۔ جس پر معصوم سی خفگی کے سوا فلوقت کوئی بھی تاثر موجود نا تھا۔ اُن کے ذہن میں بہت سے سوال سر اُٹھانے لگے ۔ لیکن فلحل جس کام کے لئے اُسے جگانے آئی تھی۔ اُس پر اپنا دھیان دینا زیادہ ضروری سمجھا تھا۔ اُٹھو بہت سو لیا ہے۔ ناشتہ کر کے میڈیسن لوشاباش۔ کُچھ دیر میں پارلر جانا ہے تم نے ۔۔

ماں کی بات پر وہ مکمل نیند سے بیدار ھوتی لاپروائی سے انگڑائی لیتی بستر سے اٹھی تھی ۔ اُسے کچھ بھی نہ بولتا دیکھ وہ جو قصداًاُس کے سوالوں سے بچنے کے لیے کمبل سیٹ کرنے لگی تھی ۔

پلٹتی اُسے دیکھنے لگی ۔ جو آئینے میں نا جانے کیا اپنے چہرے پر ڈھونڈھ رہی تھی ۔

بیٹی کے عجیب و غریب انداز دیکھتی اُس کے پاس آئیں تھیں۔ کیا دیکھ رہی ہو۔۔؟ کُچھ بھی نہیں بس کل نوح بھائی۔۔ اپس ۔۔ میرے شوہر نامدار نے مجھے تھپڑ مارا تھا۔ تو بس دیکھ رہی تھی۔ کوئی نشان تو نہیں پڑا بٹ ایکسیلینٹ ۔۔؟ بڑا پرفیکٹ تھپڑ مارتا ہے آپ کا داماد ۔۔ اس کا اندزہ اور الفاظ ہزاروں نشتروں کی چبھن لیے ہوئے تھا۔ جب کہ اپنی باتوں سے وہ آمنہ بیگم کی دل کی دُنیا ہلا چکی تھی ۔۔

کیوں مارا اُس نے تمہیں ۔۔؟خود کو سنبھال کر سنجیدگی سے پوچھا تھا ۔ زیادہ کُچھ نہیں اُسے اپنے سامنے میرا بولنا پسند نہیں ۔

آپ نے غلطی کر دی مجھے زبردستی اُس کی بیوی بنا

کر۔ اُسے دراصل " گونگی بیوی " چاہئے تھی۔ جو صرف اور صرف

اس کے حکم سنے

آگے سے بولے کُچھ نہ۔۔

اُس کی کڑوی باتیں سن کر وہ پریشان ہوتیں بیڈ پر بیٹھ گئ۔ نوح

ابراہیم سے اُنہیں ایسے رویہ کی اُمید بلکل بھی نہ تھی۔

ماں کو پریشان ہوتے دیکھ اس نے خود کو ڈپٹا تھا۔ کہ

کیوں اُنہیں سب بتایا۔۔ لیکن خاموش بھی تو نہیں رہ سکتی تھی۔ ورنہ

وہ ضرور اُس کی خاموشی پر اُس پر حاوی ہونے کی کوشش

کرتا۔

ابھی تمہارے بابا سے اور ابراہیم بھائی سے بات کرتی ہوں۔ نوح کو سمجھائے میری بیٹی لاوارث نہیں ۔۔جو وہ یوں اُس سے مار پیٹ کرے گا۔ اُس کے ماں باپ زندہ ہیں۔ بولتے ہوئے وہ کمرے سے نکلتی چلی گئی۔

مروہ نے اُنہیں جاتے دیکھ اپنے آنسو صاف کیے تھے۔ اور پنجرے میں موجود چیکو کو دیکھا تھا۔ جو اس کے نظر انداز کرنے پر ناراض سا تھا۔

ہیلو۔۔چیکو میرے پیارے دوست تم کیا مجھ سے ناراض ہو۔۔؟

سوری یار میں تمھیں وقت نہیں دے پائی۔۔ کل سے اب تک بہت کچھ برا ہوا ہے۔ میرے ساتھ۔۔ جبکے چیکو شاید اس کی اُداسی محسوس

کر چُکا تھا۔ تبھی فوراً اپنی خفگی بھولتے اپنا تاج پھیلاتا محبت سے اُسے دیکھنے لگا۔

oooooooooooo

کمرے میں دستک دے کر داخل ہوتے وہاں پہلے سے موجود نوح ابراھیم کو دیکھ وہ کُچھ جز بز ہوئیں ۔۔ لیکن بیٹی کے مستقبل کا سوچتے آگے بڑھ کر اپنے بھائی کو دیکھنے لگیں ۔ جو شاید نوح سے کوئی ضروری بات کر رہے تھے ۔ اب اُن کی یوں اچانک آمد پر خوش دلی ۔۔ سے اپنی جگہ سے اُٹھتے بولے تھے ۔

آمنہ آئو بیٹھو مروہ کی طبیعت کے بارے میں بتاؤ۔ اگر بچی کی طبیعت زیادہ خراب ہے ۔ تو نوح لے جائے گا ڈاکٹر کے پاس یا پھر ہم ڈاکٹر کو

اِدھر ہی بلوا لیتے ہیں ۔ اُن کے فکر مند انداز کو دیکھتے وہ اُن کے پاس ہی بیٹھ گئ اور سامنے صوفے پر براجمان اپنے بھتیجے کو دیکھنے لگیں ۔۔ جو اُن کی گفتگو سے لا تعلق سا فون پر مصروف ہو گیا تھا۔

بھائی جان ! آپ نوح سے پوچھے کے اس نے کل کیوں مروہ پر ہاتھ اٹھایا ہے ۔۔۔؟اُن کی بات سنتے وہ جو اپنے دھیان میں میسیجز چیک کر رہا تھا۔ ٹھٹکتا اُنہیں دیکھنے لگا۔جو پہلے ہی خفگی سے اُسے ہی دیکھ رہی تھیں ۔

جبکے بہن کی بات سنتے ابراہیم صاحبِ نے حیرت سے اپنے سپوت کو دیکھا تھا۔

باپ کو خود کو دیکھتا پا کر وہ سنبھل کر بیٹھتا پھوپھو کو دیکھتا بولنے لگا

--

" جی ایسی کوئی بات نہیں۔ دراصل میرے ڈانٹنے پر یوں اول فول بول گئی ہے۔ ورنہ سب ٹھیک ہے۔"

آپ پریشان نا ہوں۔ وہ قطعاً اپنی پرسنل لائف کو ڈسکس کرنے والا انسان نہ تھا۔ اُنہیں مطمئین کرتا خود کمرے سے نکل گیا تھا۔ کیونکے جس نے یہ کام کیا تھا۔ اُس کے پیچ ٹائٹ کرنے بہت ضروری تھے

--

oooooooooooo

ہیلو ڈیئر کزن سسٹر۔۔۔ ہو گئی تمہاری بیسٹی کی کزن سسٹر کی شادی

۔۔ نایاب مروہ کے گھر سے آ کر اب تک پریشانی سے اپنا کمرہ بند کیے

پڑی تھی۔ جب اُسامہ نوک کر کے اندر داخل ہوتا کُچھ شوخ انداز

میں استفسار کرنے لگا۔۔۔ وہ اُسے دیکھتی مایوسی سے سر جُھکا گئی۔

جبکے اُس کے ایسے ریکشن نے اُسامہ کو کُچھ غلط ہونے کا احساس دلایا

تھا۔ ہیلو جواب تو دو۔

اُسامہ بھائی ہو گیا اُس کا نکاح۔۔ تو یہ تو خوشی کی بات ہے۔ پر تم

کیوں اپسٹ ہو۔۔؟ اُسامہ کے لہجے میں تشویش تھی۔

اس کے سوالات پر نایاب نے جھنجھلا کر اُسے دیکھا تھا۔ اور ایک بار

پھر مایوسی سے سر جُھکا کر آہستہ سے بولی۔۔

یہی تو پریشانی ہے کہ نکاح ہو گیا۔ اُس کے ادھورے سے جواب پر
اُسامہ نے اب تھوڑی سختی سے استفسار کیا۔۔ ہوا کیا ہے۔ کیوں
پہیلیوں میں بات کر رہی ہو۔۔

اُسامہ بھائی مروہ کا نکاح ہوا ہے۔ میری بیسٹی کا اپنی کزن کی جگہ

۔۔۔۔

نایاب کے منہ سے نکلنے والے الفاظ اُسامہ کو پہلے تو سمجھ ہی نہ آئے
لیکن ان کا مطلب سمجھ آتے ہی۔۔اُسے غصے سے پاگل کر دیا تھا۔
تبھی مزید کوئی بھی بات کیے بنا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔۔۔

اپنے کمرے میں داخل ہوتے اُس نے ڈھار سے دروازہ بند کیا تھا۔

آفس کوٹ اور شرٹ اتارتا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہوتا اپنا

خوبرو عکس دیکھنے لگا۔کیا وہ ٹھکرائے جانے کے لیے بنا تھا۔۔؟

وہ اُسے خواب دکھا کر کِسی اور سے نکاح کر چکی تھی ۔اُسے یعنی۔۔

"اُسامہ حیدر" کو ریجیکٹ کیا تھا۔جس کے ارد گِرد ہزاروں کی

تعداد میں لڑکیاں اُس کی صرف ایک ہاں کی منتظر تھی۔لیکن اُسے وہ

لڑکی ٹھکرا چکی تھی ۔

مروہ یوسف تم صرف

اُسامہ حیدر کی ہو ۔اور جو چیز مجھے آج تک پسند

آئی ہے۔وہ میں حاصل کر کے ہی رہتا ہوں ۔اور تم

" میری محبت " ہو تمھیں تو ہر حال میں میرے پاس ہونا چاہیے تھا مگر تم نے خود کے ساتھ بُرا کیا ہے

سویٹ ہارٹ۔ بہت برا۔۔۔ آئینے میں خود کو دیکھتے وہ اُسے اپنے خیالوں میں وارن کر رہا تھا۔ کہ وہ صِرف اور صرف اس کے ہے۔۔۔

پارلر سے وہ تیار ہو کر اب ہوٹل کے برائڈل روم میں موجود تھی ۔ مرر میں اپنا دُلہن بنا عکس دیکھتے اس نے قرب سے اپنی نظریں جھکائی تھیں ۔۔ زِندگی بھی کتنی عجیب شے ہے۔ کہ اس نے اپنے خوابوں میں بھی ابھی اپنی شادی کے بارے میں سوچا نہ تھا۔ شادی وُہ بھی

نوح ابراہیم سے۔۔۔

وہ شخص جس نے ہمیشہ اُسے ڈیگریڈ کیا تھا۔ اپنی باتوں سے ۔۔ کیا وہ کبھی اُس انسان کے ساتھ خوش رہ سکے گی۔۔۔؟

ماں کے منہ سے اُس کے بارے میں جو کچھ سنا تھا۔ اُس نے اُسے حیرت میں مبتلا نہ کیا تھا۔ بس خاموشی سے اُن کی بات سنتے اس نے نہیں اُنہیں بتایا کہ وہ کتنا بڑا مکار انسان تھا۔ جو دھڑلے سے اپنے گھٹیا عمل سے مُکر گیا تھا۔

بس اُن کی اِلتجا سنتے خاموش ہو گئی۔ جو اُسے رِشتہ نبھانے کا کہہ رہی تھی۔ پتہ نہیں ماں باپ اپنی بیٹیوں کو ہمیشہ جھکنے کا ہی کیوں کہتے ہیں۔ اور وہ اُن کی باتیں مانتے اس قدر جھک جاتی ہیں۔ کہ اُن کی

اپنی کوئی عزت نفس باقی ہی نہیں رہتی۔۔۔ تلخی سے سوچتے اس نے دوبارہ اپنا سجا سنورا روپ دیکھا تھا۔ جو دیکھنے والے کو مبہوت کر دینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

پر کیا فائدہ جب رِشتہ ہو ہی مجبوری کا سودا۔۔۔ وہاں خوبصورتی یا محبت میٹر کرتی ہی نہیں۔۔۔۔

اُس کی تلخ سوچوں کا سلسلہ حرا کی آمد سے ٹوٹا تھا۔

جو بلیک کلر کی سلک کی کُچھ حد تک بولڈ ساڑھی پہنے ڈارک میک اپ کیے دروازے میں کھڑی اُسے کاٹ دار نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔

مروہ نے اس کی نظروں سے کوفت محسوس کرتے سر جھٹکا تھا۔

وہ خود اُسے دیکھنا بھی نہ چاہتی تھی۔ صرف اور صرف اس کی وجہ

سے وہ یہاں اِس حالت میں موجود تھی ۔۔

خوش تو بہت ہو گی۔۔ ویسے

کب سے نظر تھی۔ تمہاری میرے نوح پر۔۔۔؟ لیکن تمہارا اتنا بھی

قصور نہیں ہے ۔وہ ہے ہی اِتنا چارمنگ اوپر سے اُس کا روڈ انداز

لاکھوں میں اُسے نمایاں کرتا ہے ۔ بے شرمی سے بولتے ہوئے ۔۔

اُس نے مروہ کے کانوں سے شرم اور غصے سے دھواں نکال دیا تھا

۔۔۔

اپنی حد میں رہے ۔ اور جائے یہاں سے ۔۔

مجھے بھی یہاں ٹھہرنے کا شوق نہیں ۔۔ میں بس تمھیں بتانے آئی

تھی ۔ کہ کوئی دل ول نا لگا بیٹھنا۔۔ بس کچھ دن انجوئے کر لو۔

بھت جلد وہ تمہیں طلاق دے کر مجھ سے شادی کرے گا۔ آفٹر آل

میں اُس کی بچپن کی محبت ہوں ۔۔"

زیادہ دیر نہیں میرے بغیر رہ سکے گا ۔۔

اُس کے دِماغ میں زہر گھولتی ساڑھی کا پلو سنبھالتے جیسے آئی تھی۔

ویسے ہی پلٹ گئی ۔۔۔

لیکن اپنے لفظوں سے اُسے گہری کھائی میں ضرور دھکیل گئی تھی

اُن کی کار شہر کے مشہور میرج ہال کے سامنے آ کر رکی تھی۔ گاڑی سی

نکلتی نایاب نے ٹھٹھک کر فرنٹ سیٹ سے اترتے اُسامہ حیدر کو دیکھا تھا۔

جو بلیک کلر کی شلوار قمیض کے اوپر بلیک اسٹائلش سی ویسٹ کوٹ پہنے معمول کی ڈریسنگ سے قدرے ہٹ کر بہت خوبرو لگ رہا تھا۔

"اُسامہ بھائی۔۔؟"آپ اب جائے جب ایونٹ ختم ہو گا میں آپ کو بتا دوں گی آپ خود آ جانا لینے یا ڈرائیور کو بھیج دینا۔۔

کار لوک کرتے اُسامہ نے ٹھٹھک کر اپنی بہن جیسی کزن کو دیکھا تھا۔

جو پُرپل کلر کی سیمپل لیکن خوبصورت میکسی پہنے بہت پیاری لگ رہی تھی۔

کیوں۔۔؟ کیا میرا تمھاری دوست کی بارات میں شرکت کرنا منع ہے

۔اُس کا لہجہ سرد مہری لیے ہوئے تھا۔

نایاب نے جھنجھلا کے اپنی ڈریس سنبھالتے اُسے دیکھا تھا۔جو واقعی اُس کے ساتھ اندر جانے کے لیے تیار تھا۔ وہ مروہ کی فیملی کی منٹلٹی اچھی طرح جانتی تھی۔ تبھی اُس کے جانے سے پریشان تھی ۔۔

تم پریشان نا ہو۔ میں جانتا ہوں ۔اُس کو بھی بہت اچھی طرح اور اس کے شوہر "صاحب" کو بھی چلو اب چلے یا واپس جانا ہے۔۔ وہ اُسے ڈپٹتا خود اُس سے پہلے مین انٹرنس کی طرف قدم بڑھا گیا تھا۔۔

ooooooooooooo

مروہ اُٹھو لڑکی کھڑی ہو جاؤ تمھیں سٹیج پر لے کر جانا ہے۔ میرے پیارے نوح بھائی۔۔ قسم سے آج تو بہت بہت ہینڈسم لگ رہے ہیں۔ تم دیکھو گی تو۔۔ ہوش کھو دو گی اتنا پیارا شوھر ملا ہے یار تمہیں۔۔۔

زویا اندر آتی پٹر پٹر بولتی اُسے کہنے لگی جو کب سے یوں بیٹھے بیٹھے تھک چکی تھی۔ اُس کی آواز سنتے گردن موڑ کر اُسے دیکھنے لگی۔۔ جو اُسے اپنی بھابھی کے روپ میں دل و جان سے قبول کرچکی تھی۔ اُس کے پیچھے ہی آمنہ بیگم اور صاعقہ بیگم بھی آ گئیں۔۔۔ مروہ کو آنے والے وقت کا سوچ کر جانے کیوں اپنے دل کی دھڑکن انتہائی سست پڑتی محسوس ہو رہی تھی۔

بی بی۔۔؟منہ پر بارہ نہ بجاؤ۔ تم نے کونسا رُخصت ہو کر کہی جانا

ہے۔۔۔ اب دیکھنے والوں کو تو یہی لگے گا لڑکی کی زبردستی شادی ہو رہی ہے۔ صاعقہ بیگم آتے ہی اُسے ٹونٹ کرنے لگی۔ اُن کی جلی کٹی سنتے اُس نے بیزاری سے آنکھیں بند کی تھیں۔ اب تو وہ اس کی ساس بھی بن چکی تھی۔ مروہ کو اپنے مستقبل کی ایک جھلک امیجن کرتے ہی آنکھوں کے آگے تارے ناچتے دکھائی دے رہے تھے۔۔

آمنہ بیگم اور زویا نے اُس کا لہنگا سنبھالتے اُسے کھڑا کیا تھا۔ اور باہر کی طرف لے کے چل دی۔

کتنی بے بسی محسوس ہوتی ہے۔ جب انسان کو اپنی زندگی نا چاہتے ہوئے بھی دوسروں کے اشاروں پر گزارنی پڑتی ہے۔۔

اسٹیج تک جاتے ہوئے ہزاروں نگاہیں اُسے خود پر محسوس ہو رہی

تھیں۔

کُچھ رشک بھری اور کچھ حسد اور نفرت سے بھری اور ان میں حرا عادل کی نگاہیں بھی شاملِ تھی۔ جو اپنے خوبصورت خوابوں کی ملکہ خود کی بجائے کسی اور کو بنتا زخمی دل سے دیکھ رہی تھی۔ بس نا چل رہا تھا۔

مروہ کو جان سے مار دے۔ اگر وہ نہ ہوتی تو" نوح ابراہیم " کو ہر حال ۔۔ہر قیمت ۔۔پر اُس سے ہی شادی کرنا پڑتی لیکن یہی تو اصل حقیقت تھی۔ کہ وہ آخر کیوں نہ ہوتی۔۔۔؟

اسٹیج کے قریب پہنچ کر اس نے مسکارے کے بوجھ سے جُھکی پلکیں اُٹھاتے سامنے کھڑے اپنے دولہے کو دیکھا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی اُسے

زویا کی گئی تعریف کچھ بھی نہ لگی تھی ۔ کیونکے ۔۔۔

نوح ابراہیم گولڈن کلر کی اسٹائلش سی شیروانی پہنے سر پر مہرون رنگ کی پگڑی رکھے اپنی براؤن چمکتی آنکھوں کے سنگ اِتنا ہینڈسم اور " گریسفل "لگ رہا تھا۔ کہ شادی میں موجود جوان لڑکیاں تو کیا بڑی عمر کی خواتین بھی دولہے کو ہی ٹکٹکی باندھے دیکھ رہیں تھیں ۔۔

آج اُسے دیکھتے مروہ کا دل بھی زور سے دھڑکا ضرور تھا۔ اپنی کیفیت سے گھبراتے ہوئے دوبارہ اُسے دیکھا تھا۔ جو اپنے اُوپر جمی ہزاروں ستائشی نظروں سے حد درجہ بے نیاز ہتھیلی پھیلائے کھڑا سرد مہری

سے اُسے گھور رہا تھا۔

اُسے ہاتھ بڑھاتے نہ دیکھ زویا نے جلدی سے آگے ہوتے اُس کا ہاتھ پکڑتے بھائی کے پھیلے ہوئے ہاتھ میں دے دیا تھا۔

نوح ابراھیم نے ہاتھ تھامتے اتنی ذور سے دبایا تھا۔کہ درد سے مروہ کی ہلکی سی چینخ نکل گئ ۔۔آنکھوں میں پانی لیے اس نے سنگدل بنے اپنے شوہر نامدار کو دیکھا تھا۔جو اپنی گھٹیا حرکت پر اب لاتعلق سا اسے لیے دولہا دلہن کی مخصوص نشست پر براجمان ہوچُکا تھا۔۔

اُس کی خود پر ٹکی شکوہ بھری نظروں کو محسوس کرتے اس نے اپنی بھوری آنکھوں سے دوبارہ اُسے دیکھا تھا۔۔وُہ جان لیوا حد تک آنکھوں میں ہلکی ہلکی سی نمی لیے پیاری لگ رہی تھی ۔۔ لیکن وہ

پیور شے پسند کرنے والا انسان تھا۔۔ چاہے وہ انسان ہو یا کوئی بے جان چیز۔۔

مصنوعی چیزوں سے اُسے سخت چڑ تھی۔اور یہی چڑ اُسے اپنے ساتھ بیٹھی دلہن کو دیکھ محسوس ہوئی تھی۔ تبھی جلدی سے نظروں کا رُخ بدل گیا۔۔۔

مروہ نے بھی اُسے اگنور کرتے سامنے کی طرف نظریں کی اور سامنے نایاب کے ساتھ شان سے اسٹیج کی طرف ہی چل کر آتے " اُسامہ حیدر" کو دیکھ اُسے دھچکا لگا تھا۔۔

اور جن مخمور نظروں سے اُسے دیکھتا وہ اسٹیج کی طرف آ رہا تھا۔ کوئی اندھا بھی ہوتا جان جاتا کہ وہ اُسے کس حد تک پسند کرتا تھا۔۔

شدت سے اسے کُچھ غلط ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔ جب کہ اس کے بے چینی سے یوں ملنے جلنے کو ضبط سے برداشت کرتے "نوح ابراہیم" نے اُسے دیکھا تھا۔

جو دلہن بنی سامنے سے آتے ہینڈسم سے لڑکے کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

یعنی حد ہی ہو گئ تھی۔ اُس کی بیوی شوہر کی بجائے کسی اور کو تاڑ رہی تھی۔ وہ بھی بنا پلک جھپکے اُسے غصے سے اپنی دماغ کی شریانیں پھٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔

اُدھر نہیں میں اِدھر بیٹھا ہوں ڈارلنگ۔ اس کی تھوڑی سختی سے پکڑتے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی تھی۔ جبکے مروہ جو اپنے

دھیان اُسامہ کو دیکھ رہی تھی ۔اُس کے چہرہ اپنی طرف موڑنے پر ناگواری سے اُس کا ہاتھ اپنی تھوڑی سے جھٹکتے دوبارہ سامنے دیکھا تھا۔ جو اب اُن کے قریب آ چکا تھا۔نوح نے اُس کی بدتمیزی پر خود پر کنٹرول کیا تھا۔اور آنے والی ہستی کو سرد نظروں سے دیکھنے لگا جیسے اُس کی بیوی دھڑلے سے شرم و حیا بھلائے تاک رہی تھی ۔۔

کنگریجولیشن ۔۔۔؟ ہاتھ میں موجود "ریڈ روزیز" کا بوکے مروہ کی طرف بڑھاتے وہ بولا تھا۔۔

جبکے نوح ابراہیم نے ناگواری سے اس کی حرکت کو دیکھا تھا۔ابھی اُس کی طبیعت صاف کر ہی دیتا۔۔جب نایاب جو صرف دو قدم پیچھے تھی ۔فوراََآگے ہو کر سیچویشن کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی ۔۔۔

مبارک ہو۔۔؟ دولہا بھائی آپ کو شادی کی نہیں ۔۔ یہ مبارک

دراصل میری اتنی پیاری دوست آپ کو ملی ہے اُس کی ہے ۔۔۔

اُسے کہتے وہ نان اسٹاپ اُسامہ کی آمد کی وجہ بھی بتانے لگی تھی۔۔

نوح نے آنے والی لڑکی کی زبان کی تیزی دیکھتے نفی میں سر ہلایا تھا۔

یعنی دوست بھی اپنے جیسی ہی بنائی تھی ۔۔

مروہ جو اُسامہ کو بوکے پکڑاتا دیکھ نروس ہو گئ تھی۔ نایاب

کے بات کور کرنے پر بوکے بلکل آہستہ سے شکریہ کرتے تھامتے سائیڈ

پر رکھتے نوح کو دیکھا تھا۔۔

لیکن وہ اب اس طرف متوجہ نا تھا۔۔بلکہ اپنے بزنس سرکل سے

ریلیٹڈ لوگوں سے مبارک باد اور گفٹ وصول کر رہا تھا۔ جن کی

تعداد ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔

اُسامہ نے اِس مطلبی لڑکی کو

کاٹ دار خون اُتری نگاہوں سے دیکھا تھا۔ جو اسے پہچان کر بھی

انجان بن رہی تھی۔۔

مروہ اس کی یہاں موجودگی پر اب سخت کوفت محسوس کرنے لگی تھی

۔۔

" کتنا آسان ہے تمہارے لیے مجھے نظر انداز کرنا میرے جذبات کا

مذاق اڑانا۔ لیکن میں خود کو دھوکہ دینے والوں کو ہرگز معاف نہیں

کرتا

مروہ یوسف یہ بات بھولے سے

بھی بھولنا مت۔۔ "

سلگتے لہجے میں اُسے وارن کرتا سٹیج سے اترتا چلا گیا تھا۔ جس کام کے لئے آیا تھا۔ وہ تو ہو چکا تھا۔ جب اچانک اپنے پیچھے سے آتی کھنکتی آواز پر اسے رکنا پڑا تھا۔

لگتا ہے دِل ٹوٹا ہے آپ کا وہ بھی بُری طرح ۔۔۔؟ حرا کا لہجہ معنی خیز تھا۔ جب کہ نظریں اس کی شاندار شخصیت سے مرعوب نظر آ رہی تھیں ۔۔۔

محترمہ ۔۔ میں آپ کو پہچانا نہیں ۔۔ ناؤ ایکسکیوز می ۔۔ اُسامہ نے اس سے جان چھڑانا چاہی تھی۔ وہ قطعاً اِس موڈ میں نا تھا۔۔

مجھے پہچاننا اِتنا ضروری نہیں جتنا یہ جاننا ضروری ہے کہ آپ کی محبت

اب کسی اور

کے پاس اُس کی بیوی بن کر جا چکی ہے۔ جبکے آپ ناکام عاشقوں کی

طرح۔۔۔۔

لیو اٹ ۔۔؟اگر چاہے تو میں آپ

کی مدد کر سکتی ہوں۔ یہ میرا فون نمبر رکھ لے۔۔ کیونکے بہت جلد

آپ کو اس کی ضرورت شدت سے محسوس ہو گی۔۔

اپنی بات کہتے وہ چلی گئ تھی۔ جب کہ اُسامہ نے تعجب سے اپنے

ہاتھ میں موجود چٹ دیکھی اور ایک نظر ساڑھی میں ملبوس دور جاتی

لڑکی کی پشت دیکھی تھی۔ اور سر جھٹکتا آگے بڑھ گیا۔۔

oooooooooooo

وہ سب لوگ بارات لے کر واپس ابراہیم ہاؤس آ چکے تھے۔ رُخصتی کے وقت اُس کے باپ نے دنیا دکھاوے کے لیے بھی اُس کے سر پر ہاتھ نہ رکھا تھا۔

عام لڑکیوں کی طرح اُسے بھی باپ کے شفقت بھرے ہاتھ کا اِنتظار تھا۔ لیکن وہ نہ آئے۔۔

کسی نے بھی اس کی اس کمی کو محسوس نہ کیا سوائے اُس کی ماں کے

جو آخری وقت تک شوہر کو قائل کرنے کی کوشش کرتی رہیں تھیں

۔۔۔

صاعقہ مامی نے گھر پہنچتے ہی پتہ نہیں اُس سے کون کون سی رسمیں

کروائی تھیں۔ صرف اور صرف اُسے تھکانے کے لیے ۔۔

وہاں سے جان چھوٹتے اِس وقت وُہ دلہن بنی نوح ابراہیم کے

کمرے میں اس کے بیڈ پر

بیٹھی تھکن سے چور چور تھی۔ کمرے میں موجود ہر چیز تازہ

گلاب کی پتیوں سے سجی اُسے آنے والے وقت کا سوچتے ہولا رہی تھی

۔

اس کی ماں سختی سے تاکید کر

کے گئی تھی۔ کہ اپنے شوہر کے آنے سے پہلے لباس تبدیل یا سونا

ہر گز نہ ۔۔۔ جب کے ان کی نہ سونے والی نصیحت پر عمل

کرنا اُسے اب مشکل ہی لگ رہا

تھا۔۔۔

اُس نے سامنے لگے بڑے سے وال کلاک پر دو بجتے دیکھ کمرے

کے دروازے کو دیکھا تھا۔ اور اپنی جگہ سے احتیاط سے کھڑے ہوتے

لہنگا سنبھالتے دروازے

کی طرف ننگے پاؤں بڑھی

تھی ۔۔

ابھی وہ کھولنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھاتی جب باہر سے دروازہ

کھول کر اندر داخل ہوتے نوح

کو دیکھ اچانک اس کی غیر متوقع آمد سے ڈر کر چینخ مارتی پیچھے کو پلٹتی بھاگی پر بُرا ہوا۔۔۔لہنگے میں پاؤں اٹکتے وہ دھڑام سے فرش پر جا گری تھی۔ ہونٹ اور ناک سیدھا فرش پر جا کر گویا چپک گئے تھے۔۔

پہلے ٹھیک تو ہو جاؤ پوری طرح۔۔ تو چلے جانا واپس اتنی جلدی کس چیز کی ہے تجھے۔۔۔ ؟نوح نے اسے دیکھتے سنجیدگی سے کہا تھا۔ جو پیشنٹ کے مخصوص ڈریس میں ملبوس ہاسپٹل بیڈ پر چت لیٹا کمرے

کی چھت کو یک ٹک بنا پلک جھپکے دیکھ رہا تھا۔ایک نظر ہی اُسے دیکھتا

اپنا آگے کا پلان بتاتے اب بلکل خاموش پڑا تھا۔

شہریار رضا۔۔؟میں تم سے بات کر رہا ہوں۔ ایسی کیا مجبوری ہے

۔؟جو تم راتوں رات گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اور اب اس

حالت میں واپس لندن جا رہے ہو۔۔

شہریار نے اس کی بات سنتے قرب و رنج سے اپنی نیلی چمکتی آنکھوں

کو بند کیا تھا۔۔

وہ اسے کیا بتاتا مجبوری تو بہت ہی چھوٹا لفظ ہے۔ یہاں اس کی محبت

اور خوشیوں بھری زندگی کی وجہ اس سے دور چلی گئی تھی۔

تو گھر جا یار۔۔؟ پاپا کی طبیعت سیٹ نہیں اس لیے مجھے ارجنٹ واپس

جانا پڑ

رہا ہے ۔اور کوئی بات نہیں ہے۔تو خامخواہ زیادہ سوچ رہا ہے۔ اپنی

طرف

سے مضبوط ریزن دیتے اُسے منانا چاہا تھا۔ جو اُسے گھر لے جانے پر

بضد تھا۔

تیرا آخری فیصلہ ہے یہ ۔۔؟ نوح نے آخری بار اس سے پوچھا تھا۔

ہاں۔۔ شام کی فلائٹ ہے۔ میں واپس چلا جاؤں گا۔ تب تک ہاسپٹل

میں ہی رک جاتا ہوں ۔ کیوں بلاوجہ شادی والے گھر جا کر سب کو

ڈسٹرب کرنا ۔۔ اپنے لہجے میں گھلتی نمی کو چھپاتا وہ روانی سے جھوٹ

بولتا بس کسی بھی طرح سے اسے یہاں سے بھیجنا چاہتا تھا۔ جو

شیروانی میں ہی ملبوسِ اسے سخت اذیت میں مبتلا کر رہا

تھا۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔؟ جیسی تیری مرضی۔۔ پھر ایسا کرتا ہوں۔ میں بھی

ادھر ہی رک جاتا ہوں تیرے پاس۔ نوح نے دو ٹوک انداز میں کہتے

قدم کمرے میں موجود صوفے کی طرف بڑھائے ہی تھے۔ جب اس

کی بات خاموشی سے سنتے شہریار نے تڑپ کر اٹھ کر بیٹھتے بے بسی

سے اسے دیکھا تھا۔

میں کل تمھارا" ریسیپشن "اٹینڈ کر کے جاؤں گا یار۔۔۔ اب تو پلیز

چلا جا۔۔ آج تیری شادی ہوئی ہے۔

نوح ابراہیم موبائل پر اپنے باپ کی کال آتا دیکھ اٹینڈ کرنے ہی لگا تھا

۔اس کی بات سنتے اثبات میں سر ہلا گیا۔ گویا وہ ایسا ہی چاہتا تھا۔

اوکے ۔۔ بابا کی کالز آ رہی ہیں تو میں

چلتا ہوں اپنا خیال رکھنا کوئی بھی چیز چاہیے ہو فوراََ کال کرنا۔۔۔ اور

کل خود ہرگز نہ آنا میں

ڈرائیور بھیج دوں گا یا خود ہی لینے آ جاؤں گا۔ وہ اسے سمجھاتا خود وہاں

سے نکل آیا تھا۔

نوح ابراھیم نے ھقا بقا ہوتے ۔اچانک ہوئی افتاد پر سامنے دیکھا تھا۔

جہاں پر اس کی بیوی فرش پر گری پڑی تھی ۔وہ اپنے حیرت بھرے

تاثرات پر قابو پاتا کمرے میں داخل ہوتا دروازہ بند کر گیا تھا۔

اور پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔ جو اب تک بے حس و حرکت فرش پر اوندھے منہ پڑی تھی۔ اس کی لمبی خاموشی پر مجبوراً اُسے سختی سے بولنا پڑا تھا۔۔

اٹھو۔۔؟ سسکی کی آواز سنتے شیروانی کے بٹن کھولتا اس کا ہاتھ رکا تھا۔ وہ جو مزید اُس کی عزت افزائی کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔ تعجب میں مبتلا ہوتا اس کے پاس جاتے جھک کر بازو سے پکڑ کر نیچے سے اٹھایا اور بغور اس کا آنسوؤں سے تر چہرہ دیکھا تھا۔ جہاں پر ابھی تک دلہن کا ہار سنگھار جوں کا توں برقرار تھا۔

کیا ہوا ہے۔۔؟ مروہ جو اپنے ساتھ پیش آئے اچانک حادثے پر درد

سے بے حال ہو چکی تھی۔ کیونکے گرنے سے دانت اور ہونٹوں پر

سخت چوٹ لگی تھی۔۔ اب اس کے یوں انجان بن کر نارمل انداز

میں پوچھنے پر تپ کر اپنا بازو اس کی گرفت سے چھوڑواتی صوفے پر

جا کر بیٹھتی رونے کا شغل پورا کرنے لگی تھی۔۔

آخر کب تک سب کچھ برداشت کرتی آج صبح سے روبوٹ کی طرح

اشاروں پر چلتی جا رہی تھی۔۔ اب گر کر قدرتی طور پر اسے موقع

مل گیا تھا۔ اپنی

فرسٹریشن نکالنے کا تو وہ ہاتھ آیا موقع بھلا کیسے جانے دیتی۔۔۔ ؟

نوح نے ضبط سے اپنے جھٹکے ہوئے ہاتھ کو دیکھا تھا۔اور مڑ کر اسے

سخت نظروں سے دیکھا تھا۔۔ جس نے آج دن میں دوسری بار اس کا

ہاتھ بے زاری سے جھٹکا تھا۔ دل تو اس کا کر رہا تھا۔ لگائے ایک رکھ

کراسے ۔۔ مگر اُسے پہلے سے ہی روتا دیکھ ارادہ

ترک کرتا شیروانی کے باقی بٹن بھی کھولتا طنزیہ انداز میں بولا تھا۔۔

" اب صبح اپنی ماں کو یہ بتا دینا کہ تمہاری یہ حالت میں نے کی ہے

۔۔" وہ اس کے ہونٹ سے نکلتے تھوڑے سے خون

اور ہلکی سی سوجھن دیکھتا لفظوں میں جتا رہا تھا۔ کہ وہ پچھلا واقعہ بھولا

ہر گز نہیں ۔۔۔

مروہ اس کے طنز پر نفرت سے سر جھٹکتے دوبارہ رونے لگی ۔۔ اُسے

اپنی باتوں پر کوئی ریسپانس شو نہ کرتے دیکھ اس کے قریب جاتا

صوفے پر ہی بیٹھ گیا۔ ادھر کرو اپنا چہرہ دیکھو تو ذرا کیا ہوا ہے ۔۔ جو

اتنا رونا دھونا مچایا ہے تم نے ۔۔۔؟ اس کے احتجاج کے باوجود چہرہ پکڑتے اس کے منہ کا سرسری سا جائزہ لینے لگا ۔۔ ٹھیک ہی ہے اتنی بھی نہیں لگی ۔اب یوں نہ بیٹھو اٹھواور یہ اپنا ڈریس چینج کرو اور مجھے بھی نائٹ ڈریس نکال کر دو ۔۔ سکون سے اس کا چہرہ چھوڑتا حکم صادر کرتا وہی صوفے پر ہی نیم دراز ہو گیا تھا ۔۔

مروہ نے اس کے بے حسی سے تجزیہ کرنے اور اس غیر متوقع آرڈر پر غصےاور نفرت بھری نظروں سے اُسے دیکھا تھا ۔جو آنکھیں موندے صوفے کی بیک پر سر رکھ گیا تھا ۔ اب اسے اپنی ماں پر بھی غصہ آنے لگا ۔ جو اسے بلاوجہ اس کے انتظار کا کہہ کر گئ تھیں اس کے قریب سے اٹھتی کمرے میں ہی موجود ڈریسنگ روم کی

طرف بڑھ گئی کبرڈ کی اپنی سائڈ سے اپنے لیے آرام دہ ٹراؤزر شرٹ نکالتے واشروم کی طرف بڑھ گئی تھی۔ تاکہ خود کو اس بوجھ سے آزاد کرسکے جیسے صبح سے اپنے اوپر لادھا تھا۔۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ اپنے آپ کو ہر قسم کی مصنوعی چیز سے آزاد کرتی واشروم سے باہر آچکی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہوتی ہونٹوں پر لگانے کے لیے کوئی ٹیوب یہ جل وغیرہ تلاش کرنے لگی۔ڈریسنگ پر پڑی مین لپ بام دیکھتی حیرت زدہ ہوتی الٹ پلٹ کے اسے دیکھتے کھول کر اسے ہی اپنے ہونٹوں پر لگا لیا تھا۔ اور ایک نظر سامنے صوفے پر لیٹے نوح کے ہونٹ دیکھے تھے۔ جو عام آدمیوں کی طرح سیاہی مائل کی بجائے پنک سے تھے۔ دیکھنے سے ہی پتہ چل رہا تھا۔کے وہ اپنی ہر چیز

کی کتنی کیئر کرتا ہے۔ سونے کے لیے بیڈ کی طرف بڑھتے ہوئے

دوبارہ اسے دیکھا تھا۔ جو اب تک شاید گہری نیند میں اتر چکا تھا۔ بیڈ

کی دائیں طرف لیٹتے اُس کا آرڈر یاد کرتے طنزیہ انداز میں سوچا تھا۔

پرسنل ملازم لگی ہوں میں اس کی۔ "میرے بھی کپڑے نکال دو"۔۔

غصے سے اسے کوستی ناک

چڑھاتی نکل اُتارتی تھکاوٹ اور نیند سے دکھتی آنکھیں بند کر گئی۔

صبح صبح دروازے پر ہونے والی مسلسل دستک پر اس کی آنکھ کھلی تھی۔

کمبل ہٹا کر اُٹھ کر بیٹھتے اس نے کمرے میں موجود اِتنا گُھپ اندھیرا

چھایا دیکھتے جلدی سے بیڈ سائڈ ٹیبل پر ہاتھ مارتے لیمپ آن کیا تھا۔

وہ کبھی بھی اتنے گُھپ اندھیرے میں سونے کی عادی نہ تھی۔

کمرے میں ہوتی ہلکی سی روشنی سے اس کے ساتھ سوئے وجود نے

کرخت انداز میں اسے ٹوکا تھا۔

لائٹ آف کرو۔۔؟ مروہ اُسے اپنے ساتھ ہی بیڈ پر موجود محسوس

کرتے گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ جو ٹراؤزر پر ہاف سلیو شرٹ پہنے

بیڈ کی

بائیں جانب اوندھے منہ سو رہا تھا۔ جب کہ چہرہ تکیہ میں دبا ہوا تھا

۔صرف ہلکے ہلکے بھورے بال ہی نظر آ رہے تھے۔ جلدی سے اس

کے قریب سے اٹھتی دروازے کی طرف بڑھی تھی۔

روکو۔۔؟ ملازم کوفی لے کر آیا ہو گا۔ تم اپنا حلیہ سیٹ کرو۔۔

اُسے سختی سے ڈپٹتا

خود اٹھ کر بیٹھتا بیڈ سائڈ ٹیبل پر رکھے موبائل پر ٹائم دیکھنے لگا جہاں

پر ابھی

صرف سات ہی بجے تھے۔

موبائل واپس رکھتے اُسے دیکھا تھا۔ جو شاید نہیں یقیناََ اسے اٹھتا دیکھ

اب دوبارہ سونے کی تیاریوں میں تھی۔

مروہ نے اپنی جگہ پر واپس بیٹھتے اُسے دیکھا تھا۔ جو ساسوں والی

نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں سے جھنجھلا کر تنک

کر استفسار کرنے لگی

کیا ہے آپکو۔۔؟ کچھ نہیں اٹھ جاؤ اب دوبارہ سونے کی ضرورت نہیں

۔ میرا ڈریس نکالو رات کی طرح بلکل بھی نہ کرنا۔۔؟ وہ اُسے کہتا

خود بیڈ سے اترتا سلیپر پاؤں میں پہنتا کمرے کا دروازہ کھولتے کافی کا

مگ پکڑ گیا تھا۔

ثاقب اب مزید یہ ڈیوٹی کرنے کی ضرورت نہیں تمھیں۔۔ بس آفس

ٹائم مینج کرنا۔۔ اُسے حکم دیتا دروازہ بند کرکے واپس مڑا ہی تھا۔ جب

اسے ڈھٹائی کی آخری حد بھی پار کرتے کمبل تان کر سوتے دیکھا تھا۔

کافی کا مگ کمرے کے وسط میں موجود ٹیبل پر زور سے پٹکتا خود دو ہی

قدموں میں اُس تک پہنچ کر کمبل ایک جھٹکے سے اتارا تھا۔ میں

تمہیں وارن کر رہا ہوں۔۔؟

مروہ یوسف۔ مجھے اتنا مجبور نہ کرو کہ میں تمہیں کوئی سخت سزا دینے پر مجبور ہو جاؤں۔۔۔۔ غصے سے بولتا سرخ انگارہ ہوتی بھوری آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔

کہنا کیا چاہتے ہیں آپ ۔۔ کھل کے کہیں۔۔؟ کل سے آپ ہیں جو مجھے ملازموں کی طرح ٹیریٹ کر رہے ہیں ۔ اور وہ میں ہوں جو خاموشی سے سب کچھ برداشت کر رہیں ہوں ۔ اب مجھے آپ مزید نہ انسلٹ کرے ورنہ مجھے مجبوراً ماموں جان سے آپ کے رویہ کی شکایت کرنا پڑ جائے گی۔

ہوں گے ۔۔آپ ہر چیز میں پرفیکٹ لیکن میں عام انسان ہوں ۔ اور خطاؤں کا پتلا ہوں۔ سو مجھے اپنے آرڈر پر چلنے والی مشین سمجھنا بند کر

دے۔ یہ نا کرو۔۔ وہ نا کرو۔۔یہاں نہ بیٹھو۔ وہاں بیٹھو۔وغیرہ

وغیرہ۔۔

مروہ جو کل سے اب تک اس کے رویہ سے منہ تک بھر چکی تھی۔

اب اس کے دھمکانے پر سب تمیز لحاظ بھاڑ میں جھونکتی بیڈ سے اٹھتی

سپاٹ انداز میں چلائی تھی۔جب اسے عزت راس ہی نہیں تو وہ کیا

کر سکتی تھی۔۔

نوح اپنے سامنے وہ بھی اس کی اس قدر جرات برداشت نہ کر پاتا

دوسری دفعہ اس پر ہاتھ اٹھا چکا تھا۔ منع کیا ہے۔۔؟نہ میرے ساتھ

زبان ہرگز نہیں چلانی اور کس سے مجھے ڈرانا چاہ رہی ہو تم۔۔بی بی

۔۔

میں نوح ابراھیم اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ تم سے یہ کسی بھی

تمہارے ماموں جان سے نہیں ڈرتا۔۔ اس کے بال جاہلانہ انداز میں

دو بچتا وہ کہیں سے بھی ہائی فائی بزنس مین نہیں لگ رہا تھا۔ بلکے بلکل

عام سا مرد لگ رہا تھا۔ جو اپنے سامنے اپنی بیوی کی صحیح بات بھی

برداشت نہیں کر سکتا۔۔

مروہ نے بے یقینی اس کی جرات دیکھتے غصے سے پاگل ہوتے اپنے بال

اس کی جنگلی گرفت سے چھوڑواتے اسے خود سے پرے دھکیلا تھا۔

میں کسی صورت اب یہاں اس کمرے میں نہیں رہوں گی۔ اپنی

آنکھیں بے دردی سے

رگڑتی دوڑتی ہوئی دروازے کی طرف لپکی تھی۔ اس سے پہلے وہ باہر

نکل پاتی وہ اُسے راستے میں ہی گردن سے پکڑتا دیوار سے لگا گیا تھا۔

کیا لینے جا رہی تھی۔ باہر۔۔؟

مار دوں گا جان سے۔۔ اب جو اس کمرے کی ایک بات بھی یہاں سے باہر کسی کو پتہ چلی اس کی گردن پر آخری حد تک۔۔

دباؤ بڑھاتا۔۔ وہ اُسے اپنی طاقت دیکھا رہا تھا۔ کہ اس سے مقابلے کی کوشش کسی صورت نہ کرے۔ مروہ نے سانس نا آنے پر آنکھوں میں ڈھیروں نمی اور نفرت لیے اسے پرے دھکیلنا چاہا تھا۔ لیکن یہ اس کے بس کی بات نہ تھی۔ اس کا ضبط اور سانس کی کمی سے لال بھبوکا ہوتا چہرہ اور گردن دیکھ اپنی سخت گرفت سے اس کی نازک گردن باالآخر آزاد کر گیا تھا۔۔

مروہ نے آزادی ملتے ہی نیچے فرش پر بیٹھتے اپنی سانس بحال کرتے نفرت بھری آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔ میں کسی صورت اپنے ساتھ یہ سلوک برداشت نہیں کروں گی۔ ابھی جا کر مما کو بتاؤں گی ۔۔ تم مجھے جان سے مارنا چاہتے ہو ۔۔ گلے میں پڑتی خراش سے اس کی آواز ضرور مدھم تھی ۔ لیکن فیصلہ کن تھی ۔

نوح نے اسے ڈھیٹ بنتے دیکھ اپنی پیشانی غصے سے مسلی تھی ۔ شادی نہیں ایک عذاب تھا۔ جو اس کے سر پر مسلط ہو گیا تھا۔ اس کے پاس نیچے بیٹھتا رازداری سے بولا تھا۔ پھر پتہ ہے کیا ہو گا ڈارلنگ ۔۔ پھوپھو جان پھوپھا سے لڑے گی اپنی بات منوانے کے لیے اور پھوپھا جان تمہارے والد صاحب ۔۔؟ ہو سکتا غصے میں آ کر اُنہیں چھوڑ

دے یا مار پیٹ کرے۔ اس عمر میں اپنی ماں کو طلاق کرواؤں گی۔ کیسی بیٹی ہو تم۔۔؟ اور۔۔۔

اس سب کے بعد بھی میں۔۔ تو تمھیں ہر گز نہیں چھوڑوں گا۔ اس کے چہرے سے بال ہٹانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا۔۔

وہ سختی سے اُس کا ہاتھ جھٹکتی اس کی طرف سے رُخ موڑ کر وہی فرش پر ہی بیٹھ گئ تھی۔ جبکے نوح اُسے رُخ موڑتا دیکھ اس کے قریب سے اٹھ گیا تھا۔ اب اسے سو فیصد یقین تھا۔ کہ وہ کمرے میں ہوئی ان کی آپسی لڑائی کسی کو نہیں بتائے گی۔۔

کچھ دیر یوں ہی ساکن و جامد بیٹھے رہنے کے بعد وہ دیوار کا سہارا لے کر اٹھتی چہرے پر بلینک تاثرات سجائے واشروم کی طرف بڑھ گئ

تھی۔ نوح خاموشی سے صوفے پر بیٹھا موبائل پر میسجز چیک کرتا اس کے رد عمل پر مطمئن تھا۔

آدھے سے زیادہ گھنٹہ گزرنے پر اُسے ابھی تک واشروم سے نکلتا نہ دیکھ وہ جو پہلے ریلیکس تھا۔ اب اپنی وہ کیفیت اُسے جاتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ اپنے بدترین خدشے کی تصدیق کرنے کے لیے اس نے صوفے سے اٹھتے واشروم کی طرف بڑھتے زور سے دستک دی تھی۔ انداز میں ایک بے چینی سی تھی۔۔ اوپن۔دا۔ڈور۔ مروہ ۔۔؟ لیکن واشروم کے دروازے کی

دوسری جانب موت جیسی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

اس کی طویل خاموشی سے شدید غصے میں مبتلا ہوتا ذور ذور سے

دستک دینے لگا۔

مگر کوئی بھی ریسپانس ملتا نہ دیکھ واشروم کے دروازے کی ایکسٹرا کی جو

ایمرجنسی کی صورتحال میں ہی استعمال کے لیے کمرے میں ڈریسنگ

ٹیبل کے دراز میں ہی موجود تھی۔اُسے ڈھونڈھ کر نکالتا دروازے

میں متعلقہ چابی لگاتا۔۔

دروازہ ایک جھٹکے سے کھولتا اندر داخل ہو گیا تھا۔۔ بنا یہ سوچ کے

وہ اندر کسی بھی حالت ۔۔۔میں موجود ہو سکتی تھی ۔۔۔ سامنے ہی

وہ باتھ ٹب میں عجیب بے ترتیب سے انداز میں گری پڑی تھی ۔۔۔

عجیب و غریب وہموں میں گِرا شرٹ کے اوپری بٹن کھولتا اس کے

قریب پہنچتا اسے سیدھا کر گیا تھا۔

کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ اور خود وہ خطرناک حد تک نیلی پڑ رہی تھی

۔ جلدی سے باتھ ٹب سے اس کے نازک چھوٹے سے وجود کو

بازوؤں میں اٹھاتا کمرے میں لاتا بیڈ پر لٹا گیا تھا۔۔۔

اس کے بے ہوش وجود کو گہری سانس لے کر تکتا اس کے نیلے ہوتے

گال کو زور زور سے تھپتھپاتا۔۔اُسے ھوش دلانے کی کوشش کرنے

لگا۔۔ مگر۔۔۔!! وہ بے حس و حرکت بے جاں پڑی ہوئی تھی۔

جسم نہ جانے کیوں اس کا نیلا پڑتا جا رہا تھا۔۔ وہ سمجھ نہ پا رہا تھا۔ کہ

اچانک ایسی حالت ہو کیسے گئی۔آخر۔۔؟

اس کی نیلی پڑتی رنگت نے اُسے سخت تشویش میں مبتلا کر دیا تھا۔۔

تبھی بنا دیر کیے فوراََ ڈریسنگ روم میں جاتا وارڈروب سے اپنی ہی کوئی شال اُٹھاتا بڑبڑاتا ہوا کمرے میں واپس آیا تھا۔۔اس کا چہرہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔۔۔

محض ۔۔! ! ایک دن میں اس لڑکی نے اسے تگنی کا ناچ کروا دیا تھا ۔۔ کہاں وہ بزنس کی دنیا میں مگن رہنے والا انسان تھا۔ شادی کر کے اسے لگ رہا تھا۔ اب نہ کر سکے گا وہ کوئی بزنس وغیرہ۔۔ سامنے لیٹی امیچور بد زُبان لڑکی نے اُسے اپنے جیسا بنا دینا تھا۔۔۔

شال اس کے پانی سے بھیگے ہوئے وجود کے

گرِد لپیٹنے لگا۔۔ عجیب بے ڈھنگے سے انداز میں اُسے لپیٹا تھا۔۔

اور ایک بار پھر بازوں میں اٹھاتا کمرے سے لے کر نکلا تھا۔ اس کی

حالت اس وقت ایسی تھی۔۔" آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔۔۔ "

وہ تو شکر تھا۔۔ آج ابھی تک کوئی بھی نہ اٹھا تھا۔ ورنہ الگ سب کے

سوالوں کے جواب دینے پڑتے۔۔۔ کار کی بیک سیٹ پر اُسے لٹاتا۔۔

ہسپتال لے کر نکل گیا تھا۔۔ جب کے کوئی اور بھی تھا۔ جو یہ منظر

اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں بیک وقت کئ

طرح کے جذبات اُبھرے تھے۔۔ اور سب سے خطرناک جذبہ حسد کا

تھا۔۔۔

بڑی عمر کے لوگ اکثر کہتے ہیں اپنی باتوں میں کہ اللہ انسان کو حسد بھری نگاہ سے بچائے۔ یہ انسان کو کہیں
کا نہیں چھوڑتی۔۔۔؟

وہ صبح صبح ہاسپٹل کے اس بے رونق کمرے سے گھبراتا باہر نکلا ہی تھا ۔۔جب فیمیل نرس نے اُسے سختی سے باہر جانے سے روکا دیا۔۔۔ بٹ۔۔وائے۔۔؟ کیونکہ مسٹر شہریار آپ کے ریلیٹو ہمیں سختی سے تاکید کرکے گئے ہیں۔۔آپ کو اس کمرے سے باہر نہ جانے دیا جائے۔۔۔

نرس کی بات سنتے اُسے نوح پر سخت تاؤ آیا۔۔ پھر ایک نظر نرس کو دیکھا تھا۔جس کے چہرے پر حد درجہ بے بسی چھائی تھی۔۔ کہ وہ خاموشی سے بنا بحث کیے اس کی بات مان لے بس۔۔۔

تھوڑی دیر باہر گزار کر فریش فیل کرنا چاہتا تھا لیکن۔۔۔!!!

اب باہر تو جا نہیں سکتا تھا۔۔اسی لیے واپس کمرے میں آتا سامنے موجود کھڑکی کے قریب کھڑا ہو گیا تھا۔

اور اپنا ٹوٹا ہوا موبائل ٹراؤزر کی پاکٹ سے نکالتا گیلری میں موجود واحد صنف نازک کی تصویر کھولتا دیکھنے لگا۔۔ دل ایک بار پھر درد

سے تڑپنے لگا تھا۔ کل سے اب تک ۔۔!! کتنی بار پکا ارادہ کرچکا

تھا۔۔کہ اب یہ تصویر ڈیلیٹ کر ہی دے گا۔

مگر جب بھی عمل کرنے کی کوشش کرتا اُنگلیاں کپکپانے لگتی دل کی

دھڑکن سست ہو جاتی اور آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا جاتا۔۔۔

اب بھی وہی معصوم بے خبری میں ہنستا کھلکھلاتا چہرہ دیکھتا۔۔۔۔ بے

بسی کی آخری حد پر خود کو کھڑا محسوس کر رہا تھا۔۔۔

"توں جو مل جائے تو تقدیر نگوں ہو جائے ۔۔۔۔

یوں نہ تھا۔۔؟فقط میں نے چاہا تھا یوں ہو جائے۔۔۔"

جب اچانک اس کی نظر نیچے ہاسپٹل پارکنگ میں زن سے آ کر رکتی

۔۔۔

گاڑی پر نظر پڑی ۔۔ اس کے لیے حیران کن منظر گاڑی کی فرنٹ

سیٹ سے اترتا

نوح ابراہیم تھا ۔۔۔

مگر اسے کار کا پچھلا دروازہ کھولتے کسی لڑکی کے وجود کو بازوؤں میں

اٹھاتا دیکھ اس کا ذہن ماؤف سا ہونے لگا۔ سر میں لگی چوٹ میں درد

کی اِک گہری لہر سی اُٹھی تھی ۔

لیکن وہ سب کچھ اگنور کرتا نیچے جانے کے لیے دروازے کی طرف لپکا

تھا۔ وہ لڑکی کا چہرہ تو نہ دیکھ سکا مگر اُس کے دل کو شاید کوئی الہام ۔۔

ہوا تھا۔ جو اس کے بازوؤں میں موجود لڑکی اُسے مروہ ہی لگی۔۔۔

نیچے پہنچنے تک کیا کچھ نہ سوچ چُکا تھا۔ آئی سی یو روم کے باہر نوح کو

کھڑے دیکھ اس کی طرف بے چینی سے بڑھا تھا۔۔۔

نوح برو۔۔ ایوری تھنگ از آلرائٹ ۔۔؟ یہاں کیوں کھڑا ہے۔

نوح ابراھیم جو خود ابھی تک

مروہ کی حالت کو دیکھ کر ڈاکٹر کے چہرے پر چھا جانے والے

ایکسپریشن پر سکتے میں تھا۔

اب بھی غائب دماغی سے اس کی طرف دیکھتا سامنے ترتیب سے لگی

چیئرز میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔۔ انداز عجیب ۔۔

کھویا کھویا سا تھا۔ کچھ دیر پہلے کمرے میں اُسے

"زدو کوب" کرتے نوح ابراہیم سے یکسر مختلف نوح ابراہیم لگ رہا تھا۔۔

شہریار جو بڑی مشکل سے دھیمے لہجے میں استفسار کر رہا تھا۔ اب اپنے دوست کو اپنی زندگی میں پہلی بار یوں چُپ چاپ غم سم سا دیکھتا۔۔۔ مزید اس کی چپ نہ برداشت کر پاتا اُسے جھنجھوڑ کر استفسار کرنے لگا۔۔ کون ہے اندر بتا مجھے یار۔۔؟ بتاتا کیوں نہیں۔۔۔؟

اس کے ڈائریکٹ سوال پر بنا چونکے دھیمے لہجے میں بولا تھا۔ میری بیوی۔۔۔؟ پہلے تو شہریار سمجھ ہی نہ سکا مگر سمجھ میں آتے اُسے وہی چھوڑتا خود پاگلوں دیوانوں کے انداز میں بڑبڑاتا آئی سی یو روم کی طرف بڑھا۔۔۔

"میری ماوی ۔۔۔؟ میری

ماوی کو کچھ نہیں ہو گا ۔۔۔"

آئی سی یو روم کے باہر لگے چھوٹے سے شیشے سے اس کے ھوش وحواس سے بیگانہ وجود کو نیلی خُوبصورت آنکھوں سے تکتا اُسے اس حالت میں دیکھتا خود پر لگائے صبر اور ضبط کے پہرے توڑتا رونے لگا تھا۔

وہ بھول گیا تھا۔۔ کہ وہ کہاں کھڑا ہے ۔۔؟ کون اُسے دیکھ رہا تھا۔۔ ؟اور کون نہیں۔۔ یہاں تک کہ وہ نوح ابراہیم کی موجودگی سے بھی بے پرواہ ہو گیا تھا ۔۔

ایسا تو کبھی بھی نہ چاہا کہ۔۔ اسے کچھ ہو ہی جائے۔ پہلے بے شک وہ

اس کی نہیں ہوئی تھی ۔۔ مگر کم از کم وہ نظر تو آ سکتی تھی ۔۔

اب اسے احساس ہو رہا تھا۔ ملنا نہ ملنا تو ایک طرف ۔۔۔ اس کا زندہ ہونا ہی کتنا اہم تھا اُس کے لیے۔۔آج وہ جان گیا تھا کہ وہ اس پر ایک خراش تک برداشت نہ کر سکتا تھا ۔۔۔ چاہے وہ اُسے ملے یا نہ ملے ۔۔!!

چیئر پر بیٹھے نوح نے بے حد حیران ہوتے اپنے دوست کو دیکھا تھا۔ یہ کیسا انکشاف تھا ۔۔جو اس پر ہوا تھا ۔۔ اس کا دوست اس کی بیوی کے لیے یوں دیوانوں کی طرح رو رہا تھا۔

اس منظر کا تو صرف ایک ہی مطلب تھا۔ شہریار رضا کا دل اندر لیٹے

وجود کے درد کو اپنے اوپر محسوس کر رہا

تھا۔۔۔

آئی سی یو روم کو بند ہوئے تقریباً دو گھنٹے سے اوپر ٹائم ہو گیا تھا۔

ڈاکٹر ابھی تک باہر نہ نکلے تھے۔ نوح نے گھر سے آتی ماں کی کالز پر

سامنے آئی سی یو روم کے بند دروازے کی طرف دیکھا تھا اور ٹھیک

اسی وقت لیڈی ڈاکٹر دروازہ کھولتی باہر نکلی تھی۔۔

نوح اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا اُن کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے

لگا۔۔۔ آئی سی یو روم سے نکلتی لیڈی ڈاکٹر نے دونوں ہینڈسم

لڑکوں کو عجیب سے انداز میں دیکھا تھا۔۔

آپ دونوں کا پیشنٹ سے رِشتہ کیا ہے ۔۔۔۔؟

بیوی ہے میری۔۔!!! آپ بتائیے ہوا کیا ہے۔۔ نوح کے جواب نے ڈاکٹر کو بے یقینی میں مبتلا کیا تھا۔۔ کیونکے شہریار کی حالت نے اُسے غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا۔۔۔

ڈاکٹر کی نظروں کو نوح نے بھی شہریار پر ٹھہرتا محسوس کیا تھا۔ وہ تو خود اپنے دوست کی دیوانوں جیسی حالت پر سخت ورطہ حیرت میں مبتلا تھا۔۔۔۔

جی۔۔ تو مسٹر نوح ۔۔آپ میرے ساتھ آئیے ۔۔۔ ڈاکٹر اپنی حیرت پر قابو پاتی نوح سے کہتی آگے بڑھ گئی ۔۔ نوح نے شہریار کو سپاٹ نظروں سے دیکھتے فلحال ۔۔ ڈاکٹر کی ہدایت کی پیروی کی ۔۔۔۔

جی تو مسٹر نوح ابراہیم۔۔

کیا آپ جانتے ہیں آپ کی مسز۔۔۔!!

کو شدید قسم کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔ وہ تو آپ کو اللہ پاک کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرنا چاہئے کہ آپ بر وقت انہیں ہسپتال لے آئے نہیں تو شاید وہ آج

زندہ ہی نہ ہوتیں۔۔۔

اف یو ڈونٹ مائنڈ۔۔؟کیا میں آپ سے پوچھ سکتی ہوں کہ اتنی کم اتیج میں اتنا ڈپریشن کس چیز کا لیا ہے انہوں نے۔۔آئی تھینک ابھی وہ پڑھتی ہیں۔۔۔ ڈاکٹر کے جملوں نے نوح ابراہیم کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔۔۔

نروس بریک ڈاؤن ۔۔۔۔ وہ ابھی تک بے یقین تھا۔۔ ڈاکٹر کو

نپے تلے انداز میں وضاحت دیتا کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔۔ اس

نے تو ایسا کچھ بھی نہ کہا تھا کہ بات یہاں تک پہنچ جاتی ۔۔۔

وہاں سے نکل کر واپس شہریار کے پاس پہنچتا اُسے وہی بیٹھا دیکھتا چہرے

پر سپاٹ تاثرات سجا گیا تھا ۔۔۔

جبکے اُسے آتا دیکھ شہریار بے چینی سے جگہ سے کھڑا ہوتا اُس کے

بولنے کا انتظار کرنے لگا۔۔۔۔

کیا کہہ رہی تھی ڈاکٹر۔۔؟ کیا ہوا ہے ماوی کو ۔۔۔۔ ابھی تک اُسے

ھوش کیوں نہیں آ رہا۔۔۔ عجیب بے ربط انداز میں بولتا اس کی خود

پر ٹکی سپاٹ اور سرد نظروں سے سے قطعاً بے خبر بس کسی بھی طرح

اندر لیٹے وجود کے بارے میں جاننا چاہتا تھا ۔۔۔ آیا وہ ٹھیک تو

ہے ۔۔؟

توں ۔۔!! اپنی حالت دیکھ رہا ہے ۔۔۔؟ شہریار رضا وہ میری بیوی

ہے ۔۔۔۔ تیرا یوں پوچھنا بنتا ہے۔ اپنی حالت دیکھ ۔۔ میں بے

غیرت نہیں ہوں ۔۔۔

اس کے ضبط بھرے لہجے نے شہریار کو چونکنے پر مجبور کر دیا تھا ۔۔

کیا مطلب ہے میں تجھ سے

ماوی ۔۔۔ ابھی وہ بول ہی رہا تھا ۔۔ جسٹ شٹ اپ

شہریار رضا ۔۔۔

جسٹ شٹ اپ ۔۔۔!!! جب نوح کے غصے سے گرجنے پر چپ ہوتا

بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔۔

تیری فلائٹ تھی نہ آج کی تو بس اپنی تیاری کر اور واپس چلا جا۔

کیونکے تجھے صرف دوست بنایا تھا۔ اور تو نے دوست کی عزت پر نظر رکھی۔۔۔۔

نوح ابراھیم کے لفظوں پر شہریار کو لگا کسی نے کھولتا ہوا پانی اس پر انڈیل دیا ہو۔۔ عزت پر نظر۔۔۔؟

ٹھیک ہے۔اگر وہ سب کچھ جان ہی چکا تھا۔ تو اب چھپانے کا کیا فائدہ تبھی شہریار اُسے سمجھانے والے انداز میں بولا۔۔۔۔

میری محبت تیرے پاس ہےنوح۔ اُسے چھوڑ دے مجھے یقین ہے اس کی یہ حالت بھی تیری وجہ سے ہی ہوئی ہے۔ توں اسے طلاق۔۔۔۔

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی نوح نے اس کے چہرے پر زوردار انداز میں پنچ دے مارا تھا۔۔ اس کے مارنے پر شہریار سنجیدہ تاثرات سے اُسے دیکھنے لگا تھا۔۔ جس کی آنکھوں میں اس کی بات سنتے ہی خون اُتر آیا تھا۔۔

۔

دونوں اپنی لڑائی میں مگن اندر لیٹے وجود سے گویا بے نیاز ہی ہو چکے تھے ۔۔

سر پیشنٹ کو روم میں شفٹ کر دیا گیا ہے۔ اب آپ لوگ انہیں دیکھ سکتے ہیں ۔۔۔ !! نرس کی آواز پر دونوں نے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔ جو انہیں اطلاع دیتی اور ساتھ ہی ان کو یوں ہاسپٹل میں لڑائی

جھگڑے سے سختی سے منع کرتی جا چکی تھی ۔۔۔

نوح شہریار کو دہشت ناک نظروں سے دیکھتا مروہ کے روم کی طرف

بڑھا تھا جہاں پر اُسے شفٹ کیا گیا تھا ۔۔

جب کہ شہریار نے اُسے جاتا دیکھتے اپنا چہرہ اوپر کی طرف کرتے

آنکھوں میں آئی نمی کو انگلیوں کی پوروں سے صاف کیا تھا۔ اور اس

کے پیچھے ہی گیا ۔۔ کیونکے مروہ کو دیکھے بغیر تو وہ بھی ہرگز ہرگز کہیں

نہیں جانے والا تھا ۔۔ ! ! !

ooooooooooooo

ابراہیم ہاوس میں سب لوگ ڈائیننگ ٹیبل پر اپنی اپنی نشست پر موجود تھے۔ سوائے نوح مروہ اور حرا کے۔۔

ارے بیگم دولہا دلہن کو بھی جگا لاؤں ناشتے کے لئے پھر کوئی اور کام بھی کرنے ہیں۔ شام کو ولیمہ ہے۔ ابراھیم صاحب نے بیوی کو دیکھتے خوشگوار انداز میں کہا تھا۔۔۔ کل سے ان کے فیصلے کو خاندان بھر میں سراہا جا رہا تھا۔ اس لیے وہ خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے

۔۔۔

صاعقہ بیگم شوہر کے حکم پر بادل ناخواستہ جگہ سے اٹھتی اُنہیں بلانے جا ہی رہی تھیں۔ جب حرا کی آواز پر رکنا پڑا۔

رہنے دے تائی امی ۔۔۔ آپ کا چہیتا بیٹا صبح صبح اُسے اٹھا کر کہیں لے

گیا ہے۔۔ حرا نے وہاں آتے چہرے پر فکر سجا کر کہا تھا۔۔

سب اس کی آدھی ادھوری بات سنتے اب نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگے۔۔۔

پوری بات بتاؤ بیٹا یوں کیوں پریشان کر رہی ہو سب کو۔۔ ثمرین بیگم شوہر کے تاثرات دیکھتی جلدی سے بولیں تھیں۔۔ کوئی بھی ابھی اس کا کیا کارنامہ بھولا نہ تھا۔

مما میں سیمپل سی بات کر رہی ہوں۔ نوح مروہ کو اٹھا کر کہی لے جا رہا تھا وہ بھی چادر میں لپیٹ کر۔۔ مجھے لگ رہا ہے اس نے مروہ کو جان سے مار دیا ہے۔۔

اس کی بات سنتے ہی صاعقہ بیگم جلدی سے کمرے میں جا کر موبایل

اٹھاتی نوح کو کال کرنے لگیں ۔۔ انداز بوکھلاہٹ بھرا تھا ۔۔

شازل اُٹھو چوکیدار کو بُلا کر لاو ۔۔۔ابراھیم صاحب شازل سے کہتے خود پریشانی سے بہن کو دیکھنے لگے جو بنا ریسپانس ظاہر کیے بلکل چُپ سکتے میں بیٹھی تھیں۔۔۔

حرا نے کھانے کی میز سے سیب اُٹھاتے سب کو دیکھا تھا۔ اور مزے سے وہی چیئر گھسیٹ کر بیٹھتی ۔۔۔۔ شو انجوئے کرنے لگی ۔۔۔۔۔ عادل صاحب بیٹی کی ڈھٹائی دیکھتے غصے سے یہاں سے اٹھ کر چلے گئے ۔۔۔ حرا نے دکھ سے باپ کو جاتے دیکھا تھا۔ دل میں نوح ابراھیم سے انتقام کا جذبہ اور شدت اختیار کر گیا تھا۔۔۔

"صاحب جی ۔۔۔؟" ہمیں تو چھوٹے مالک نے کچھ بھی نہیں بتایا

۔۔ بس صبح صبح خود ہی گاڑی نکالتے اس میں مروہ بٹیا کو ڈالتے نکل

گئے تھے ۔۔۔"

لاؤنج میں گونجتی چوکیدار کی آواز نے سب افراد کو شدید پریشانی میں

ڈال دیا تھا ۔۔ سوائے حرا کے ۔۔۔!! بات تھی ہی پریشان

کرنے والی ۔۔۔؟

ابراہیم صاحب ۔۔ نے چوکیدار کی پوری بات تحمل سے سنتے اُسے

یہاں سے جانے کا کہا اور خود بہن کی طرف دیکھا تھا ۔۔۔ جو پہلے تو

شاید کوئی اچھی خبر کی امید ۔۔

لے کر بیٹھی تھیں ۔۔۔ لیکن اب ملازم کے منہ سے بھی وہی جملے

سنتیں رونے لگی ۔۔۔

آمنہ ۔۔؟رومت سب خیریت ہو گی انشاءاللہ وہ انہیں روایتی انداز

میں

تسلی دیتے اٹھ کر تیز قدموں سے کمرے کی طرف بڑھ

گئے ۔۔۔۔

شازل بازل اور زویا بھی سخت پریشان اور افسردہ نظر آرہے تھے

۔۔۔ گھر میں آئے دن ہوتے نئے دھماکے نے انہیں بھی ساری

شوخی اور شرارتیں بھلائے سنجیدہ سا کر دیا تھا ۔۔

حرا جو بظاھر تو مزے سے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھی تھی ۔۔ اب

باپ کے بعد اپنے چھوٹے بھائیوں کو بھی اپنی بجائے مروہ کے لیے

پریشان ہوتا دیکھ غصے سے کھولتی پیر پٹکتی اپنے کمرے کی طرف چلی

گئی تھی۔ دل ہی دل میں مروہ کو ہزاروں بد دعاؤں سے نواز چکی

تھی۔۔۔ مگر وہ کہتے ہیں نا پنجابی میں۔۔۔

" جنھوں اللہ رکھے انوں فر

کون چکھے " (یعنی جیسے اللہ پاک زندگی دے وہ کسی کے کہنے سے

نہیں مرتا)

بہن کو یوں جاتے دیکھ شازل

نے اِک نظر بازل کی طرف دیکھا تھا۔ جو روتی ہوئی زویا کو تسلی دے

رہا تھا کہ۔ سب ٹھیک ہو جائے گا پریشان نہ ہو۔۔۔ اور خود اٹھ کر

اس طرف چل دیا جس طرف حرا گئی تھی ۔۔

کال کیوں نہیں اٹھا رہا تمہارا

گھمنڈی بیٹا ۔۔۔!! شدید غصے میں وہ کمرے میں داخل ہوتے

صاعقہ بیگم پر ڈھارے تھے ۔۔۔

"مجھے خود نہیں پتہ ابراہیم ۔۔۔" آپ تو ایسے بات کر رہے ہیں۔

جیسے وہ میرا اکیلی

کا بیٹا ہو اور آپ کا کچھ نہ لگتا ہو ۔۔۔ وہ بھی شوہر کی بات سنتے بلبلا کر

بولیں تھیں ۔۔۔

آج ولیمہ ہے۔۔ ؟ کوئی بھی

بدمزگی ہوئی تو لوگ تو طرح طرح کی باتیں کرے گے۔۔۔

سخت تشویش سے بولتے وہ صوفے پر بیٹھتے نوح کو خود

کال کرنے لگے انداز بے چینی سے بھرپور تھا۔۔ لیکن دوسری طرف

سے کال اٹھائی نہیں جا رہی تھی۔۔۔ کمرے کے وسط میں کھڑی

صاعقہ بیگم نے شوہر کا انداز دیکھ نوح کے کال اٹھا لینے کی دعا کرنے

لگیں۔۔۔

ہاسپٹل کے متعلقہ کمرے کے باہر کھڑا کشمکش میں مبتلا تھا۔۔۔ عجیب

طرح کی کیفیت ہو رہی تھی ۔۔ شہریار کے انکشاف نے اسے نہ

جانے کیوں انگاروں پر لوٹا دیا تھا ۔۔۔

"اگر وہ بھی اُسے پسند کرتی ہوئی ۔۔!! تو کیا کروں گے

نوح ابراہیم ۔۔۔؟"

ذہن میں گونجتی تلخی سے بھرپور آواز اُسے بے چین کر رہی تھی ۔۔

حالانکہ اس کے ساتھ کوئی جذباتی وابستگی نہ تھی ابھی تک ۔۔۔۔؟

پھر بھی اُسے نہیں چھوڑے گا ۔۔ کسی قیمت پر بھی نہیں ۔۔۔!!

اٹل انداز میں خود کو باور کرواتا کمرے میں داخل ہوا تھا ۔۔۔

اندر داخل ہوتے ہی نرس اُسے چیزیں سمیٹتی نظر آئی ۔۔ وہ خاموشی

سے اس کے نکلنے کا انتظار کرنے لگا ۔۔۔

سر ۔۔؟ پلیز پیشنٹ کے سامنے اسٹریس والی گفتگو سے پرہیز کیجئے گا ۔۔

ابھی ان کی حالت ٹھیک نہیں ہے ۔۔ذرا سی ہوئی بھول چوک اُنہیں

موت کے منہ میں لے جا سکتی ہے ۔۔ نرس اُسے ہدایت دیتی خود

کمرے سے نکل گئی تھی ۔۔

نوح نے اس کی ہدایت سنتے ابرو تعجب سے اچکائے اپنی زوجہ کو دیکھا

تھا ۔۔۔ اور قریب جاتا اس کے سرہانے کھڑے ہوتا خاموش نظروں

سے زندگی میں شاید پہلی بار اس کا جائزہ لینے لگا ۔۔۔ بھوری آنکھوں

سے اسے تکتا اس کے باب کٹ بالوں کو دیکھتا سخت حیرت زدہ ہوا تھا

۔۔ کیونکے اُس کے بالوں کا رنگ اس کی آنکھوں کے رنگ کے ساتھ

گہری مماثلت رکھتا تھا ۔۔۔

لیکن۔۔؟ بالوں کی لمبائی دیکھتے اسے مایوسی ہوئی تھی ۔۔ بالوں سے نظر ہٹاتا چہرے پر جما گیا تھا ۔۔ اس کا چہرہ بیماری کی حالت میں بھی خوبصورتی اور معصومیت کی تصویر لگ رہا تھا ۔۔

شاید اسی خوبصورتی کو دیکھ شہریار اس کا دیوانہ ہوا ہو گا۔۔ دماغ میں اچانک کچھ پرانے منظر اُبھرے تو ہاتھ جو اس کی پیشانی کو چھونے ہی لگا تھا ۔۔ واپس ہٹا لیا ۔۔ اور موبائل پر آتی باپ کی کال اٹینڈ کر گیا ۔۔

جی بابا۔۔؟ ہاسپٹل میں ہوں ۔۔۔ جی نہیں میں بلکل ٹھیک ہوں ۔۔ لیکن آپ کی بہو ٹھیک نہیں ہے ۔ اُسے ہی لے کر خوار ہو رہا ہوں ۔۔ نہ جانے ابھی کتنی خواری باقی ہے ۔۔ جوڑوں کا غلام بن کے

رہ گیا ہوں۔۔ باپ کے سوالوں کا جواب دیتا وہ سخت اکتایا ہوا لگ

رہا تھا۔۔

مختصراً انہیں ایڈریس سمجھا کر کال کٹ کرتا دوبارہ اسے دیکھنے لگا جیسے

شاید

کمرے میں گونجتی آواز سے ہوش آ گیا تھا۔۔ اور اب وہ پوری

آنکھیں کھولے پلکیں جھپکائے بنا کمرے کی چھت کی طرف غائب

دماغی سے یک ٹک دیکھ رہی تھی۔۔

کیا دیکھ رہی ہو۔۔؟ اس کی آواز سن کر مروہ نے کوئی ریسپانس نہ دیا

بلکہ چُپ چاپ چھت کو ویران نظروں سے دیکھتی رہی۔۔۔

نوح ابراہیم نے اس کے انداز کو دیکھتے سختی سے اپنے لب بھینچ لیے

تھے ۔۔۔ مبادا منہ سے کوئی سخت بات نا نکل جائے ۔۔۔؟

تم سے پوچھ رہا ہوں ۔۔ کچھ بولو تو صحیح ۔۔۔؟ ضبط سے دوبارہ

استفسار کرتا اس کے قریب جاتا اس کے دائیں بائیں بیڈ کے کنارے پر

ہاتھ رکھتا ۔۔ چھت پر ٹکی اس کی نظروں کے سامنے اپنی بھوری

خُوبصورت آنکھیں کرتا بولا تھا ۔۔

مروہ نے اس کو خود سے اتنا قریب دیکھتے اس کی بھوری آنکھوں میں

دیکھا تھا ۔۔

اور نوح ابراہیم اس لڑکی کی آنکھوں میں رچی بسی اپنے لیے بے تحاشا

نفرت دیکھتا۔۔ ذرا نہ حیران۔۔ نہ شرمندہ ہوا۔ بلکہ گہری سانس لے کر ریلیکس ہوتا پیچھے ہو گیا۔۔ ٹھیک ہو تم۔۔۔؟

میں خامخواہ پریشان ہو گیا تھا کہ شاید تمہاری کوئی یاداشت وغیرہ چلی گئ

ہے۔۔۔ "یو نو وائفی۔۔۔۔ آج کل بہت ہی کومن بات ہے۔۔

" لیکن تھینک گوڈ۔۔! تم بلکل ٹھیک ہو۔۔۔ !!

تھوڑی دیر تک سبھی گھر والے تم سے ملنے آئے گے۔۔ ولیمہ وغیرہ

تواب پوسٹ پون ہی کرنا پڑے گا۔۔ کیونکے مجھے لگتا ہے ڈاکٹر تو

تمہیں اتنی جلدی ہو سکتا فری ہی نہ کریں ۔۔۔ اپنی پچھلی سب باتیں

اور حرکتیں بلائے وہ یوں آرام سے باتیں کر رہا تھا ۔۔ جیسے وہ بڑا اچھا

اور فرمانبردار شوہر ہو ۔۔ جو ہر

کام کرنے سے پہلے بیوی کی رائے لینا فرض سمجھتا ہے ۔۔۔

ابھی وہ کوئی اور بات بھی کرتا جب کمرے میں دروازہ کھلنے اور بند

ہونے کی آواز پر آنے والی ہستی کو دیکھ اس کا چہرہ غصے سے لال بھبوکا

ہو گیا ۔۔

جب کہ شہریار اسے اگنور کرتا مروہ کے قریب چلا آیا تھا ۔۔ جس نے

ابھی تک آنے والی ہستی کو دیکھنے تک کی زحمت

گوارہ نہ کی تھی ۔۔۔

ہیلو ماوی۔۔۔؟ کیسی ہو۔۔ جانی پہچانی آواز سنتے وہ جو آنکھیں موند

چکی تھی۔ بے اختیار اُنہیں کھولتی اُسے دیکھنے لگی۔۔ جس کے ماتھے

اور بازو پر پٹی بندھی تھی اور وہ اپنی چوٹ سے بظاہر لاپرواہ نظر آتا

مسکرا کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

نوح نے شہریار کو ضبط سے دیکھتے خود کو بامشکل کچھ سخت سنانے سے

روکا تھا۔۔

کیونکہ ہو سکتا تھا۔ شہریار کی محبت کا مروہ کو نہ پتہ ہو۔۔ اور اُسے نہ

ہی پتہ چلے تو زیادہ اچھا تھا۔۔۔

مروہ جو تب سے خاموش تھی۔ اب ہلکے سے لب ہلاتے بولنے کی

کوشش کرنے لگی۔۔ لیکن حلق خشک ہوا پڑا تھا۔ تبھی اپنی نظریں

گھما کر سامنے کھڑے شہریار کو پانی پینے کا اشارہ کیا۔ شہریار تو تھا ہی

اس پر نظر جمائے کھڑا فوراََ گلاس میں پانی ڈالتا اس کا پیشنٹ بیڈ

اڈجسٹ کرتا اٹھنے میں مدد کرنے ہی لگا۔۔ مگر اس سے پہلے ہی دو

مظبوط ہاتھ اُسے کمر سے پکڑ کر بٹھا چُکے تھے۔۔۔

اس کی حرکت کو مروہ نے کوئی اہمیت نہ دی۔ البتہ شہریار نے خفت

زدہ انداز میں اپنی نیلی آنکھیں موڑ لی تھیں۔۔۔

پیو۔۔۔؟ پانی کا گلاس اس کے منہ کے قریب کرنے کے باوجود اس

نے اپنے ہونٹ سختی سے باہم جوڑ لیے تھے۔۔ گویا اس بات کا

اعلان تھا کے اس کے ہاتھ سے پانی نہیں پیئے گی۔۔۔ نوح نے اس

ڈھیٹ لڑکی کو دیکھتے گلاس آرام سے اس کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔۔

جیسے پکڑتی وہ پانی پینے لگی ۔۔ پی کر وہ گلاس خود ہی سائڈ پر رکھنے کی کوشش کرنے لگی ۔۔ مگر اس سے پہلے ہی دائیں بائیں سے دو مظبوط ہاتھ گلاس پکڑنے کے لیے بڑھے ۔۔ گلاس شہریار نے پکڑتے سائڈ پر رکھ دیا تھا۔

چلو دیکھ لیا ہے نہ اسے ٹھیک ہے یہ اب تم جاؤ ڈاکٹر نے زیادہ دیر یہاں ٹھہرنے اور بول چال سے منع کیا ہے۔ نوح نے تحمل سے بولتے گویا اُسے ملاقات ختم کرنے کا عندیہ جاری کیا تھا ۔۔۔

شہریار اپنے دوست کی بات کا مطلب سمجھ کر اُسے دیکھتا آہستہ سے اثبات میں سر ہلا گیا ۔۔۔

جو اس سے شدید بد گمان ہو چکا تھا ۔۔

مروہ کو دوبارہ دیکھتا خوشگوار انداز میں اسے ٹھیک ہونے کی دعا دے کر کمرے سے نکل آیا تھا۔۔ اُسے چھوڑنا مشکل تھا بہت مشکل۔۔۔ بھلا محبت بھی آسانی سے چھوڑی جاتی ہے۔۔۔؟

" چلا گیا ہے وہ۔۔" مروہ غائب دماغی سے دروازے کو ہی دیکھ رہی تھی۔ جب نوح کی سرد آواز اس کے کانوں میں پڑی۔۔ جیسے سن کر بھی ان سنا کرتی آنکھیں موند گئی۔۔

اُس کا انداز دیکھتا وہ غصے سے پاگل ہونے لگا تبھی وہاں سے نکلتا باہر کوریڈور میں آ گیا۔۔ مگر باہر بیٹھے شہریار کو دیکھ اس کی آنکھوں میں

خون اُترنے لگا۔۔۔

نوح پلیز میری کوئی بات تجھے بری لگی ہے تو سوری۔۔ بٹ میری کسی بھی بات کی وجہ سے مروہ کو ہرٹ نہ کرنا۔۔۔ شہریار نے عاجزانا انداز میں درخواست کی تھی۔۔

"میں کیوں اپنی بیوی کو تیری وجہ سے ہرٹ کرنے لگا۔ اور آئندہ شہریار رضا میری بیوی کا نام اپنی زبان سے نہ لینا۔۔ ورنہ میں خود بھی نہیں جانتا کیا کر بیٹھوں گا۔۔ شہریار نے اس کا غصہ دیکھتے دونوں ہاتھ اوکے والے انداز میں کھڑے کیے۔۔ اور وہاں سے نکل آیا تھا ۔۔ شاید ہمیشہ کے لئے۔۔۔

مروہ کو ہاسپٹل سے گھر شفٹ ہوئے تقریباً ڈیڑھ حفتہ ہو چکا تھا۔۔

سب نے اس کی اچانک ہوئی حالت کا ذمے دار غیر متوقع شادی کو ہی سمجھا تھا۔۔

مگر اس کی غیر معمولی خاموشی جو وہ اپنے اوپر ہاسپٹل سے واپسی پر طاری کر چکی تھی ۔۔ اس کا اثر سب سے زیادہ

گھر کی ینگ جنریشن محسوس کر رہی تھی ۔۔۔

کتنی بوریت ہو گئی ہے گھر میں ۔۔!! میری دوست کے بھائی کی شادی ہوئی تھی ۔ تو اُن کے گھر پورے دو۔۔ مہینے مختلف تقریبات ہوتی رہیں تھیں ۔ کلاس میں وہ جب آ کر مجھے اپنے گھر کی باتیں سناتی

میں بھی دل میں سوچتی تھی کہ نوح بھائی کی شادی پر بہت سارا انجوئے کروں گی۔ ساری اپنی خواہشیں پوری کروں گی۔۔۔؟

وہ تینوں دوپہر کے بعد اب باہر لان میں بیٹھے تھے۔ جب زویا کی افسردگی اور حسرت سے کہی بات پر وہ دونوں زورو شور سے سر ہلانے لگے۔۔ گو اُنہیں پتہ کچھ بھی نہ تھا۔۔ مگر شادی کے بعد ایسا اداس ماحول بلکل نہ پسند آیا تھا۔ سو اس کی بات سے اتفاق کرنے میں کوئی برائی نہ تھی۔۔

میرے پاس ایک آئیڈیا ہے۔ کیوں نہ آپو۔۔۔ کو باہر گھمانے پھرانے لے جائے۔۔ شاید ان کی حالت کچھ بہتر ہو۔۔۔ بازل کی بات سن کر زویا اور شازل نے بھی اس کا آئیڈیا پسند کرتے عمل

درآمد کرنے کا فیصلہ کیا۔۔

حرا جو ابھی لان میں آئی تھی۔ ان کی بات سن کر فوراً سراہتی انداز میں بولی۔۔

یس ویری گڈ پلان۔۔؟ ابھی شام ہونے میں بہت وقت ہے تم لوگ آرام سے جا سکتے ہو۔۔۔

اس کی آواز سن کے تینوں نے اُسے دیکھتے خفگی اور بے رُخی سے اپنا سر جھٹکا تھا۔۔ یوں جیسے وہ ہی اس سب کی ذمے دار ہو۔۔ حرا نے ان کا رویہ دیکھتے غصے سے مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔۔ یہی تو ہو رہا تھا اس کے ساتھ جس کے پاس جاتی وہ چہرے پر ناگواری سجا لیتا تھا۔۔

مگر وہ ان کے ریکشن کو دیکھ کر بھی ڈھٹائی سے بولی تھی۔۔ کیونکے

فیلحال اس کا مقصد کچھ اور تھا۔۔۔

ایسے لوگ (اشارہ مروہ کی طرف تھا) یوں کمرے میں بند اور چُپ رہ کر خود کشی کا بھی سوچ لیتے ہیں۔۔ اس کی بات سنتے تینوں نے بیک وقت کہا تھا۔۔ اللّٰہ نہ کرے۔۔

حرا آپی۔۔!! آپ اپنی منفی رائے اپنے تک ہی رکھے تو زیادہ بہتر ہے۔۔ زویا غصے سے اس سے کہتی پیر پٹکتی اندر چلی گئ تھی۔ اُس کا پہلے سے خراب موڈ مزید خراب ہو چکا تھا۔

تم دونوں۔۔۔!! مجھے یہ بتاؤ آخر میں تمہاری بہن ہوں یا وہ دونوں جو ہر وقت ان کی چمچہ

گیری کرتے رہتے ہو۔۔۔ زویا کے جانے کے بعد وہ اب اپنے

بھائیوں کو غصے میں ڈانٹنے لگی ۔۔۔

شازل بازل نے افسوس سے اپنی دس سال بڑی بہن کو دیکھا تھا۔ جس نے کبھی ان کی کسی ایکٹیویٹی میں دلچسپی نہ لی تھی ۔۔اب ان کے رویہ پر شکوہ کر رہی تھی ۔۔

مما ۔۔ بلا رہیں ہیں میں جا رہا ہوں ۔۔ شازل بولتا فوراََ نکل گیا جبکے بازل بھی اس کے پیچھے ہی لپکا تھا ۔۔

"دم چھلے ۔۔"

حرا نے ان کے جانے کے بعد نخوت سے سر جھٹکا تھا اپنا اور ہاتھ میں موجود فون آن کرتے ریسینٹ میں موجود پہلے نمبر پر دو لفظی ٹیکسٹ بھیج دیا تھا ۔۔

"ابھی نہیں۔۔!!"

وہ نوح ابراہیم کے کمرے میں موجود اس وقت شاور لے کر نکلی تھی ۔۔ نڈھال بے جان تھکی سی بنا اپنے بال خشک کیے بیڈ پر جا کر بیٹھتی بیڈ شیٹ مٹھیوں میں دبوچتی اچانک سر دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر گہرے لمبے سانس لینے لگی۔۔۔

جب سے ہاسپٹل سے گھر شفٹ ہوئی تھی ۔۔۔ ہر وقت ذہن میں۔۔

نوح ابراھیم کے روح جھلساتے جملے گونجتے اُسے اذیت میں مبتلا کر دیتے تھے ۔۔ مگر اس کے باوجود وہ بنا کوئی احتجاج کیۓ اس شخص کے کمرے میں رہ کر خود کو اذیت دے رہی تھی ۔۔

یہ تھے تمہارے بڑے بڑے خواب

"مروہ یوسف "اچانک اس کا ضمیر اُسے جھنجھوڑنے لگا جس کی آواز کو پچھلے کچھ دنوں کی طرح بے ہسی سے اگنور کرتی بیڈ پر بے ترتیبی سے لیٹتی رونے لگی دل درد سے چور چور تھا۔۔

اپنی ذات کی اتنی بے وقعتی ذہن میں کوڑے برساتی تھی ۔۔ حالانکہ ڈاکٹر نے سختی سے ٹینشن سے دور اور خوش رہنے کی ہدایت کی تھی ۔۔ مگر اُسے اپنی زندگی ان کچھ دنوں میں بھاری بوجھ لگنے لگی تھی

۔۔

اچانک دروازہ کھول کر آمنہ بیگم اندر آئیں اور اسے یوں لیٹے دیکھ فوراََ اس کی طرف بڑھی تھیں ۔۔

مروہ میری جان اٹھو بیٹا ۔۔

ان کی آواز سن کر وہ اٹھ کر بیٹھتی ان کے گلے لگ گئ ۔۔ مما ۔۔ مما ۔۔کچھ کرے میں مر جاؤں گی ۔۔ میں نہیں رہ سکتی اس رشتے میں بندھ کر ۔۔ خود اذیتی سے بولتی وہ سامنے بے بس کھڑی ماں کے دل پر آڑی چلا گئ تھی ۔۔

مروہ ھوش کرو بیٹا کیسی اول فول باتیں کر رہی ہو۔ باہر نکلو تو تمہاری صحت اچھی ہو۔ فضول سوچوں سے چھٹکارا ملے ۔اپنے رشتے کو بیٹا ایک موقع دے کر دیکھو ۔۔ مجھے یقین ہے کہ نوح ایک دن تمہاری

اھمیت ضرور پہچان جائے گا۔۔؟

ماں کی بات سن کر وہ ان سے الگ ہوتی صدمے سے چور آنکھوں سے اُنہیں دیکھنے لگی۔۔ مگر آمنہ بیگم نے اُسے کمزور نہیں کرنا تھا۔ تبھی اس کی نظروں کو سرے سے نظرانداز کرتیں پیار سے بولیں ۔۔ میری جان کمرے سے باہر نکلا کرو نایاب کتنی بار دن میں کال کرتی ہے۔ پر تم تو پوری دنیا سے ناراض ہو گئ ہو۔۔

ہو سکتا ہے یہ جو رِشتہ بنا ہے اس میں کوئی اللہ کی مصلحت چھپی ہو ۔۔ اب تم رو دھو کر اللہ کو ناراض کر رہی ہو میری چندہ۔۔ !!

ان کی آخری بات پر اس نے تڑپ کر ماں کو دیکھا تھا جیسے ان کی بات نے اُسے سخت تکلیف پہنچائی ہو۔۔

اللہ پاک نے یہ رِشتہ میرے لیے پسند کیا ہے۔ لیکن مما میں خوش کیوں نہیں ہوں ۔۔۔ ؟رندھی ہوئی آواز میں بول کر اس نے ماں کو جواب طلب نظروں سے دیکھا تھا۔۔

بس میرے دل کے ٹکرے ۔۔! ! ایک بات ذہن میں بٹھالو یہ رِشتہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے جُڑا ہے۔ اور کیا اللہ پاک ایسا کچھ کر سکتے ہیں۔ جس سے اس کا بندہ تکلیف میں رہے ۔۔؟جبکے ہم سب یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ ہم سے ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے ۔۔

اب ٹینشن لینا چھوڑ دو ۔۔اپنے ارد گرد دیکھو کچھ بھی تو نہیں بدلا میں تمہارے پاس ہوں۔ بھائی بھی یہاں ہے گھر بھی وہی ہے ۔۔ بس

نوح ابراہیم تمہارے

کزن نہیں شوہر بن گئے ہیں ۔۔

نوح کے ذکر پر پھر سے اس کے دل میں نفرت کے وبال اٹھنے لگے

۔۔ مگر اب نفرت کے ساتھ کچھ اور بھی تھا ان کالی آنکھوں میں ۔۔

شام کے لیے کوئی اچھا سا ڈریس نکال دوں ۔۔ وہ بیڈ سے اٹھتے ہوئے

اس سے پوچھنے لگیں ۔ جو دوبارہ سستی سے بیڈ پر لیٹ گئ تھی ۔ ان

کی بات سنتے ہی وہ ماتھے پر شکن لیے کروٹ بدل گئ ۔۔ جب کے

اس کو ابھی تک جوں کا توں دیکھ وہ پریشانی سے اسے ہدایت دیتی

کمرے سے نکل آئی تھیں ۔

شام کو اچھا سا تیار ہو کر نیچے آجانا مروہ میں دن میں اتنی دفعہ

سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتی۔۔۔سن رہی ہو۔ مگر اُسے ہلتے جلتے نہ دیکھ وہ بے بسی سے

گہری آہ بھر کر رہ گئیں۔۔۔

نا جانے وہ کتنی دیر سوئی رہی تھی اُسے نہیں معلوم تھا۔

آنکھ کھلتے خود پر کمفرٹر دیکھ کر اس نے ادھر اُدھر دیکھا تھا۔ مقصد شاید وقت دیکھنا تھا۔

جب اس کی نظر سامنے صوفے پر بیٹھے پاؤں سامنے ٹیبل پر رکھے انہماک سے اپنے سامنے پڑے لیپ ٹاپ پر کام کرتے نوح ابراہیم پر پڑی تھی۔ ماں کی باتوں سے اس کے اندر ایک سکون اتر گیا تھا۔۔

واقعی کچھ بھی نہ بدلہ تھا۔۔؟

اٹھ کر بیٹھتی دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر آنکھیں قدرے ذور سے مسلنے لگی ۔۔

بس کرو ۔۔۔ اس کی بارعب آواز سن کر وہ اپنا عمل روکتی اُسے کینہ توز نظروں سے دیکھتی دوبارہ سست راوی سے اپنے ہاتھ اٹھاتی مٹھیاں بھینچتی آنکھیں مسلنے لگی ۔۔ انداز زچ کر دینے والا تھا ۔

نوح ابراہیم اس کی بچگانہ حرکت پر سر جھٹکتا دوبارہ کام کرنے لگا ۔۔ اُسے کچھ بھی سخت الفاظ کہہ کر اپنے لیے نیا بکھیرا رات کے اس وقت بلکل نہیں پھیلانا چاہتا تھا ۔

مروہ نے اس کی خاموشی دیکھتے اپنی حرکت پر خود کو داد دیتے خوشی سے کمبل خود سے ہٹاتی اٹھ ہی رہی تھی ۔ جب اچانک جلد بازی سے

اٹھنے پر اس کا پاؤں کمفرٹر میں اٹکتا اُسے بیڈ سے نیچے گرا گیا تھا۔

کمرے میں گونجتی نسوانی کراہ کی آواز پر وہ جو اپنے کام میں مصروف ہو چکا تھا۔ بے اختیار لیپ ٹاپ سے نظر ہٹاتا بیڈ کی طرف دیکھنے لگا مگر اسے وہاں نہ پا کر لیپ ٹاپ سائڈ پر رکھتا ننگے پاؤں بیڈ کی دائیں سائڈ آیا تھا۔ جہاں پر وہ کمبل میں ہی لپٹی پڑی زار و قطار رو رہی تھی

--

کیا ہوا ہے تمھیں کیسے گری تم یوں اچانک --؟ پچھلے دنوں کی با نسبت اس کا رویہ کافی حد تک ٹھیک تھا-- شاید اس کے یوں بیمار ہونے پر وہ کچھ نرم پڑ گیا تھا۔

کسی بد نظر کی نظر لگ گئ ہے مجھے -- کڑواہٹ سے بولتی وہ اٹھنے کی

کوشش کرنے لگی ۔۔ جب کہ نوح ابراہیم آنکھوں میں برہمی لیے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کرتا بیڈ پر بٹھاتا واپس صوفے کی طرف چلا گیا تھا ۔۔ جب کہ وہ اس کی حرکت پر سلگتی نظروں سے اس کی چوڑی پُشت کو تکنے لگی ۔۔

صوفے پر سابقہ انداز میں بیٹھتا لیپ ٹاپ پکڑتا کام کرنے ہی لگا تھا مگر خود پر ٹکی اس کی نظروں سے زچ ہوتا وہ بھی بھوری آنکھوں میں قہر لیے اسے دیکھنے لگا ۔۔ انداز اب کچھ عجیب سختی بھرا ہو چکا تھا ۔۔ مروہ اُسے سختی سے دیکھتا پا کر اپنی نظروں کا رُخ موڑتی اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی ۔۔۔

کپڑے بدل لو ڈنر کے لیے نیچے جانا ہے ہمیں اُسے بت بنا دیکھ آرام

سے کہتا وہ اپنے سابقہ کام میں مصروف ہو چکا تھا۔۔

مروہ اس کے رویہ کی تبدیلی کو محسوس کرتی اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی جب کہ دماغ نوح ابراھیم کے رویہ میں الجھتا ماؤف ہو رہا تھا۔

جس وقت وہ تیار شیار سلک کا پرپل کلر کا سوٹ پہنے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنے بال سلجھا رہی تھی۔ ٹھیک اسی وقت وہ بالکونی کو ڈور سلائیڈ کرتا کمرے میں واپس آیا تھا۔

اُسے دیکھتے ہی اس کی آنکھیں بے اختیار ٹوسٹ ہوئیں تھیں۔۔

کچھ اور پہن لو یہ عجیب سا کلر ہے آنکھوں میں چب رہا ہے۔۔ مروہ جو بریسلٹ تقریباً پہن چکی تھی۔ اس کی ہدایت ان سنی کرتی لپ

اسٹک کا شیڈ منہمک انداز میں سلیکٹ کرتی بالآخر پیچ کلر کا شیڈ اٹھاتی ایک ادا سے کھولتی لبوں پر پھیرنے ہی لگی تھی۔

جب اچانک وہ اس کے ہاتھ سے لپ اسٹک چھین کر واپس ڈریسنگ پر رکھتا اس کے دونوں ہاتھ اپنے ایک ہاتھ میں قابو کرتا اس کے گرد حصار باندھ گیا۔۔

اب تم مجھے مجبور کر رہی ہو کہ میں کچھ غلط کروں اس کے کان میں سرگوشی کرتا بالوں کو لبوں سے چھوتا آئینے میں نظر آتے اپنے اور اس کے خوبصورت عکس کو دیکھتا نظر اس کے معصوم عکس پر جما گیا تھا

۔۔

جو اس کے حصار میں آنکھوں میں ڈھیروں آنسوں لیے فرش کو

دیکھتی خاموشی سے لب کاٹ رہی تھی ۔۔ اس کے رونے سے جھنجھلاتا اس کا رُخ موڑ کر چہرہ اوپر کر گیا تھا ۔۔

رو کیوں رہی ہو ۔۔۔ لہجے میں اب دبا دبا غصّہ بھی شامل تھا۔ مروہ آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھا کر ایک نظر اسے دیکھتی حصار توڑتی دور ہوتی ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ کے صاف کرتی شدید دکھ سے اُسے دیکھ رہی تھی۔ جبکہ نوح ابراہیم اس کے ردعمل پر حقا بقا کھڑا تھا۔

آپ مجھے جان بوجھ کر ستا رہے ہیں ۔آپ چاہتے ہی نہیں میں ٹھیک ہوں مجھے پاگل کرنا چاہتے ہیں ۔۔۔ اُسے دیکھتی وہ روندھی ہوئی آواز میں بولتی اپنی بد

گمانی کی انتہا اُسے دیکھا رہی تھی ۔۔ جبکے وہ خاموشی سے ڈریسنگ ٹیبل

سے ٹیک لگاتا اُسے دیکھ رہا تھا۔۔ جو آہستہ آہستہ کمرے سے نکلنے کی

کوشیشوں میں لگی اُسے باتوں میں الجھا رہی تھی ۔۔۔

اپنی کمر دروازے سے لگتی محسوس کرتے وہ اپنے آنسوؤں کو صاف

کرتی اسے دیکھ طنزیہ مسکرائی تھی ۔۔ جو پہلے ہی اسے دیکھ رہا تھا اب

مسکرانے پر اس

کے گہرے ہوتے بھنور دیکھ بالوں میں ہاتھ پھیرتا اس کی طرف سے

رُخ موڑ گیا تھا۔ "ڈمپل جان لیوا حد تک اس پر جچتے تھے ۔۔۔"

دروازہ کیوں نہیں کھل رہا ۔۔؟ اچانک اس کی جھنجھلائی ہوئی آواز پر

پلٹتا مدھم سا مسکراتا اُسے دروازے کے ساتھ جدو جہد کرتے دیکھ

اطمینان سے بولا ۔۔یہ کی لے لو دروازہ لوک ہے ۔۔ اس کی آواز پر

مروہ نے مڑ کر اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔ یعنی کسی بھی صورت اس کے قریب ہرگز نہیں جائے گی ۔۔

اوکے ۔۔ از۔ یو۔ وش یہ پڑی ہے اٹھا لینا مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کرتا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔۔ دروازے پر رُک کر ایک نظر اسے ضرور دیکھا تھا۔جو اسے ہی دیکھتی گویا اس کے ٹلنے کا انتظار کر رہی تھی ۔

مروہ نے اُسے جاتے دیکھ کندھے پر پڑا اپنا دوپٹہ ٹھیک کرتے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھتے جلدی سے چابیوں کا گچھا اٹھایا تھا۔ جو تعداد میں بیس پچیس تھیں ۔۔ اور دروازے کے قریب جا کر ایک ایک ٹرائی کرنے لگی ۔۔۔ پندرہ منٹ گزر چکے تھے مگر ابھی

تک اسے مطلوبہ چابی نہ ملی تھی۔۔

اتنی دیر میں وہ ڈریسنگ روم سے جینز اور شرٹ میں ملبوس باہر نکل آیا تھا۔۔ اس کی چھوٹی سی پشت دیکھتا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے بال سیٹ کرتا پرفیوم سپرے کرتا دراز کھول کر اصلی کی نکالتا اس کی طرف گیا تھا۔ ہٹو۔۔۔ تحکم بھری آواز پر وہ پلٹتی اُسے دیکھ کر جلدی سے سائڈ پر ہوتی ناسمجھی سے اس کی کاروائی دیکھنے لگی۔۔۔

آجاؤ۔۔۔؟ بازو سے پکڑ کر ساتھ لے جانے لگا۔۔ ابھی وہ دونوں سیکنڈ فلور کی اسٹیپ اُترنے ہی لگے تھے۔ جب سوں سوں کی آواز پر اس نے اپنی آنکھیں سختی سے میچتے اُسے دیکھا تھا۔

کتنے صبر استقامت اور برداشت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ مگر ساتھ کھڑی لڑکی چاہ رہی تھی کہ وہ اپنی پرانی ٹون میں واپس چلا جائے ۔۔۔

روکیوں رہی ہو ۔۔ دیکھو اب میں بلکل ٹھیک ٹریک پر چل رہا ہوں ۔ تا کہ ہمارے درمیان سب ٹھیک رہے ۔ مگر تم اپنی حرکتوں سے مجھے غصّہ دلا رہی ہو ۔

مروہ نے اس کی بات سنتے اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جیسے وہ زبردستی تھامے ہوئے تھا۔۔۔

نو پروبلم ۔۔۔!! لو چھوڑ دیا اب یہ آنسو کہنے کے ساتھ ہی وہ اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کرتا بچوں کے انداز میں اس کے بال سنوار کر اس کے دونوں گال ذور سے چومتا اُسے بتا گیا تھا کہ آئندہ

اس کے ہاتھ پکڑنے پر بلکل نہ روئے کیونکے اس کے اختیارات اس سے کہیں زیادہ ہیں۔۔۔

اب نیچے سب گھر والوں کے سامنے گڈ گرل کی طرح پریٹنڈ کرنا۔۔۔ پھر شام کو تمھیں باہر لے کر جاؤں گا جہاں تم کہو گی۔۔۔ مگر شرط یہ ہے سب کو یہی تاثر ملنا چاہیئے ہم میں سب سیٹ ہے۔۔۔ مروہ حیرت و بے یقینی سے منھ کھولے اُسے دیکھتی رہ گئ جو اُسے رشوت دے رہا تھا۔ تاکہ اب کوئی ان کی ذاتی زندگی کو ڈسکس نہ کرسکے۔

ooooooooooooo

کمینے۔۔۔ گھٹیا۔۔ لوفر۔۔چال باز۔۔انسان تم مجھے دھمکی دے رہے

ہو۔غصے اور تکلیف کی شدت سے اُس کی آواز کافی تیز ہو گئ تھی۔

مگر پرواہ کسے تھی۔۔!!

نو بے بی۔۔؟ دھمکی نہیں دی سمپل بتا رہا ہوں کہ کسی بھی طرح

مجھے اپنی

"خوبصورت "کزن تک رسائی دلاؤ۔ جس کی تصویر بھیج کر تم نے

میرا چین و سکون لوٹ لیا ہے۔ پھر ہو سکتا ہے میں تمہاری بات

مان جاؤ ڈیئر وائفی۔۔!!

ورنہ مجھے تمہارے گھر کا ایڈریس تو پتہ ہی ہے۔۔!! خباثت سے بولتا

بات کے اختتام تک اُسے اپنی پہنچ کے بارے میں بتا رہا تھا کہ اسے

ہلکے میں بلکل نہ لے ۔۔

عاشر میں "وعدہ" کرتی ہوں ۔ ادھر تم مجھے ڈائیورس دو گے اُدھر

میں لڑکی ۔۔ وہ بات مکمل ہی نہ کر سکی تھی ۔ جب وہ اس کی آدھی

آدھوری بات سنتا اک دم جناتی انداز میں قہقہہ لگانے لگا۔

تمہارا وعدہ ۔ ۔۔ سریسلی۔۔؟ یاد ہے میرے ساتھ کتنے وعدے کیے

تھے یا یاد دلاؤ۔۔ ! !

سو میں تمہاری ان چکنی چپڑی باتوں میں نہیں آنے والا ۔۔ جلد از

جلد تصویر والی لڑکی مجھے دو ورنہ میں تمہارے گھر آ کر تمھیں لے

جاؤں گا۔اور مجھے تو تم اچھی طرح جانتی ہو۔ کتنا کمینہ بندہ ہوں ۔ حرا

نے اس کی بات سن کر غصے اور نفرت سے دانت کچکچائے تھے ۔۔

صبر کروگے تم تو ہی میں کچھ کر سکو گی۔یہ کام آسان نہیں ہے۔اوپر سے نوح اُسے کہیں آنے جانے ہی نہیں دیتا۔

تم ڈائیورس پیپر ریڈی رکھو۔بلکے یوں کرو منہ زبانی تو طلاق دو۔!!

"پہلے چھوکری دے مجھے اوور سمارٹ نہ بن۔ورنہ لڑکی تو بھی بُری نہیں اوپر سے ہم "ہسبنڈ وائف "ہیں۔۔"

اس کی بات کا مطلب سمجھتے حرا نے جلدی سے کال کاٹ دی۔۔

پیشانی مسلتے سنجیدگی سے عاشر کی ڈیمانڈ کے بارے میں سوچو وبچار کرنے لگی۔۔

ooooooooooooo

دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوتے اُس نے کمرے میں چھایا گھپ

اندھیرا دیکھتے جلدی سے ہاتھ میں موجود موبائل کی اسکرین روشن کرتے ادھر اُدھر اُسے تلاش کیا تھا۔وہ سامنے ہی بیڈ پر اوندھے منہ سویا نظر آیا۔سکون کا سانس خارج کرتی اندر داخل ہوتی دروازہ ہولے سے بند کرتی ابھی لائٹ آن کی ہی تھی۔

کیا تکلیف ہے تمھیں۔۔؟جب اس کی غراہٹ پر جلدی سے آف بھی کر دی۔ یعنی ابھی ہی سویا تھا۔ صبح سے جو اچھا بننے کا ناٹک کر رہا تھا۔ وہ تو کھانے کی میز پر اس کی بداخلاقی پر "پُھر" ہو گیا تھا۔اب واپس وہی "نوح ابراہیم" بن چکا تھا۔۔

مگر اسے کونسا پرواہ تھی۔۔!! تھوڑی دیر بعد اپنا نائٹ ڈریس پہن کر بیڈ کی طرف آئی تو وہ آدھی سے زیادہ جگہ پر قبضہ کیا بیٹھا تھا۔

حالانکہ بیڈ کا سائز کافی بڑا تھا۔ ایک نظر اس کے باڈی بلڈر وجود کو گھورتے اپنا تکیہ اُٹھاتی سونے کی نیت سے صوفے کی طرف بڑھنے ہی لگی تھی۔

جب اچانک وہ اس کی کلائی دبوچتا اُسے بیڈ پر گراتا اس پر "حاوی" ہو گیا تھا۔ یہ صِرف پلک جھپکنے کا عمل تھا۔ وہ کچھ سمجھ ہی نہ سکی تھی۔ کہ آخر ہوا کیا تھا۔۔؟

کیا بکواس کی ہے نیچے سمجھ نہیں آتا تمھیں "میں" اپنی پرسنل لائف دوسروں سے ڈسکس کرنے کا عادی نہیں ہوں۔۔!! اس کے اوپر جھکا وہ مروہ کے چودہ طبق روشن کر چکا تھا۔ اپنے اتنے قریب اُسے محسوس کرتے اس کی حالت مرنے والی ہو چکی تھی۔

چھوڑو مجھے ۔۔ چھوڑ دو۔۔؟اس کی جدو جہد پر اس کے ہاتھ قابو کرتا سائڈ ٹیبل پر پڑا لیمپ آن کرتا اُسے دیکھنے لگا۔ جو سانس روکے حد درجہ سرخ چہرے کے ساتھ اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔مروہ نے اس کے دیکھنے پر نخوت سے اپنے چہرے کا رُخ دوسری طرف کر لیا تھا۔

جیسے واپس اپنی سمت کرتا بڑی لگاوٹ سے استفسار کرنے لگا۔۔

ایک بات بتاؤ یار یہاں۔۔ بھوسا بھرا ہے۔۔ !! ساتھ ہی کنپٹی پر دو انگلیوں سے ذور سے دستک دی گئ تھی ۔

میں نے کچھ غلط نہیں کہا تھا۔۔ ماموں نے جو پوچھا میں نے بس ایمانداری سے جواب دیا تھا۔ یہ بولتے ہوئے اس کا دل کر رہا تھا ذور دار قہقہہ بھی لگائے اور بتائے ۔۔۔

جی سر تاج ۔۔!! میں نے یہ سب جان بوجھ کے کیا ہے۔ وہ جو اسے

ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے نکلتے خوشی کے جگنو دیکھتا قہر آلود

نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ جو با مشکل سنجیدہ سی بنی پڑی تھی ۔۔

ٹھیک ہے ۔۔ یوں ۔۔ (اشارہ اس کی نیچے کی گئ حرکت کی طرف تھا)

ہی مجھے ڈسٹرب کرنا ہے نہ تم نے بعض نہیں آئو گی۔ پہلے مجھے

اکساتی ہو۔ پھر خود بیمار ہو کر مجھے ولین بنا دیتی ہو ۔۔

بہت اچھا ۔۔!!

واٹ ۔آر۔ یو۔ا کچللی ۔ گرل۔۔؟ اس کا لہجہ بے حد سنجیدگی لیے

ہوئے تھا۔

اب تمہاری سزا یہ ہے۔ صبح سے میرے سارے کام تم خود کرو گی۔

وہ بھی میرے اٹھنے سے پہلے پہلے ۔۔!!

میں تو نہیں کرو گی ۔ڈاکٹر نے مجھے سختی سے آرام کی تاکید کی ہے ۔

صفاچٹ اُسے جواب دیتی رخ موڑ کر تکیہ میں چہرہ چھپا گئی ۔۔ وہ چند لمحے اپنی زندگی میں شامل ہوئے اس فتنے کو قہر آلود نظروں سے دیکھتا رہا

پھر اس کے اوپر سے ہٹتا اپنی سائڈ پر لیٹتا کمرے کی خوبصورت چھت کو دیکھنے لگا۔ اپنے سے چھوٹی عمر کی لڑکی سے شادی نے اُسے اپنے فیصلے پر پچھتاوے میں مبتلا کر دیا تھا۔آخر کیسے ان کی زندگی ایک ساتھ گذرے گی ۔۔۔ یوں لڑائی جھگڑے کرتے ہوئے ۔۔؟ ذہنی طور پر ڈسٹرب رہنے کی وجہ سے وہ آفس میں بھی کام پر فوکس نہیں

کر پاتا تھا۔ رُخ موڑ کے اُسے دیکھا تھا۔

جو اس کے بلکل قریب ویسے ہی تکیہ میں چہرہ چھپائے شاید سو بھی چکی تھی۔ احتیاط سے اُسے سیدھا کرتا ماتھے سے بال ہٹاتا اُلٹے ہاتھ سے ٹمپریچر چیک کیا تھا۔ جو نارمل ہی تھا۔ مگر چہرہ کیوں اتنا تپ رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے ۔۔

سر جھٹکتا ذہن میں شہریار رضا کے ساتھ اپنی آخری ملاقات یاد آئی تو نا جانے کیوں دل میں ملال سا اٹھا تھا۔ وہ دونوں ساتھ ہی پڑھتے تھے۔ شہریار بے شکِ باہر پلا بڑھا تھا۔ مگر وہاں کی ینگ جنریشن کی طرح گرل فرینڈ شراب نوشی جیسے حرام کاموں سے کوسوں دور رہنے والا انسان تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے اپنے گھر میں ٹھہرا لیا تھا۔

ابھی وہ مزید بھی کچھ سوچتا کہ اچانک وہ درد سے کراہ اٹھا تھا۔ پیٹ پر کوئی ذور دار چیز گرنے سے اٹھ کر بیٹھتا حیران رہ گیا تھا۔ وہ نیند میں ٹانگیں چلاتی تھی ۔اس کی ٹانگ پکڑ کر قدرے ذور سے بیڈ پر پٹکی تھی ۔ اور اُسے دیکھا تھا۔

جو ہنوز خواب وخرگوش کے مزے لے رہی تھی ۔ زرا سی شرم نہیں اس لڑکی کو۔۔ اس کا بے ترتیب لباس دیکھتا سخت اُکتاہٹ سے واپس لیٹتا اس کی طرف سے رُخ موڑ گیا تھا۔۔

oooooooooo

اُٹھو۔۔ میں آفس جانے لگا ہوں ۔ اٹھ کر کپڑے نکالو میرے ۔۔

مروہ اپنے یوں نیند سے بیدار کیۓ جانے پر سخت بدمزہ ہوتی اٹھ کر بیٹھتی اُسے گھورنے لگی ۔

جو اُسے اٹھا کر خود بنیان اور ٹراؤزر پہنے اس کی طرف پشت کیے کھڑا فون پر مصروف سا بات کرتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا مضطرب سا دکھائی دیتا تھا ۔۔

"بُخاری صاحب کو کہیں آپ وہ میٹنگ ارینج کریں دوپہر میں کسی وقت میں خود دیکھتا ہوں کیسے نہیں مانتا ۔۔" حکم صادر کرتا پلٹا ہی تھا ۔ اُسے غائب دماغی سے بیٹھے دیکھ پارہ چڑھ گیا تھا ۔

اُٹھ جاؤ مس سلیپنگ بیوٹی ۔۔ ! ! اٹھ کر میرا ڈریس نکال دو مہربانی

ہو گی ۔۔اور نیچے جا کر کوفی بھی بنا لاؤں ۔۔

میں کیوں کروں ۔۔؟یہ کام پہلے جو یہ کام کرتا تھا اب بھی وہی کرے گا۔۔!! مروہ نے سستی سے کہتے ٹائم دیکھا تھا۔ نماز کا ٹائم دیکھتے جلدی سے باتھروم کی طرف لپکی ہی تھی ۔جب وہ درمیان میں ہی اُسے کمر سے اچکتا بیڈ پر گراتا خود گُھس گیا تھا۔ مروہ اس کی حرکت پر جلتی نِگاہوں سے باتھروم کے ڈور کو دیکھنے لگی جس کے پیچھے وہ غائب ہوا تھا۔

اس نے اُسے کوئی پلاسٹک کی گڑیا ہی سمجھ لیا تھا۔۔؟

باتھ روم کے بند دروازے سے اپنی دہکتی نظریں ہٹاتی بیڈ سے نیچے اترتی کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی تھی۔انداز کچھ ایسا تھا۔ جیسے آج آر یا پار کر دے گی۔۔۔

تھرڈ فلور سے سیدھا فرسٹ فلور کے اسٹیپ اُتر کر اس نے اپنا سانس بحال کیا تھا۔ جو غصے کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی پھول چکا تھا۔۔۔

کوفی بنا لاؤ۔۔!! آج ایسی کوفی بنا کر دو گی۔کہ آئندہ کوفی کے نام سے بھی دور بھاگو گے شاکا۔۔۔؟

کسی انڈین مووی کا ڈائیلاگ اپنی سچویشن کے حساب سے فٹ کرتی منہ پر بکھرے بالوں کو ایک ہاتھ سے پرے کرتی دوپٹہ صحیح کرنے کے لیے گردن میں ہاتھ ڈالا ہی تھا۔جب اسے وہاں موجود نہ پا کر

حیران ہوتی اپنا لباس دیکھنے لگی۔ جیسے دیکھتے اس کے قدموں تلے سے زمین نکلی تھی۔

وہ سلک کی شرٹ اور ٹراؤزر پہنے ہوئے تھی۔جبکہ شرٹ کے اوپری دو تین بٹن کھلے تھے۔اور ٹراؤزر کا ایک پائنچہ گھٹنے تک پہنچا ہوا تھا۔ بٹن کھلے ہونے کی وجہ سے شرٹ بھی دائیں طرف سے کچھ حد تک ڈھلکی ہوئی کندھا عیاں کر رہی تھی۔۔

او میرے خُدایا۔۔۔!! یہ کیا حلیہ بنا ہوا ہے میرا ماتھے پر ذور سے ہاتھ مارتی جلدی سے اپنی حالت درست کرتی کچن کی طرف بڑھی تھی۔ ویسے بھی اس وقت تمام مرد حضرات اپنے اپنے کمروں میں موجود تھے۔۔ سو بے فکری سے لاؤنج سے گزرتی کچن میں داخل

ہوئی تھی۔۔

وہاں پہلے سے ہی حرا کو کھڑی دیکھتے اس نے آسمان کی طرف شکوہ بھری نظروں سے دیکھا تھا۔ چونکے وہ گھر کے اندر کھڑی تھی۔ اس لیے کچن کی چھت کو ہی آسمان تصور کیا۔۔۔

حرا نے معمولی سی آہٹ پر مڑ کر دیکھا اور مروہ کو دیکھتے اس کی آنکھیں حسد سے جلنے لگی۔ اور یہ جلن اتنی شدید تھی۔

کہ اسکا دل کر رہا تھا۔ہاتھ میں موجود تیز دھار چھری سے اس کے معصوم نظر آتے چہرے پر وار کر دے۔جو اس کے حصے کی خوشیوں پر قبضہ کیے بیٹھی تھی۔

کیسی ہو۔۔؟ سوری برات والے دن میں پتہ نہیں۔۔؟ کیا اول فول

بک گئ تھی ۔۔۔دل میں پنپتے خیالات کے بر عکس شر مندہ سے لہجے میں بولتی کن

اکھیوں سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی ۔ جو اس کی معافی مانگنے پر تعجب سے اسے دیکھ رہی تھی ۔

کون سی والی بات کی معافی مانگ رہی ہیں ۔۔میں دراصل سمجھی نہیں ۔۔۔؟

مروہ نے پورے استحقاق سے کچن میں مکمل داخل ہوتے انجان بنتے پوچھا تھا۔

میں جانتی ہوں ۔ شروع سے میرا رویہ تمہارے ساتھ بس لیا دیا سا رہا ہے ۔اب تمھارا میری کسی بھی بات پر یقین کرنا ناممکن سی

بات ہے۔ لیکن مروہ سچ میں میں اس وقت بہت اکیلی اور تنہا ہوں

۔

۔اُسے دیکھتی وہ اپنی بات جاری رکھی ہوئی تھی۔ جو اس کی باتوں

سے بے نیاز کوفی کا سامان ڈھونڈھ رہی تھی۔

میں نے اپنی نادانی میں جس لڑکے سے نکاح کیا تھا۔ وہ بلکل اچھا لڑکا

نہیں۔۔اب مجھے بلیک میل کر رہا ہے۔ بلیک میل والی بات پر مروہ

بُری طرح چونکتی اُسے دیکھنے لگی۔جس کی آنکھوں سے آنسو رکنے کا

نام نہیں لے رہے تھے۔

مجھے ہوٹل میں ملنے کے لیے بلا رہا ہے اگر نہ ملنے گئ تو وہ گھر آ کر

ماما بابا سے بات کر کے مجھے لے جائے گا۔۔!!

مروہ پلیز میری مدد کرو۔ میں بہت پریشان ہوں ۔ بابا تو راضی ہیں ۔ بس کسی بھی طرح مجھے گھر سے نکالنا چاہتے ہیں ۔ چاہے لڑکا جیسا مرضی ہو ۔ وہ کچھ نہیں دیکھے گے ۔ بس مجھے چلتا کر دے گے ۔۔

اُسے متوجہ دیکھ آنکھوں میں ڈھیروں نمی لیے اُسے حرف حرف بتاتی چیئر گھسیٹ کر بیٹھتی رونے لگی ۔۔

مروہ حقیقتاً اس کی باتوں سے فکر مند سی ہوتی اس کے قریب آئی تھی ۔ بے شک وہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتی رہی تھی ۔ مگر تھی تو وہ اس کے ماموں کی بیٹی ۔۔۔؟

حرا آپی ۔۔؟ میں کیسے مدد کر سکتی ہوں ۔۔ آپ ماموں اور مامی کو بتائے نہ یہ سب کچھ ۔۔!!

مروہ تم میری بات نہیں سمجھ رہی ۔۔!! وہ مجھے طلاق دے چکا ہے ۔ اور اب صاف مکر گیا ہے ۔ اس کے پاس نکاح نامہ ہے ۔ جبکہ میرے پاس طلاق کا کوئی ثبوت نہیں ۔۔!!

تو پھر نوح بھائی ۔۔۔ میرا مطلب ہے ۔ میں نوح سے بات کروں ۔ وہ آپ کی ہیلپ کرے ۔۔؟

حرا نے مروہ کے مشورے پر سخت بدمزا ہوتے اس کا چہرہ دیکھا تھا ۔

تم میرے ساتھ چلو گی ۔۔؟

واٹ ۔۔؟ میں ۔۔ نہیں ۔۔ میں کیسے جا سکتی ہوں ۔ مروہ نے جلدی سے انکار کیا تھا ۔ اب اسے اس کی باتوں سے گھبراہٹ ہونے لگی تھی ۔ اس لئے کوفی کی طرف متوجہ ہوتی جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی ۔

یعنی تم نے مجھے معاف نہیں کیا۔۔؟ حرا نے اس کے انکار پر دُکھی انداز میں کہتے زکام بھری سانس اندر کھینچی تھی۔

اس کے بعد آپ کس سے شادی کریں گی۔۔۔؟ (اشارہ عاشر کی طرف تھا۔)

کافی مگ میں انڈیلتے اس نے یکسر موضوع سے ہٹ کر سوال کیا تھا

۔۔

میں کچھ نہیں بزنس کروں گی۔۔ پھر مما بابا کی پسند سے شادی کر لوں گی۔ایک تجربہ میرے لیے کافی ہے۔۔

مروہ نے اس کے جواب پر اس کا چہرہ پڑھنا چاہا تھا۔ مگر وہاں صرف گہرے دُکھ کی پرچھائیں تھیں ۔۔۔

اوکے ۔۔!! میں آپ کو سوچ کے بتاؤں گی ۔ اُسے تسلی دیتی کوفی کا مگ لیتی کمرے کی طرف چل دی ۔ ذہن بے شمار سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔ کمرے کے دروازے پر رُک کر گہری سانس خارج کرتی اندر داخل ہوئی تھی ۔

وہ سامنے ہی بیڈ کے نزدیک کھڑا بلیک پینٹ کوٹ میں ملبوس لیپ ٹاپ بیگ میں رکھ رہا تھا۔

اس کے اِس کمرے میں آنے سے پہلے اس کے چھوٹے چھوٹے سارے کام ہی ملازم کرتا تھا۔ کمرے میں اس کی موجودگی محسوس

کرتا وہ جو پلٹ کر اسے ڈانٹنے لگا تھا۔۔

اس کے ہاتھ میں پکڑے کوفی کے مگ کو دیکھ سختی سے لب بھینچ گیا۔ مروہ بھی اپنے ہاتھ میں موجود مگ کو دیکھ حیران ہوئی تھی۔ حرا کی باتوں نے تو اس کا دماغ ہی ماؤف کر دیا تھا۔۔

اس کے قریب جا کر ایک ہاتھ سے مگ پکڑتا دوسرے بازو سے اس کی گردن نرم سے شکنجے میں لیتا دھیمی بھاری معنی خیز سی سرگوشی اس کے کان کے بلکل قریب کرتا اس کے حواس بے قابو کر گیا تھا۔۔۔

مروہ اس کا حصار توڑتی لال بھبوکا چہرہ لئےاُسے دیکھنے لگی۔ جو اسے ہی دیکھتا کافی کے گھونٹ بھر رہا تھا۔ بھوری آنکھیں نہ جانے کس جذبے کے تحت چمک رہی تھیں۔۔

کتنے۔۔!! بے شرم ہیں آپ ذرا تمیز نہیں کونسی بات لڑکیوں سے کرنی چاہیے کونسی نہیں۔۔!! افسوس سے بولتی اُسے شرم دلانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

بھئی مجھ میں تو بہت شرم ہے۔ میں تو چیک کر رہا تھا کہ تم میں شرم ہے کہ نہیں۔۔؟

سکون سے بولتا خالی مگ اُس کے ہاتھ میں پکڑاتا اس کی شرٹ کا ایک بٹن جو کھلا تھا اُسے بند کر گیا۔ مروہ اس کی حرکت پر سٹپٹاتی اس کا ہاتھ پکڑنے لگی۔ جیسے وہ نرمی سے اپنے ہاتھ سے پکڑتا پرے کر گیا۔ اس کے گال تھپکتا لیپ ٹاپ بیگ اُٹھاتا نکلنے ہی لگا تھا۔ جب وہ اُسے جاتا دیکھ کشمکش میں مبتلا ہوتی پکار بیٹھی۔۔

یہ شادی مجبوری کی ہے۔۔؟ وہ جو کمرے سے نکلنے ہی لگا تھا۔ اس کے سوال پر بھنویں جوڑتا واپس پلٹ کر اسے تکنے لگا جو اُلجھی اُلجھی پریشان سی سپاٹ چہرہ لیے کھڑی تھی۔

میری پیاری بیوی صاحبہ۔۔!! بس کردو یہ سب سوچنا اپنی پڑھائی پر فوکس کرو جو مستقبل میں تمہارے کام آئے گی۔ عمر دیکھو اپنی پہلے شادی یہ۔۔!!۔شادی وہ۔۔!! کرتی رہو گی۔ تھوڑے دنوں تک تمہیں بچے بھی چاہئے ہوں گے۔ میں نا اس معاملے میں بلکل بھی فاسٹ بندہ نہیں ہوں۔ ہر وقت ایک ہی ٹاپک۔۔ سخت بیزار لہجے میں بولتا اُسے جھاڑتا مضبوط چال چلتا کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔ جبکہ مروہ تپتا چہرہ لیے مایوسی اور تنفر سے اُسے دیکھتی رہ گئ تھی۔

جو اس کی سنے بنا اپنی ہی سنا کر چلا گیا تھا۔۔

ooooooooooooooo

ہیلو۔۔۔کیسے یاد کیا مجھ ناچیز کو۔۔؟

کیسی بے مروت دوست ہو۔شادی کیا ہوئی تم تو فون کرنے سے بھی گئی۔۔

نایاب کی خفا خفا سی آواز سنتے اس نے اداسی سے کندھے پر بیٹھے چیکو

کی طرف دیکھا تھا۔ جو خود اس سے ناراض تھا۔ مگر پھر بھی بیٹھا اس کے کندھے پر تھا۔

اب بھی اُسے نایاب کے ساتھ لگے دیکھ اس کے بالوں کو چونچ میں بھرتا اپنی طرف متوجہ کرنا چاہ رہا تھا۔

تمھیں کیسے بھول سکتی ہوں۔ شادی۔۔ ؟اس کے لہجے میں کڑواہٹ گھل گئی تھی۔ ایسی شادی کسی کا نہ ہو۔ جہاں پر آپ کو لگے کہ آپ کی تو کوئی ویلیو ہے ہی نہیں۔ اُسے شادی نہیں سمجھوتہ کہتے ہیں نایاب ڈیئر۔۔!!

کیا تمھارا کزن تمھارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا۔ نایاب نے فکر مندی سے پوچھا تھا۔۔

پتہ نہیں ۔۔!! میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی ۔ تم بتاؤ کیسی ہو ۔۔؟

میں اک دم فٹ فاٹ۔۔۔!! نایاب نے بھی اُسے مزید کریدنا مناسب نہ سمجھتے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا۔

رزلٹ آرہا ہے نیکسٹ ویک تم کونسی یونی میں ایڈمیشن لو گی۔ یاد ہے تم نے کہا تھا ایک ہی یونی میں جائے گے ۔۔

نایاب کی بات پر اُسے صبح اپنی اور نوح کی جھڑپ یاد آئی تھی۔ وہ اُسے پڑھنے کا کہہ رہا تھا۔

ہاں ساتھ ہی لے گے ۔ پہلے رزلٹ تو پتہ چلے کہ ہمیں کوئی بڑی یونی ایڈمیشن دیتی بھی ہے یہ نہیں ۔ رسانیت سے بولتی دوسری طرف

سے خاموشی پا کر لب دبا گئی ۔۔۔

تم مجھے ٹونٹ کر رہی ہو ۔۔؟ نہ آئے زیادہ نمبر ہم کم نمبروں سے بھی بڑی یونی میں ایڈمیشن لے لے گے انشاءاللہ ۔۔ نایاب نے شاکی انداز میں کہتے آخر میں مزے سے کندھے اچکائے تھے ۔۔

اچھا کسی ریسٹورنٹ میں لنچ کرنے جائے کافی دنوں سے ہم ملے نہیں ۔۔ نایاب نے پلان بناتے اخر میں افسردگی سے کہا ۔۔

گھر آ جاؤ تم ملنے ۔۔!!

میں نہیں آ رہی تمہارے گھر تمہاری ساس تو مجھے یوں دیکھتی ہے جسے ڈونلڈ ٹرمپ آج کل ایران کو دیکھتا ہے ۔ حالانکہ میرے پاس تو نہ کوئی ایٹمی طاقت بننے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی

ہر موز سٹریٹ ہے۔ افسوس سے بولتے اس نے مروہ کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دی تھی ۔۔

کتنی ڈرامے باز ہو نابی تم ۔۔ مروہ نے ہنستے ہوئے تبصرا کیا ۔۔

اچھا ایک انڈین سیریل کا لنک بھیجو قسم سے تمہاری طرح ہی ٹریجڈیٹی ہوئی ہے۔ ہیروئن کے ساتھ ۔ مدد ملے گی آنے والی زندگی میں شوہر کو قابو کرنے میں ۔۔

میں نہیں دیکھنے والی نابی مجھے نہیں یہ انڈین ڈرامے پسند ۔۔!! مروہ نے منہ بناتے کہا ۔۔

ایک بار میری زندگی ۔۔!! دیکھ تو لے دعائیں دو گی مجھے ۔۔جذباتی انداز میں بولتے نایاب نے کال کٹ کرتے اُسے کوئی انڈین سیریز کا

لنک بھی واٹساپ کر دیا تھا۔۔

بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتی وہ ٹائم پاس کرنے کے لیے سیریز دیکھنے لگی

۔۔

"ٹائم دیکھ رہی ہو۔ کیا ہوا ہے۔۔۔؟"

مروہ ان کے سخت لہجے پر خاموشی سے لب سختی سے بھینچے کھڑی ان کا چہرہ دیکھے گئی۔ جو لڑکپن سے جوانی تک ہمیشہ اس کے ساتھ اور اس کے بھائی کے ساتھ خرخت ہی رہیں تھیں۔اب تو اس کی زبردستی کی ساس بھی بن چکی تھیں۔۔

جی۔۔شام کے پانچ بجنے والے ہیں۔

قمیض کے دامن کو ایک ہاتھ سے سختی سے جکڑتی سپاٹ لہجے میں

جواب دیتی ان کے یہاں بلانے کا مقصد جاننا چاہ رہی تھی۔

حلیہ دیکھا ہے اپنا نئ نویلی دلہن ہو۔ مگر کہیں سے بھی نہیں لگتا

تمھیں

دیکھ کر۔۔!! بیڈ پر بیٹھی وہ تنقیدی نگاہوں سے اُسے دیکھ کر تبصرا کر

رہی تھیں۔۔

تم سے زیادہ سجی سنواری آج کل کی طلاق یافتہ عورتیں ہوتی ہیں۔

صبح بھی میرا بیٹا بنا ناشتہ کیے آفس کے لیے نکل گیا تھا۔ نہ تم اس کے

کھانے پینے کا دھیان رکھ رہی ہو۔ یقیناََ کمرے میں بھی وہ اپنے کام

خود ہی کرتا ہو گا۔

اس نے خود چھٹی کرائی ہے ثاقب کی ۔۔!! مروہ نے اپنے لفظوں پر زور دیتے شاکی انداز میں بد گمان ساس پلس مامی کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا تھا۔

وہ اس لیے بی بی ۔۔کہ اب بیوی کے ہوتے ہوئے وہ ملازموں سے کام کروانے سے تو رہا۔۔

تو آپ کیا چاہتی ہیں۔ میں کیا کروں ۔۔؟

آج شام اُس کے آنے سے پہلے اچھا سا تیار ہو جا کر۔تا کہ اُسے بھی تو پتہ چلے اس کی شادی ہوئی ہے۔ یہ باتیں تمھاری ماں کو سمجھانی چاہیے تھی تمہیں

پر خیر۔۔۔اس کا کونسا کبھی سسرال سے پالا پڑا ہے۔ طنز سے بولتی

اس سامنے بیٹھی عورت کے چہرے پر رعونت ہی رعونت ٹپک رہی

تھی۔۔

مامی آپ کا ہونہار بیٹا صبح ہی مجھے کہہ کر گیا ہے۔ شادی وادی کو

بھول کر

پڑھائی پر توجہ دوں۔ میں اس کا حکم مانو یا آپ کا یقیناً آپ اپنے بیٹے

کے حکم کو ہی فالو کرنے کا کہیں گی۔۔

۔اس کے علاوہ آپ کو کچھ اور نہیں کہنا تو کیا میں۔۔

عصر کی نماز پڑھ لوں۔۔؟

ایک ہی سانس میں سب کچھ کہتی اُن کا جواب سنے بنا کمرے سے نکل

آئی تھی ۔ ورنہ ۔۔!! ماں کے بارے میں ان کے منہ سے ایسی باتیں سنتے دل کر رہا تھا سب لحاظ بلائے طاق رکھ کر انھیں بتا دے کہ وہ خود کیا ہیں ۔

مفاد پرست ،لالچی عورت،۔۔۔

جبکہ اس کے کمرے سے یوں تن فن نکلنے پر صاعقہ بیگم اس کی بد اخلاقی پر کھول کر رہ گئی تھیں ۔ایسے ہی تو وہ اسے نا پسند نہ کرتی تھی ۔۔۔

oooooooooooo

مروہ کیا کہہ رہی تھیں بھابی تم سے۔۔۔؟

وہ اپنے کمرے کی طرف واپس جارہی تھی ۔ جب اپنے کمرے سے نکلتی آمنہ بیگم اُسے روکتی فکر مندی اور پیشانی سے گویا ہوئیں ۔۔۔

ماں کے سوال پر اس نے مڑ کر آنسو روکنے کی کوشش کرتی ہلکان ہوتی لال آنکھوں سے اُنہیں دیکھا تھا ۔

کیا بتاتی انہیں وہ اُسے اپنے بیٹے کی کنیز بنانا چاہتی ہیں۔ جس کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی۔۔اس لیے انھیں بنا کوئی جواب دیے اوپر کی طرف بڑھ گئ تھی ۔

آمنہ بیگم شدید دکھ سے بیٹی کو جاتا دیکھتی رہ گئ ۔ جو آج زندگی میں شاید پہلی بار ان کی بات کا جواب دیئے بنا گئ تھی

oooooooooooooo

وہ شام کے چھ بجے تھکا ہارا آفس سے لوٹا کوٹ کندھے پر لٹکائے گھر میں داخل ہوا تھا۔ قدموں کا رُخ اپنی منزل کی جانب تھا۔

نوح بیٹا بات سنو۔۔ جب ماں کی پکار پر وہ فون کی اسکرین سے نگاہ ہٹاتا اُنہیں کی طرف قدم بڑھا گیا۔ جو بے چینی سی کھڑی شاید کافی وقت سے اس کے آنے کا انتظار کر رہی تھیں۔۔

جی مما۔۔۔؟ فون پینٹ کی پاکٹ میں گھساتا اُن کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔۔

اگر زیادہ تھکے ہو تو فریش ہو کر بات سن لینا۔۔

بیٹے کے چہرے سے تھکاوٹ محسوس کرتیں فکر مندی سے بولیں

تھیں۔

نہیں کوئی تھکاوٹ نہیں آپ بتائیے کیا بات ہے۔

مروہ نے میرے ساتھ آج بد تمیزی کی ہے۔ پہلے تو وہ صرف میرے شوہر کی بھانجی تھی۔ مگر اب وہ میری بہو ہے۔ نہ اسے اپنی جگہ اور مرتبے کی پہچان ہے۔ ہر وقت کمرہ بند کیے پڑی رہتی ہے۔

تم بیٹا اب اوپر کمرے میں جا کر اُسے کچھ سمجھاؤ نئی نویلی دلہنوں کے یہ طور طریقے نہیں ہوتے تم شوہر ہو اس کے یقیناً وہ تمہاری بات ضرور سمجھے گی۔۔

وہ اس کا کندھا تھپکتی فریش ہونے کا کہتیں چلی گئی تھیں۔۔

جبکہ وہ سنجیدہ کچھ حد تک ہکا بکا کھڑا خود کو اس گھریلو سیاست میں پستہ

محسوس کر رہا تھا۔

یعنی نوح ابراہیم تم اب گھر میں بھی سیکنڈ ٹائم جاب کرو گے۔ وہ بھی عورتوں کے

ماتحت ۔۔ واہ۔ کیا قسمت پائی ہے۔۔!!

یہ شادی تو میرے لیے سر درد ہی بن گئی ہے ۔۔

ooooooooooooo

کمرے میں داخل ہوتا وہ دروازہ بند کرتا کندھے پر لٹکا کوٹ صوفے پر پھینکتا خود بیڈ کے وسط میں ٹانگیں لٹکائے لیٹ گیا تھا۔۔

کمرے میں غیر معمولی خاموشی پا کر اُس نے سر اُٹھاتے اِدھر اُدھر نسوانی وجود کو ڈھونڈا تھا۔ جو آج خِلاف معمول دکھائی نہ دے رہی تھی۔۔

میسج کی بیپ پر فون پینٹ کی ہپ پاکٹ سے نکالتا میسج نوٹیفکیشن سے ہی دیکھتا موبائل بیڈ پر پھینکتا اُٹھ گیا تھا۔

پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے۔ شوہر کا کوئی احساس ہی نہیں ہے۔ زیادہ ڈھیل دے دی ہے شاید۔۔!!

ابھی وہ کوفت و بیزاری سے ٹائی اور شرٹ اتارتا ڈریسنگ روم کی

طرف اپنا ڈریس لینے جا ہی رہا تھا۔

جب کمرے کے دروازہ کھلنے پر پلٹ کر دیکھتا ساکت ہی تو رہ گیا تھا۔

سامنے کھڑی لڑکی نے اس کے تھکاوٹ زدہ اعصاب کو پرسکون اور بے قرار بیک وقت دو کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔دوسری والی کیفیت سخت خطرے کی علامت تھی۔

جبکہ مروہ جو غصے میں کافی دیر سوچو بچار کے بعد اپنے کمرے میں جا کر ساڑھی تو پہن آئی تھی۔اب اُسے ساکت و جامد کھڑا دیکھ اُسے اپنے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجتی صاف سنائی دے رہی تھی۔

نوح نے با مشکل اپنے بکھرتے حواس قابو کرتے خود کو کمپوز کیا تھا۔ جو اسے یوں دیکھ بہک گئے تھے۔

کہیں جارہی ہو۔۔؟انداز سرسری سا تھا۔۔

مروہ نے اُسے دیکھتے اپنی بلیک سلک کی ساڑھی کا پلو سنبھالتے نفی میں سر ہلایا اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئ۔ کیوں کہ پہلی بار ہائی ہیل پہن کر اسے چلنے میں کافی دقت ہو رہی تھی۔

نوح اُسے گہری نظروں سے دیکھتا اپنی تھوڑی کو انگھوٹھے اور انگشت شہادت سے مسلتا ڈریسنگ روم میں جانے کا ارادہ ملتوی کرتا بے خود انداز میں قدم قدم چلتا اس کے بلکل قریب آ رُکا تھا۔۔

مروہ نے گھبراہٹ سے اپنی بھیگتی ہوئی ہتھیلیوں کو زور سے بند کرتے تیز تیز پلکیں جھپکتے اُسے دیکھا تھا۔ مگر اسے شرٹ کے بغیر دیکھتے جلدی سے نظریں جُھکا گئ۔۔

تمہارے ارادے کیا ہیں۔ کیوں تیار ہوئی ہو۔ کیا تمھارا مقصد مجھے بہکانا ہے۔ مگر میں تمہیں بتا چکا ہوں۔

اپنی پڑھائی پر دھیان دو۔ ابھی ان چونچلوں کے لیے عمر پڑی ہے۔

اپنے دلی جذبات کے برعکس وہ اس کے سر پر سوار غصے سے بولا تھا۔

مامی نے مجھے کہا ہے تیار ہونے کو زیادہ خوش فہم نہ ہوں۔

آپ اس رشتے سے خوش نہیں ہے۔ یوں بلاوجہ میری اسٹڈی کو ریزن نہ بنائے۔ بچی نہیں ہوں سب سمجھتی ہوں۔ آپ حرا آپی سے محبت کرتے ہیں۔ یوں بار بار مجھے امیچور کہہ کر کبھی اسٹڈی کا بہانا بنا کر کیا سمجھتے ہو۔ میں پاگل ہوں۔ بیوقوف ہوں۔۔ وہ جو غصے میں صوفے سے اٹھتی اس کی بھوری آنکھوں میں اپنی سرخ انگارہ آنکھیں

ڈالے بول رہی تھی۔

اچانک کمر پر سخت ہاتھ کی گرفت محسوس کرتی چونکتی اسے دیکھنے لگی۔ جو مخمور نظروں سے اُسے دیکھتا کسی اور ہی دنیا میں گھم تھا۔

چھوڑے مجھے نوح ابراہیم ۔۔ میں کہہ رہی ہو چھوڑو مجھے وہ جو اس کے دلکش سراپے میں مکمل کھویا کوئی گستاخی سرزد کرنے ہی لگا تھا۔ اس کے یوں پہلی بار اپنا نام لینے پر خمار بھری آنکھوں سے اُسے دیکھتا اس کا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑتا عجیب فرمائش کر گیا تھا۔۔

دوبارہ میرا نام لو۔ باخدا آج تک اپنا نام اتنا اچھا نہیں لگا۔۔جذبات سے بھاری ہوتی آواز میں بولتا اس کی گردن پر لمس چھوڑ گیا تھا۔

مروہ اس کی پیش قدمی پر گھبراتی اُسے پیچھے دھکیلتی بیڈ پر بیٹھ کر

گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ خود کو کمپوز کرتے اسے دیکھا تھا۔ جو وہی کھڑا اب اُسے خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے کا اثر ختم ہو چکا تھا۔

مروہ نے اس کا خطرناک حد تک غصے سے تنا ہوا سنجیدہ چہرہ دیکھ اپنا خشک حلق تھوک نگلتے تر کیا تھا۔ اور بولنے کے لیے لب وا کیے ہی تھے ۔ لیکن پھر اپنے لب سختی سے بھینچ گئی تھی۔۔

اس نے خود کو خود ہی بُری طرح ڈپٹا تھا۔وہ کیوں ڈرے جب اس نے کچھ غلط کیا ہی نہیں ۔ یعنی جب وہ چاہے گا اسے مار پیٹ لے گا۔ اور جب اس کا دل چاہے باہوں میں بھر لے گا۔ وہ کوئی روبوٹ تھی۔۔؟۔اس لیے خاموشی سے بیڈ پر بیٹھی ناخن چباتی اس کے پھٹنے کا انتظار کرنے لگی ۔ ایسا ہے تو پھر ایسا ہی صحیح ۔۔۔!!

نوح نے بڑی مشکل سے اس کی کئ بار دہرائی گئ حرکت کو تحمل سے برداشت کیا اور رخ موڑ کر خطرناک تیور لیے اسے دیکھا تھا۔ جواب معصوم پلس خُوبصورت بد روح بنی بیٹھی تھی ۔ جس چیز نے اُسے الرٹ کیا وہ اس کے چہرے پر چھائی حد درجہ بے خوفی تھی ۔

چلو ایک ڈیل کر لیتے ہیں۔ پل بھر میں سنجیدگی سے اپنا انداز

بدلتا اسے آفر کر گیا تھا۔۔ مروہ جو اُسے ہی دیکھ رہی تھی پیشانی پر بل ڈال کر نخوت سے بولی ۔۔

کیسی ڈیل ۔۔؟

اِدھر صوفے پر آ جاؤ زیادہ آسانی ہو گی نرم لہجے میں بولتا صوفے پر بیٹھ کر اس کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگا۔

یہی سے بتا دیں بہری نہیں ہو۔ وہ ڈھیٹ بنی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔۔

اوکے فائن ۔۔!! انداز طنز سے بھرپور تھا۔

تم مجھ سے کیا چاہتی ہو اب ۔۔۔۔ تم اور میں یہ بات بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔کہ غلطی کسی ایک فرد کی نہیں ہے۔ گلا کھنکھار

کر اسے دیکھتا لفظوں پر زور دے کر بولا تھا۔

بجا فرمایا آپ نے ۔۔ لیکن آپ بھول رہے ہیں نوح ابراہیم۔۔ آپ کی کرم نوازی سے میں پورا ہفتہ ہسپتال میں گزار کر آئی تھی ۔ اور جو مجھے طمانچے مارے وہ حساب ابھی الگ ہے ۔ تو پھر غلطی دونوں کی کیسے ہو سکتی ہے ۔۔

قصوروار دونوں برابر کے کیسے ہو سکتے ہیں۔۔ جب ہر طرف سے ذلت اور تکلیف میں نے ہی اٹھائی ہے ۔سپاٹ لہجے میں بولتی وہ ذرا نہ اس سے ڈری تھی۔ کہ اس کی یہ اِس حد تک صاف گوئی اس کے لیے خطرہ بن سکتی تھی ۔

ٹھیک ہے ۔۔ !! میں مانتا ہوں میں نے غلط کیا تمہارے ساتھ ۔۔

اب کیا تم نارمل وائف کی طرح میرے ساتھ رہ سکتی ہو۔۔ پہلے جو کچھ بھی ہوا۔ اُسے حادثہ سمجھ کر بھول جاؤ۔ میں خود مینٹلی طور پر تیار نہ تھا تمھیں بیوی کے روپ میں دیکھنے کے لیے پھر اچانک تمہارا رویہ مجھے سخت بننے پر مجبور کر گیا۔۔۔ سنجدیگی سے بولتا وہ مروہ کو تاسف سے خود کو دیکھنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔

اگر میں آپ کو ابھی اسی وقت تھپڑ ماروں اور کہوں کہ "نوح ابراہیم" اسے حادثہ سمجھ کر بھول جائیں تو کیا آپ یہ کر سکے گے۔ اگر آپ کا جواب ہاں ہوا تو میں بھی باخُدا ماضی میں جو کچھ آپ کر چُکے ہیں۔ وہ سب کچھ بقول آپ کے حادثہ سمجھ کر بھول جاؤں گی۔ مگر آپ کا خطرناک حد تک سرخ چہرہ دیکھ مجھے اپنے سوال کا جواب مل

گیا ہے۔

آپ کو ایک مزے کی بات بتاتی ہوں۔۔!! اُس کا بات کرنے کا انداز اِتنا عزت لیے ہوئے تھا۔کہ وہ زندگی میں پہلی بار اپنے پاس الفاظ کی شدید کمی محسوس کر رہا تھا۔۔مُلک کا نام ور بزنس مین جو روزانہ کروڑوں کی ڈیل فائنل کرتا ہے۔جس کے پاس بڑے سے بڑے انسان کو بھی منہ توڑ جواب دینے کی صلاحیت موجود تھی۔وہ صوفے پر ساکت سا بیٹھا اپنی بیوی کے سامنے لاجواب تھا۔

میری ماں آپ کی پھوپھو۔۔!! وہ بھی یہی غلطی کرتی آئی ہیں شروع سے۔

شوہر مارے، دھتکارے ،آپ کی

عزتِ نفس کے پرخچے اڑ دے۔ مگر اس کے باوجود اس کے ہر حکم پر لبیک کہنا فرض سمجھتی ہیں۔ ارے باڑ میں گئے ایسے شوہر جو آپ کی عزتِ ہی نہ کر سکے۔ کیا ضروری ہے ساری عمر ایک چھت کے لیے ذلیل ہی ہوتے رہو۔ بولتے بولتے گلے میں اٹکتے آنسوؤں کے گولے کو نگلتے اسے دیکھا تھا جو منجمند سا صوفے پر بیٹھا اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ بنا پلک جھپکے۔ جیسے خطرہ ہو پلک جھپکے گا تو سامنے نظر آتا منظر غائب ہو جائے گا۔

آپکو۔۔!! میری تیاری دیکھ کر بھی نہیں سمجھ نہیں آیا کہ میں پہلے ہی اس رشتے کو نبھانے کی ایفرٹ کر رہی ہو۔ افسوس ہوتا ہے مجھے آپ پر۔ اتنا بڑا بزنس مین اتنی چھوٹی سی بات نہ سمجھ سکا۔ آپ

میں اور میرے نام کے باپ میں کوئی فرق نہیں ہے نوح ابراہیم کوئی فرق نہیں ہے۔یاسیت سے بولتی اُس کے منہ پر اپنے لفظوں کا طمانچہ مارتی دروازے کی طرف بڑھ گئ تھی۔اب اور کچھ نہ بچا تھا کہنے کے لیے۔۔۔

جبکہ نوح اس کے الفاظ پر ساکت سا بیٹھا اپنا سر تھام گیا۔ کبھی کبھی ہمارے اندازے دوسروں کے بارے میں کتنے غلط ہوتے ہیں۔اُسے آج یہ بات اچھی طرح سمجھ آ گئ تھی۔

وہ لڑکی جیسے وہ نادان سمجھتا رہا وہ کتنی سنجیدگی سے اس رشتے کو نبھانے کی کوشش کر رہی تھی۔اس کی سب حرکتوں کو پسِ پشت ڈال کر۔۔کیا وہ ایسا کر سکتا تھا۔۔؟

وہ خود کو کمپوز کرتی نیچے آئی تو سب ہی تقریباً کھانے کی ٹیبل پر موجود تھے۔غالباً اُن کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔

بھابھی آ گئی ہیں۔زویا نے اسے دیکھتے پرجوش ہوتے نعرہ لگایا تھا۔

جب کہ اُسے یوں سجا سنورا دیکھ سب ہی حیران ہوئے تھے۔کہاں وہ کل تک کمرے سے نکل نہیں رہی تھی۔کہاں آج ساڑھی پہن کر چمکتے دمکتے روپ کے ساتھ سب کے درمیان آ گئی تھی۔

مروہ نے سب کی ہونک شکلیں دیکھ سنجیدگی سے اپنا بے ساختہ امڈتے مضحکہ خیز قہقہہ کا گلا گھونٹا تھا۔اوپر اُسے سنا کر آنے کے بعد وہ

کافی پر سکون تھی ۔۔

اسلام و علیکم ۔۔ !! مامی نوح تھوڑی دیر تک فریش ہو کر نیچے آئے

گے۔۔ صاعقہ بیگم اس کے شیریں

لب و لہجے پر کھولتی فقط سر ہلا گئی۔

مروہ نے ان کجلا بھنا انداز دیکھتے مسکراہٹ ضبط کی تھی اچھا ہی تھا

دونوں ماں بیٹا جلتے کڑھتے رہتے۔۔زویا کی ساتھ والی چیئر گھسیٹ کر

بیٹھ ہی رہی تھی ۔ جب بڑے ماموں کی آواز پر چونکی تھی ۔

مروہ بچے ادھر آ کر بیٹھو وہ اُسے نوح کی کرسی کے ساتھ والی چیئر پر

بیٹھنے کا اشارہ کر رہے تھے ۔

مروہ نے زویا کی معنی خیز نظروں کو اگنور کرتے اُن کی بات پر

فرمانبرداری سے عمل کرتی اپنی نئی جگہ بڑے اعتماد سے سنبھال گئی تھی۔ کھانے کی ٹیبل پر موجود ڈشیز میں بریانی کو دیکھتے اس نے اپنی پلیٹ سیدھی کرتے دو تین اور پورے چار چمچ بھر کے بریانی ڈالتے ابھی پہلا چمچ منہ میں لیا ہی تھا۔ جب اُسے اپنے ساتھ والی چیئر گھسیٹنے اور پھر اس پر کسی کی موجودگی کا احساس ہوتے اس کا دل بری طرح دھڑکا تھا۔ رُخ موڑ کر اُسے دیکھا تھا۔۔ وہ آرام دہ ٹراؤزر شرٹ پہنے ہلکے گلے بالوں کے ساتھ ماتھے پر لاتعداد بل ڈالے ابراہیم صاحب کی کسی بات کو توجہ سے سنتا اپنی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ رہا تھا۔

کسی کے کچھ بھی کہنے یا ٹوکنے سے پہلے اس نے بڑی سمجھداری کا

مظاہرہ کرتے اپنے سامنے پڑی بریانی کی پلیٹ کی طرح اس کے سامنے پڑی پلیٹ کو بھی بھر دیا تھا۔ اور پانی کا گلاس رکھ کر اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئ۔

سلاد کی کمی محسوس کرتے اس نے نظر اُٹھاتے ٹیبل پر اُسے تلاشنا چاہا جب ایک ہاتھ اس کے سامنے پلیٹ کر گیا۔

تھینک یو۔۔ سویٹ۔۔ اس کے الفاظ گلے میں ہی اٹک گئے جب نوح کو سنجیدگی سے پلیٹ اپنی طرف بڑھائے دیکھا تھا۔۔ وہ تو بھول بیٹھی تھی کہ آج وہ کس کی بغل میں بیٹھی ہے۔ خُجل سی ہوتی پلیٹ پکڑ کر چور نظروں سے اسے دیکھا تھا جو ابراہیم صاحب کی بات سنتا غائب دماغی سے اپنے سامنے پڑی بریانی کی بھری پلیٹ کو دیکھ رہا تھا

۔

ان سے کچھ دور بیٹھے شازل ، بازل، زویا کے لیے ان کا مچلنا انٹریسٹنگ شو کی طرح تھا۔جیسے وہ کھانا کھانے کے دوران مزے سے دیکھ رہے تھے ۔ جہاں شوہر کے ساتھ بیٹھ کر رغبت سے بریانی سے انصاف کرتی بیوی کو پتہ ہی نہ تھا۔کہ اس کا شوہر بریانی کو کتنا ناپسند کرتا تھا۔بریانی تو کیا وہ ہر طرح کی سپایسی چیز سے دور بھاگتا تھا۔

مروہ ۔۔نوح بیٹا بریانی نہیں کھاتے کچھ اور ڈال دو ۔ ماں کی آواز پر وہ جو تقریباً اپنی پلیٹ ختم کر چکی تھی ۔ چونکتی نوح کی پلیٹ میں جوں کی توں پڑی بریانی کو دیکھ اسے دیکھا تھا۔جوچُپ چاپ گہری نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

یہ کیا پاگل ہو گئے ہیں۔ جو مجھے یوں دیکھ رہے ہیں۔ وہ اس کی نظروں سے الجھن محسوس کرتی ساڑھی کا پلو درست کرتی پلیٹ میں چکن کڑاہی ڈالتے اس کے سامنے رکھتی چپاتی اٹھاتی اسے پکڑا گئی۔ جیسے وہ خاموشی سے پکڑ گیا تھا۔

بیٹا تم دونوں کہیں گھوم پھر آئو کچھ دنوں کے لیے ولیمہ بھی نہیں ہو سکا۔ یوں ماحول بدلے گا تو بچی بھی اچھا محسوس کرے گی۔ ابراہیم صاحب چیئر سے اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے نوح کو مشورہ دینے لگے۔ جب کے ان کی بات سن کر مروہ نے نوح کے ہاں میں سر ہلانے پر پانی کا گلاس اُٹھاتے لبوں سے لگایا تھا۔ اس کے بعد نہ اس کے ہلک سے نوالہ نیچے اترا۔ وہ کیوں سر ہلا گیا تھا کیا ان کا رشتے اِس اسٹیج پر تھا

کہ وہ یہ لووی ڈوی چونچلے افورڈ کر پاتے۔

○○○○○○○○○○○○○○○○○

تمہارا رزلٹ شو ہوا کیا۔۔۔؟

کمرے میں بے چینی سے اِدھر سے اُدھر ٹہلتی وہ نایاب سے فون کال پر مصروف ہونے کے ساتھ ٹیبل پر پڑے نوح ابراہیم کے لیپ ٹاپ پر نظر جمائے ہوئے تھی۔آج شام ہی ان کا رزلٹ آیا تھا۔

مروہ۔۔۔ مروہ۔۔؟ یار میں پاس ہو گئی ہوں ۔وہ بھی ساری بکس

میں موبائل کے سپیکر سے نایاب کی چھٹی چھٹی سی آواز سنتے اس نے

غصے سے لیپ ٹاپ کو ذور سے ہاتھ مارا تھا۔ جو ابھی تک اس کا

رزلٹ نہ شو کروا سکا تھا۔

اپنی طرح کا سڑا ہوا لیپ ٹاپ رکھا ہے۔ شدید غصے سے رزلٹ شو

نہ ہونے کا مورد الزام اسے ہی ٹھہرایا تھا۔ جو ایک ہفتے سے اِتنا سنجیدہ

اور چُپ رہتا تھا کہ اسے اس کمرے میں رہنے سے کوفت ہونے لگی

تھی ۔ ہر وقت ایک انجانا سا ڈر دل میں سمایا رہتا تھا۔

مروہ تم دھوکے باز لڑکی تم اپنا نام دیکھو ٹاپ کیا ہے تم نے

پورے ضلع میں ۔ نایاب کی خفگی بھری آواز سنتے اُسے اپنے کانوں پر

یقین ہی نہ آیا کال بند کرتی اپنی تیز ہوتی دل کی دھڑکن سنبھالتی ٹیبل پر پڑے لیپ ٹاپ پر قدرے جھک کر اپنا رول نمبر تحمل سے ڈالتی انتظار کرنے لگی۔

سکرین پر چمکتا اپنا رزلٹ دیکھتے اس کی آنکھوں میں پانی آ گیا کمرے میں کھٹکے کی آواز پر پلٹتی آمنہ بیگم کی آمد کا خیال کرتی دوڑ کر نو وارد کے گلے لگ گئی۔۔

مما۔۔ میری پیاری مما۔۔میں نے ٹاپ کیا ہے۔

دروازے سے کچھ آگے کھڑے نوح نے بے حد حیرانی سے اپنے سینے میں چھپی اپنی بیوی کو دیکھا تھا۔اور اپنے دونوں بازوؤں کا اس کے گرد حصار باندھتا اُسے قید کر گیا تھا۔

مبارک ہو۔۔۔ مروہ بھاری گھمبیر لہجے پر چونکتی اس کی سخت گرفت میں جھٹپٹائی تھی۔

آپ چھوڑے مجھے نو۔۔۔ ابھی وہ مزید بھی کچھ بول پاتی جب وہ اس پر جھکتا اسے خاموش کرا گیا تھا۔ مروہ نے جھنجھلاتے ہوئے اسے خود سے دور کرنا چاہا تھا۔ مگر سامنے کھڑا وجود ایک انچ نہ ہلا۔۔ کھٹکے کی آواز پر وہ اپنا جھکا سر اٹھاتا اسے دیکھنے لگا جو دروازے کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

مما۔۔۔ سرگوشی میں بولتی یک ٹک دروازے کو دیکھی جا رہی تھی۔

تمہیں احتیاط کرنی چاہیے تھی۔ اگر تمھارا یہ سب کرنے کا پلان تھا۔

ایٹ لیسٹ۔۔ دروازہ تو لوک کر لیتی بے چاری پھوپھو کو شرمندہ کرا

دیا۔ اپنی بھاری ہتھیلی اس کے لبوں پر رگڑتا اسے آزاد کرتا سرشار انداز میں ڈریسنگ ٹیبل پر کیز پھینکتا اُسے تپا گیا تھا۔

مروہ نے غصے سے کھولتے ٹیبل پر پڑے ڈیکوریشن پیس کو اٹھاتے اُس کی پشت پر بنا سوچے سمجھے پھینک دیا تھا۔

جیسے وہ پلٹ کر مہارت سے کیچ کرتا ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتا اسے دیکھنے لگا جو سادہ سے کپڑے پہنے غصے سے ہانپتی آج واقعی اُسے قتل کر دینا چاہتی تھی۔

کیا تمہیں اچھا نہیں لگا میرا لمس۔۔۔ سنجیدگی سے بولتا اس کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔

نہیں۔۔۔!! نہ مجھے آپ اچھے لگتے ہیں۔ اور نہ ہی آپ کا لمس شدید

غصے میں بولتی وہ سامنے کھڑے نوح کو انگاروں پر لوٹا گئی تھی۔

وجہ جان سکتا ہوں مطلب شوہر ہوں تمھارا ایسی کیا خاص بات ہے۔

جو تم مجھے ہر بار ناگوار شے کی طرح جھٹک دیتی ہو۔۔کڑے تیوروں سے اس کے مقابل کھڑا بامشکل اپنے غصے پر قابو پائے ہوئے تھا۔

مروہ نے اس کا غصے سے تنا چہرہ دیکھاُس کی بات کا مطلب سمجھتے اپنی آنکھیں سختی سے بند کرکے کھولی تھیں۔اور اس کی بھوری آنکھوں میں اپنی آنکھیں ڈال کر بولی تھی۔

"میں حرام رشتوں اور حرام کاموں سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔۔۔"

ایک ایک لفظ ٹھہر ٹھہر کے ادا کرتی۔اس کے پاس سے گزرتی کمرے سے نکل گئی تھی۔

oooooooooooo

"وفا کے قید خانوں میں سزائیں کب بدلتی ہیں۔
بدلتا دل کا موسم ہے ہوائیں کب بدلتی ہیں۔

میری ساری دعائیں تم سے ہی منسوب ہے ہمدم۔
محبت ہو اگر سچی دعائیں کب بدلتی ہیں۔

کوئی پا کر نبھاتا ہے کوئی کھو کر نبھاتا ہے۔
نئے انداز ہوتے ہیں وفائیں کب بدلتی ہیں۔۔"

شیری ویک اپ مائے ہینڈسم سن۔۔!!

بستر پر آڑے ترچھے انداز میں لیٹے شہریار نے ماں کی اواز سن کر کمبل منہ تک تان لیا تھا۔ گویا ان کے متوقع سوالوں سے بچنے کی ناکام سی کوشش کی تھی۔

یوں نہ ظاہر کرو بیٹا جی۔۔!! کے تم سو رہے ہو۔ میں تمہاری ماں

ہوں۔ تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔ کیوں ڈانٹا تم نے کل مایا کو روتی ہوئی گئی تھی۔ تم تو کبھی ایسے نا تھے۔آج میں نوح کو کال کرکے ضرور پوچھو گی۔

میرا شیری کدھر بھیج دیا ہے۔ یہ تو کوئی اور ہی لڑکا ہے۔جس کو نا دنیا سے کوئی غرض رہی ہے۔ اور نہ ہی دوستوں رشتے داروں سے عارفہ بیگم سخت لہجے میں بولتی اس کے اوپر سے کمبل کھینچ گئی تھیں۔

مما آپ نوح سے کوئی بات نہیں کریں گی۔ اور رہی مایا میڈم۔۔۔ ہوں ہہ۔۔!! میں اُسے دو منٹوں میں منا لوں گا۔

شہریار اٹھ کر بیٹھتا دو ٹوک انداز میں بولا تھا۔ کوئی بات ہوئی ہے۔ پاکستان میں جو تم چھپا رہے ہو۔ میں اور تمہارے ڈیڈ کافی دنوں سے

نوٹس کر رہے ہیں ۔جب سے تم پاک سے واپس آئے ہو ۔نہ تم اب نوح سے کال پر بات کرتے ہو ۔اور نہ وہ تمہیں کال کرتا ہے ۔ چلو وہ تو پہلے ہی ریزرو ڈ رہتا تھا۔ تمھیں کیا ہوا ہے۔ سنجیدگی سے بولتیں وہ بیٹے کے چہرے پر چھائے تکلیف دہ تاثرات سے پریشان ہوتی اس کے قریب بیڈ پر ہی بیٹھ گئی ۔

گھٹنوں تک آتے بلیک ٹراؤزر اور ہاف سلیو شرٹ پہنے شہریار نے ماں کو دیکھتے خوشگوار انداز میں مسکرانے کی مُبہم سی کوشش کی تھی ۔

میری پیاری ممی۔۔!! آپ نہ آج کل اوور تھنکنگ کر رہی ہیں ۔ اور کوئی بات نہیں ۔اِس سے انسان موٹا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور مجھے اپنی ممی سلم سمارٹ سی اچھی لگتی ہیں ۔

کون ہے وہ ۔۔؟ پاکستان میں رہتی ہے ۔ میں چلو گی تمہارے لیے پاکستان اپنے بیٹے کی خوشی سے بڑھ کر کچھ نہیں ۔ اسٹیٹس بیک گراؤنڈ یہ سب چیزیں میٹر نہیں کرتی ۔ تمہاری خوشی اہم ہے ۔ میرے نیلی آنکھوں والے شہزادے شہریار جو قصداً اُن کی طرف دیکھنے سے گریز کرتا بیڈ سائڈ ٹیبل پر پڑے لیمپ کے بٹن کو آن آف کر رہا تھا۔ ماں کے سوالوں سے بوکھلاتا جلدی سے بیڈ سے اترا تھا ۔۔

کوئی لڑکی نہیں ہے ۔ ٹرسٹ می ۔۔ اگر تھی تو وہ پری تھی ۔یو ۔نو ۔ ویری ۔

ویل ۔ ! ! ممی پریاں ڈریم ورلڈ میں ہوتی ہیں ۔اُن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ۔۔ سپاٹ چہرہ لیے اُنہیں دیکھ کر بولتا واشروم کی

طرف بڑھ گیا تھا۔

جبکہ عارفہ بیگم ۔۔ !! مایوسی سے اس کی پُشت دیکھتی رہ گئ ۔جو پتہ نہیں کس دنیا کا باسی بن چکا تھا۔ پہلے والا شوخ شرارتی سا اُن کا بیٹا یک دم دنیا سے کٹ کر رہ گیا تھا۔ نہ جانے وہ کون تھی ۔۔۔؟ وہ نوح سے ایک بار ضرور پوچھے گی ۔ کیونکے اُن کا دل کہتا تھا۔کہ ہو نا ہو وجہ کوئی لڑکی ہی تھی ۔۔

oooooooooooo

ممی میں ڈرائیور کے ساتھ تھوڑی دیر کے لیے شوپنگ مال جانے لگی

ہوں۔ نایاب سست روی سے کار پورچ میں آتی کال پر ماں کو مطلع کرتی ڈرائیور کو کار نکالنے کا اشارہ کرتی دوسری طرف سے ماں کی مصروف سی آواز سنتی مایوسی سے کال کاٹ گئی۔

اس کی ماں کے لیے اس کے علاوہ دنیا میں موجود ہر شخص کے لیے ٹائم ہی ٹائم تھا۔

کدھر کی تیاری ہے۔۔۔ مسکراتی آواز پر وہ پلٹتی اُسامہ کو کھڑا دیکھ خوش اور خاصہ حیران ہوئی تھی۔۔

اُسامہ بھائی۔۔ کچھ ضروری چیزیں چاہیئے تھی۔ تو بس شوپنگ مال تک جا رہی تھی۔ نایاب نے دُھوپ سے بچنے کے لیے گلاسز آنکھوں پر لگاتے جواب دیا۔

آگے کہ کیا پلانز ہیں۔۔ میرا مطلب ہے۔کونسی یونی میں ایڈمیشن لے رہی ہو۔ اس کی آنکھوں میں الجھن دیکھتا اپنا سوال واضح انداز میں پوچھ گیا تھا۔

نایاب اُسے سر سری سا یونی کا نام بتاتی معذرت کرتی نکل گئی تھی۔

جب کے پیچھے کھڑے اسامہ حیدر

نے غصے اور نفرت سے دانت پیس لیے تھے۔

مما۔۔! ! آپ نے بابا سے بات کی ہے۔مجھے آگے پڑھنا ہے۔ مروہ نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے آمنہ بیگم سے پوچھا تھا۔

کی ہے بات اُنسے ان کی اجازت سے زیادہ تمھیں نوح کی رضا مندی

کی ضرورت ہے۔ اگر وہ راضی ہے۔تو تمہارے بابا پھر کچھ نہیں کر

سکے گے۔

حد ہو گئی ہے۔اب کیا پڑھنے کے لیے اجازت نامے لیتی پھروں

تعلیم حاصل کرنا میرا جائز حق ہے۔ مگر نہیں۔۔ !! ہم لڑکیوں کے

لیے اتنی پابندیاں کیوں بنی ہیں۔ شادی سے پہلے باپ بھائی کی

مرضی شادی کے بعد شوہر کی مرضی مطلب کیا ہمارا ہماری اپنی ذات

پر کوئی حق سرے سے ہے ہی نہیں۔غصے سے بولتی وہ دروازہ کھول

کر نکلنے ہی لگی تھی۔ جب اُن کی آواز پر اُلٹے پاؤں واپس گھومی۔۔

میرا پیارا بیٹا آج کمرے میں جا کر سونا مت۔۔بلکے نوح کا انتظار کرنا

تھکا ہارا آفس سے آتا ہے۔ اور اس ٹائم صاعقہ بھابھی اُسے اُٹھ کر کھانا گرم کر کے دیتی ہیں۔ اچھا نہیں لگتا۔۔!! ان کا انداز سمجھانے والا تھا۔

تو نہ اُٹھے وہ ملازم کس لیے ہیں۔انداز سمجھ کر بھی نہ سمجھنے والا تھا۔

نوح ملازموں کے ہاتھوں کا کھانا پسند نہیں کرتا۔

اس لیے تمہیں کہہ رہی ہوں۔ تمہاری ذمے داری ہے۔اپنے شوہر کا خیال رکھنا۔۔اب کی بار اُن کا لہجہ سخت تھا۔ نرمی دکھاتی تو وہ ضرور ٹال مٹول سے کام لیتی۔۔۔

عجیب ریڈی میڈ شوہر ہے اسپائسی کھانا نہیں کھا سکتا ملازموں کے ہاتھوں کا کھانا نہیں پسند اونچی آواز میں بولتی اُنہیں جواب دیتی کمرے

سے نکل گئی ۔۔ "سوچوں گی ۔۔۔

ooooooooooooo

چیکو میری بھی کوئی زندگی ہے بھلا ۔۔ !! یوں نا دیکھو تم۔۔ مجھے تم سے وہ ہو جانا ہے ۔۔ بات ادھوری چھوڑتی چیکو کے غور سے دیکھنے پر تھوڑا مصنوعی سا شرما کر بولی تھی ۔ وہ ماں کا کہا مان کر آدھے گھنٹے سے لان میں ٹہلتی اس کی تشریف آوری کا انتظار کر رہی تھی ۔ جو ابھی تک نہ آیا تھا۔

کاش ۔۔!! کوئی مجھے اس ٹائم آئس کریم کھلانے لے جائے اور واپسی

پر مجھے فلم دیکھانے لے چلے ۔۔۔!! چیکو تم ہی کچھ بڑے ہوتے اور

مجھے اپنے پروں پر بٹھا کر دُور آسمان پر لے جاتے کتنا مزا آتا کوئی

روک ٹوک نہ ہوتی کوئی ڈانٹنے والا نہ ہوتا میں ہوتی

اور۔۔۔!! چلو تم بھی ہوتے ۔۔ حسرت سے آسمان کو دیکھتی دونوں

بازوؤں کو کھول کر یخ ٹھنڈی ہوا کو محسوس کرنے لگی۔ جب کوئی

پیچھے سے اُسے اپنے نرم گرم حصار میں لیتا ڈرنے پر مجبور کر گیا۔۔

ششش۔۔۔ میں ہوں ۔۔!! نوح کی آواز سن کر دلی طور پر پر سکون

ہوتی اس کی حرکت پر غصے سے کھولتی اُس کا حصار توڑنے لگی۔ مگر یہ

نا ممکن سی کوشش تھی۔ اُسے نہ چھوڑتا دیکھ گھوم کر اس کے حصار

میں مقید پلٹتی اپنا چہرہ اُس کے چہرے کے پاس کیا تھا۔۔ جو تھکا تھکا سا

اُسے اپنی قید میں یوں مچلتا دیکھ محظوظ ہو رہا تھا۔ بھوری آنکھوں میں عجب سی چمک تھی۔

مروہ نے ضبط سے اپنی آنکھیں میچی آج اُس کا بلکل موڈ نہ تھا۔ اس سے لڑائی یا بحث کرنے کا تبھی کچھ بھی کہے بنا اس کے سینے پر سر ٹکا گئ۔اب نیند بھی آنے لگی تھی۔زیادہ مچلتی تو زیادہ تنگ کرتا۔۔

نوح ابراہیم خلاف توقع ریکشن دیکھتا اس کی حرکت پر پریشان سا ہوتا سر جھکاتا اس کا بھورے بالوں سے ڈھکا سر گھورنے لگا۔۔

کیا ہوا۔۔۔؟ لہجہ فکر مند سا تھا۔

مروہ نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ یونہی ساکت کھڑی رہی۔

آئس کریم کھانے جاؤ گی۔۔اُس کی آفر پر پٹ سے آنکھیں کھول کر

سر اُٹھاتی اُس کا چہرہ دیکھنے لگی ۔ جو بے حد سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

مروہ نے بولنے کی بجائے فقط سر ہلایا تھا۔ یقین جو نہ تھا۔ کہ وہ واقعی سچ کہہ رہا ہے یا مذاق کر رہا تھا۔

اُس کے حامی بھرنے پر وہ سنجیدگی سے اس کا ہاتھ پکڑتا واپس کار پورچ کی طرف آیا اور اپنی ہائی لیکس کا پسنجر سیٹ کا ڈور اوپن کرتا اسے اندر بٹھا گیا۔ مروہ دم سادھے اُس کی کاروائی دیکھ رہی تھی ۔ خود بھی اپنی نشست سنبھالتا اُسے دیکھنے لگا۔ جو مضطرب سی بیٹھی تھی ۔سیٹ بیلٹ لگاؤ۔۔!!

موڈ صحیح کرو۔ یہی تو چاہ رہی تھی ۔ اب کیوں ایسے بیٹھی ہو۔ جیسے

زبردستی تمھیں لے کر جارہا ہوں ۔ اسٹیرنگ سنبھالتا اس کے بوکھلائے ہوئے چہرے کو دیکھ ذرا چڑ کر بولا تھا۔ایک تو وہ اس کی خواہش پوری کر رہا تھا۔بجائے خوش ہونے کے ڈری ہوئی بیٹھی تھی ۔۔

آپ واقع ہی مجھے آئس کریم کھلانے لے جارہے ہیں۔ یا۔۔؟ بات ادھوری چھوڑتی مشکوک تاثرات سے اُسے دیکھنے لگی ۔۔
اب یہ بھی صیحح ہے۔ بلکل ٹھیک سمجھی میں تمہیں واقع ہی ۔۔۔اُسی کے انداز میں بولتاآنکھیں گھماتا اُسے دیکھنے لگا۔ جو پریشان سی ہوتی اِدھر اُدھر دیکھتی یقیناََ موبایل تلاش کر رہی تھی ۔

اس سے کرلو بات۔۔ ویسے کسے کرو گی ۔۔؟اور کیا بتاؤ گی ۔۔۔؟ اپنا

فون اُس کی طرف بڑھتا چسکا لینے والے انداز میں بولا تھا۔۔

میں کوئی نہیں ڈر رہی۔ میں تو اِس لیے فون ڈھونڈھ رہی تھی۔ کہ زویا کو بتا دوں کہ چیکو کو لے جائے لان سے ۔۔ پکڑے جانے پر بہانا بناتی بالوں کو سنوارتی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

جو بھی تھا۔ جیسے بھی تھا۔ اس کی آئس کریم کھانے کی خواہش تو پوری ہو رہی تھی۔

آئس کریم پارلر کے سامنے کار پارک کرتا وہ اترنے ہی لگا تھا۔جب وہ بھی اپنی سائڈ کا ڈور اوپن کرنے لگی۔ مگر اسے لاک دیکھ رُخ موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ کہ شاید وہ خود کھولے گا۔

اس کی سائڈ پر آتا ہاتھ بڑھا کر شیشہ تھوڑا اور اوپر کرتا اس سے

پوچھنے لگا۔

کونسا فلیور پسند ہے۔ ہوا کے سبب اپنے ماتھے پر بکھرے بالوں کو ہٹاتا اِدھر اُدھر سے گزرتے لوگوں کو خود کو دیکھتا پا کر بیزار ہونے لگا

۔۔

میں ویٹر کو خود بتا دوں گی۔ گاڑی ان لاک کریں۔ اُسے جواب دیتی دوبارہ ہینڈل پر ہاتھ جما گئی۔

نہیں۔۔!! تم اِدھر بیٹھو میں لے آتا ہوں۔ رش بہت ہے باہر۔۔

رش ہے یا آپ مجھے ساتھ لے جانا ہی نہیں چاہتے۔۔ پاس سے گزرتی دو لڑکیوں کو اُسے دیکھتا پا کر جل کے بولی تھی۔

کیا کہہ رہی ہو۔۔۔؟ وہ سمجھ نہ سکا اُس کی بات کا مطلب تبھی الجھ کر

پوچھ تھا۔

میں کہہ رہی ہو ہوں ۔ میں اندر جا کر ہی کھاؤں گی ۔۔ ضدی انداز میں بولتی اس کا دماغ گھوما گئ ۔ وہ آفس سے تھکا ہارا واپس لوٹا اُسے یہاں لے آیا تھا۔ اور یہ محترمہ نکھرا دیکھا رہی ہیں ۔

میرا دل گھبرا رہا ہے ۔ باہر نکل کر اچھا محسوس کروں گی ۔۔ ابھی وہ پلان کینسل کرتا ہی ۔جب اس کی نڈھال آواز پر اس کا چہرہ دیکھنے لگا ۔ جو واقعی بجھا بجھا تھا ۔

یہ پہن لو ۔ ۔۔ اُسے چھوٹا سا دوپٹہ اوڑھے دیکھ اپنا کوٹ اُتار کر اُسے تھما گیا۔ جیسے وہ بنا چوں چراں کیے پہن گئ ۔ کوٹ سے اُٹھتی اس کی کلون کی خوشبو نے اُسے عجیب سے احساس سے دو چار کر دیا تھا۔

پارلر میں داخل ہونے اور جگہ سنبھالنے تک وہ غائب دماغ ہی رہی تھی۔۔

آرڈر کرو۔۔۔!! اس کے ہاتھ ہلانے پر وہ ہوش میں آتی ماتھے پر چمکتی پسینے کی بوندوں کو ہتھیلی سے ہی صاف کرتی۔۔

جب وہ اس کا ہاتھ نرمی سے پکڑتا ٹیبل سے ٹشو پیپر اٹھا کر خود صاف کر گیا۔ مروہ نے ویٹر کے سامنے اُس کی بے باکی پر اُس کا ہاتھ جھٹکنا چاہا تھا۔ جیسے وہ اگنور کرتا سر پر سوار ویٹر کو چوکلیٹ فلیور آرڈر دے گیا۔۔

ٹھیک ہو۔۔۔ پسینے کیوں آ رہے ہیں تمہیں۔۔ ٹشو اُٹھا کر اسے دیتا بغور اُس کا خُوبصورت چہرہ دیکھنے لگا۔ چہرے کے دونوں اطراف میں

ابھرتے ڈمپل کو دیکھ اُس نے ارد گرد دیکھا تھا۔ کہ کوئی اور تو نہیں دیکھ رہا۔ مطمئین ہوتا واپس اُسے دیکھنے لگا۔ جو اس کے کوٹ میں بلکل چھپی سی بیٹھی تھی۔

ویٹر کے آرڈر سرو کرنے پر مروہ بے صبری سے دونوں اسکوپ اپنی طرف کرتی کھانے لگی۔

تمیز سے کھاؤں ۔۔ کچھ باتوں پر چاہ کر بھی وہ کمپرومائز نہ کر سکتا تھا ۔۔

مروہ نے چمچ پورا بھر کر منہ میں ڈالتے اسے دیکھا تھا۔جو اُس کی حرکت پر خونخوار نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

آپ بھی آرڈر کر لے۔ میں نہیں دوں گی۔ زرا سی بھی نہیں۔ اُس

کے ٹوکنے کا غلط مطلب نکالتی اُسے وارن کر گئی ۔۔

نوح ابراہیم نے سامنے بیٹھی اپنی ندیدی بیوی کو دیکھ غصّہ ضبط کرنے

کے لیے اپنی ٹائی کی ناٹ کو ڈھیلا کیا تھا۔

کل تیار رہنا ایڈمیشن کروانے جائے گے ۔یونی میں تمہارا میرا خیال

ہے ۔۔ گھر رہ کر تم بلکل تمیز بھولتی جا رہی

ہو ۔

مروہ جو تقریباً آیس کریم کھا چکی تھی ۔ اس کی بات پر خوشگوار حیرت

سے اسے دیکھنے لگی ۔

کیوں آپ نے کیوں کروانا ہے ۔ اپنا بھرم رکھنے کے لیے خفگی سے

بولی تھی ۔

میرے ساتھ اس وقت بلکل بھی نہ بحث کرنا۔ اُس کے وارننگ بھرے انداز پر اُس کے ماتھے پر ناگواری کی شکنیں پڑ گئ۔

سارا موڈ غارت کر دیا تھا۔سامنے بیٹھے جن کے اٹیٹیوڈ نے اس لیے چیئر دھکیلتی اٹھ کر باہر آ گئ۔کچھ دیر بعد وہ بھی آتا اپنی نشست سنبھالتا کار ڈرائیو کرنے لگا۔

واپسی کا راستہ خاموشی سے گزرا وہ کال پر مصروف رہا اور مروہ سر سیٹ کی پُشت سے ٹکائے اپنی الجھنوں میں اُلجھی رہی۔ یہ ناممکن سی بات تھی۔کہ اُن کی کسی معاملے کا اختتام اچھا ہوتا۔۔

گھر آتے ہی وہ سیڑھیاں چڑھتا اوپر کمرے کی طرف چلا گیا۔ وہ خود کچن کی طرف بڑھ گئ۔ تاکہ اس کے لیے کھانا لے جا سکے۔ ٹرے

میں کھانا ڈالتے کافی بنا کر بھی ساتھ ہی رکھ لی ابھی سیکنڈ فلور پر ہی پہنچی تھی ۔ جب اچانک حرا سامنے آتی اس کا راستہ روک گئ ۔

مروہ تم نے جواب نہیں دیا۔ انداز میں بے صبری تھی ۔۔

میرے جانے سے کوئی فائدہ تو ہونا ہے نہیں آپی لیکن اتوار کو چلو گی ۔۔!! آپ کے ساتھ کل تو یونی میں ایڈمیشن لینے جانا ہے ۔

او ۔۔اچھا کنگرجولیشن ۔۔ کوئی بات نہیں بس سنڈے کو چلے گے ۔

اپنی مطلب کی بات کرتی جیسے آئی تھی ۔ویسے ہی چلی گئ ۔ ایک استہزیہ نگاہ اُس کے ہاتھ میں موجود ٹرے پر ضرور ڈالی تھی ۔۔۔

پتہ نہیں حرا آپی اب کیا چاہتی ہیں ۔ اُن کے ساتھ چلی ہی جاتی ہوں ۔ میرا کیا جائے گا۔ ہو سکتا ان کی زندگی میں کچھ بہتر ہو جائے ۔

سوچوں میں گم اُس نے اس کی بات ماننے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ اکیلی تھوڑی جا رہی تھی۔ وہ خود بھی ساتھ ہوں گی۔۔۔

کمرے میں مسلسل گونجتی آلارم کی تیز آواز سے وہ کچھ جھنجھلا کر اُٹھا تھا۔ خود پر پڑے نرم و نازک سے وزن کو محسوس کرتے اس نے ضبط سے اپنی آنکھیں سختی سے بند کی تھیں۔ یہ تو اب روز کا معمول تھا۔

اپنے سینے پر آرام فرما اُس کے پیروں کو ایک ہاتھ سے پرے کرتا ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھتا سائڈ لیمپ آن کرتا بھوری آنکھوں میں نیند کا خمار لیے اسے دیکھنے لگا۔

جو رات کو اُس سے پتہ نہیں کونسی ضروری بات کرنا چاہتی تھی۔

اس کے توجہ سے نہ سننے پر خفا ہوتی بیڈ کے کونے پر جا کر لیٹ گئی تھی۔

عجیب ضدی لڑکی تھی۔ مگر پھر بھی نا جانے کیوں اُس کے حواسوں پر سوار ہونے لگی تھی۔ اس کی غیر موجودگی، معمولی سی تکلیف بھی اُسے بہت محسوس ہونے لگی تھی۔

اب بھی اس کی ہی ایک ٹانگ کو گلے سے لگائے بے خبر مست نیند سو رہی تھی۔ سونے کا طریقہ بے حد عجیب تھا۔ مروہ اُٹھو نماز پڑھو ۔۔!! اُسے ہلا کر اُٹھانے لگا۔ جو منہ بناتی اُس کی ٹانگ کو اپنا نرم و نازک تکیہ سمجھتی خود میں بھینچ رہی تھی۔

کیا مسئلہ ہے۔۔؟آپ کے ساتھ سکون سے سونے بھی نہیں دیتے اب

کی بار اُس کے جھنجھوڑ کے اُٹھانے پر نیم وا آنکھیں کھولتی غصے سے بول کر دوبارہ سونے لگی ہی تھی۔ مگر یکایک دوبارہ پوری آنکھیں کھول کر ایک جھٹکے سے اُٹھ کر بیٹھتی بدک کر اُس سے دُور ہٹی تھی۔

جب کہ وہ اس کی بوکھلاہٹ کو گہری معنی خیز دلچسپ نظروں سے دیکھتا بیڈ سے اُٹھ کر واشروم میں گھس گیا تھا۔ اس کی نظروں سے چڑ کر دوبارہ کمبل میں خود کو چھپا گئی۔۔

کتنے زیادہ تیز ہیں جان کر مجھے اپنے پاؤں میں سولاتے ہیں۔

تاکہ صبح اُٹھ کر مجھے نیچا دکھا سکے۔ وہ بدگمانی کی انتہاء پر تھی۔واشروم سے بلیک ٹریک سوٹ پہنے باہر نکلا ہی تھا۔جب کمرے میں گونجتی اُس کی سپاٹ آواز پر دائیں آبرو اچکا گیا۔

کل سے ایک دن آپ صوفے پر سوئے گے ایک دن میں بیڈ سے اُتر کر بکھرے حلیہ میں اس کے مد مقابل آتی فیصلہ کن انداز میں اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی تھی ۔

کیوں ۔اور یہ انوکھا اصول کب بنا۔؟ جیسے مسئلہ ہے ساتھ سونے سے وہ بھی بلکل الگ نہیں سوئے گا۔ بلکہ اچھے بچوں کی طرح اڈجسٹ کرنے کی کوشش کرے گا۔

پلیز اب فضول سوچوں کو چھوڑ کر نماز پڑھ لو آج آفس جانے سے پہلے تمہیں یونی لے کر جانا ہے۔ اُس کے دونوں گالوں کو قدرے زور سے کھینچتا کمرے سے نکل گیا تھا۔ جبکے مروہ اُس کی بات سن کر سب کچھ بھول بھال کر ایکسائٹڈ ہوتی جلدی سے وضو کرنے باتھروم میں

چلی گئی تھی۔

اچھی یونی میں پڑھنا اُس کا خواب تھا۔۔!!

ooooooooooooo

وہ لگ بھگ پندرہ منٹ سے ناشتے کی ٹیبل پر ایک گارڈین کی طرح اکتایا ہوا بیٹھا بار بار کلائی پر بندھی رسٹ واچ کو دیکھتا اور ایک نظر سیڑھیوں پر ڈالتا اُس کے نیچے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ نوح بیٹا آج آفس نہیں جانا تم نے۔۔!! صاعقہ بیگم اس کے ابھی تک ٹیبل پر موجود ہونے پر تعجب میں مبتلا ہوتی بولیں تھیں۔

مما جانا ہے بٹ اُس سے پہلے آپ کی بہو کا یونی میں ایڈمیشن کروانے جاوں گا۔ ٹیبل پر رکھے اُلٹے ہاتھ کی مٹھی بناتا اُنہیں دیکھ کر سنجیدگی سے بولتا واپس ایک نظر اس طرف دیکھا تھا۔ جدھر سے اس کی آمد متوقع تھی۔ خود وہ جلدی کمرے سے نکل آیا تھا تاکہ اس کی موجودگی سے نروس ہو کر دیر نہ لگائے مگر اب اپنے رعایت دینے پر غصّہ بھی چڑھ رہا تھا۔ وہ کہاں کسی کے اتنے نخرے برداشت کرتا تھا۔ مگر اب سب کچھ کر رہا تھا۔

نوح اب اُس کی شادی ہو گئی ہے۔ تم فضول میں یہ چونچلے کر رہے ہو۔ وہ گھر پر توجہ دے گی، تمہارا خیال کرے گی یا پڑھائی کرے گی۔۔۔ ناگواری سے بولتی وہ بیٹے کو سمجھانے لگی۔ کہ اُسے پڑھانے کا

بھوت سر سے اُتار دے۔ جو اُن کی بات سن کر ماتھے پر ناگواری سے بل ڈال گیا تھا۔شادی اُس کی کس مجبوری کے تحت ہوئی ہے۔ وہ آپ اچھی طرح جانتی ہیں۔ویسے بھی میرا نہیں خیال کہ ابھی اُس کی شادی کی عمر تھی پڑھنے کی عمر ہے۔ تو میں بس وہی کر رہا ہوں ۔ جو میری اور اس کی آنے والی زندگی کے لیے بہتر ہو۔دو ٹوک انداز میں بولتا اُن کا سکون درہم برہم کر گیا تھا۔یہ ان کا بیٹا نہ تھا اس سے اچھا تھا وہ اس کی شادی ہی نہ کرتی ۔۔!!

کیا جادو کیا ہے اس کل کی آئی لڑکی نے جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے اور تم ماں کے فیصلوں پر سوال اٹھانے لگے ہو۔۔؟تیز لہجے میں بولتی وہ اپنے سامنے بیٹھے خوبرو بیٹے کو دیکھنے لگی۔

ممّا پلیز۔۔!! ایموشنل کارڈ یوز نہ کرے۔یہ صرف آپ کی آمنہ پھوپھو کے لیے ناپسندیدگی ہے۔ جو آپ کو میرا اقدام فضول لگ رہا ہے۔ وہ ابھی بول ہی رہا تھا۔جب وہ اس کی بات کاٹ کر آپے سے باہر ہوتی چلا اُٹھی بیٹے کے منہ سے ایسی صاف گوئی کی توقع جو نہ تھی۔ بلبلانا ان کا حق تھا۔؛

ہاں۔۔!! میں کرتی ہوں اُسے ناپسند نہیں قبول وہ مجھے بہو کے روپ میں زبان دیکھی ہے تم نے اس کی مجال ہے جو اس نے کبھی مجھے سیدھے منہ جواب دیا ہو ہر بات کا پٹک کرکے جواب منہ پر مارتی ہے بے تحاشا جاو جلال سے بول کر غصے سے چیئر دھکیل کر اس کے پاس سے اُٹھ کر چلی گئی تھیں۔۔

جبکہ مروہ جو غیر ارادی طور پر اُن کی گفتگو سن چکی تھی۔ مامی کی بے جا نفرت پر آنکھیں گھوماتی اس کی طرف چلی آئی۔ جس کی اتنی طرفداری اسے ہضم نہ ہو رہی تھی ۔وہ وہی پرشان سے .براجمان فون کال پر مصروف سے انداز میں بات کرتا بلکل پرسکون تھا۔ ماں کی باتوں کا ذرا سا اثر بھی اس کے آس پاس نہ بھٹک رہا تھا۔

کسی کی موجودگی کو محسوس کرتا اُسے کھڑا دیکھ موبایل کان سے لگائے ہی چیئر سے اُٹھ کر باہر کی طرف چل دیا۔ جبکے مروہ بھی اس کے .بڑے .بڑے قدموں کے پیچھے ہی چھوٹے چھوٹے قدم .بڑھاتی باہر آ گئی ۔

○○○○○○○○○○○○○

یونی میں تقریباً آدھے گھنٹے کے اندر اندر وہ اس کے داخلہ کی ساری کارروائی کو مکمل کرتا ضروری انفارمیشن کلیکٹ کرتا۔ اب اسے لیے گھر واپس چھوڑنے جا رہا تھا۔ اُس کا کام کرنے کا انداز اتنا فاسٹ اور پرفیکٹ تھا۔ کہ اسے اپنی موجودگی فضول لگی۔ بھلا جب سب کچھ خود ہی کرنا تھا۔ تو اُسے کیا مکھیاں مارنے ساتھ لایا تھا۔۔اب بھی کینہ توز نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو ایک ہاتھ سے ڈرائیو کرتا

دوسرے سے کبھی اپنی مونچھوں کو سیٹ کرتا کبھی تھوڑی کو مسلتا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔۔۔

آپ نے مجھے میتھ کیوں نہیں چوز کرنے دیا۔ مروہ اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ خفگی سے بولی تھی۔

کیونکے میں نہیں چاہتا تھا میری بیوی اتنا ٹف سبجیکٹ رکھے گیئر چینج کرتا اسے دیکھ اطمینان سے بولا تھا۔

مگر مجھے انجینئر بننا تھا مایوسی اور غصے سے بولتی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ کمپیوٹر بھی برا سبجیکٹ نہیں میں خود تمھیں تیاری کروا دوں گا۔ بعد میں میرے ساتھ میرے آفس میں شوقیہ طور پر کام بھی کر لینا اچھی سیلری دوں گا۔اس کے مشوروں سے مروہ کو اور غصّہ آنے لگا۔

ویسے بھی انجینئر بن کر تم نے کس کو سیٹ کرنا تھا۔اگر تو مجھے کرنا تھا۔تو میں تو پہلے ہی پرفیکٹ ہوں۔ اور اگر اپنے بارے میں پریشان ہو۔ تو یہ بڑا مسئلہ ہے۔ مگر اس کے لیے میں ہی کافی ہوں۔آخر میں اُس کا انداز تنگ کرنے والا تھا۔

مجھے نہیں پسند بزنس مین ایموشن لیس ہوتے ہیں۔اُنہیں صرف اپنے فائدہ کی پرواہ ھوتی ہے۔ منہ بنا کر بولتی اس کا سُرخ و سفید رنگ اپنے جملوں سے خطرناک حد تک سُرخ کر گئ تھی۔ان ڈائریکٹ وہ اُسے خود غرض کہہ رہی تھی۔

تمہیں پتہ ہے تم ایک ناشکری لڑکی ہو۔۔ سرد مہری سے بولتا کار کی سپیڈ بڑھا گیا۔ کیا کر رہے ہیں آپ نوح مجھے ڈر لگتا ہے۔ اُس کے

سپیڈ بڑھانے کی دیر تھی پر وہ بے ساختہ اس کا کسرتی بازو دونوں ہاتھوں سے سختی سے دوبوچتی چلائی تھی ۔جبکے دوسری طرف اس کے تھامنے کی دیر تھی ۔ وہ نہ صرف کار کی سپیڈ کم کر گیا۔ بلکے اس کے لمس سے اس کا دماغ جو گرم ہو چکا تھا۔ وہ بھی پر سکون ہو گیا تھا۔ کسی کا لمس اتنا اچھا کیسے ہو سکتا ہے ۔اُس کو دیکھتا الجھ گیا تھا۔

چکر آ رہے ہیں گاڑی روکے پلیز ۔۔ درد بھری آواز پر ھوش میں آتا کار سائڈ پر لگاتا اس کی طرف دیکھنے لگا۔ جو نڈھال سی اپنی سیٹ سے سر ٹکائے بیٹھی تھی ۔

میڈیسن لے رہی ہو قطعیت سے پوچھتا اس کا ذرد پڑتا چہرہ دیکھ اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر مسلنے لگا جو ٹھنڈے پڑ رہے تھے ۔ ساتھ ہی کار

کے ڈیش بورڈ سے پانی کی بوتل اٹھاتا اس کے لبوں سے لگا گیا۔ اپنے ہاتھ سے اُس کی پیشانی پر آئی پسینے کی بوندوں کو صاف کر گیا تھا۔ کل تک اُسے منرز سکھانے والا اس وقت سب کچھ بھولے بیٹھا تھا۔

مجھے گھر چھوڑ دے آرام کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔ اس کا اپنے لیے فِکر مند انداز نیم وا آنکھوں سے دیکھتی جھنجھلا کر بولی تھی۔ وہ کیوں بدل رہا تھا کیوں اس کی اتنی فِکر کرنے لگا تھا۔ کیوں اس کی ہر بات کو اہمیت دینے لگا تھا۔۔ کیوں۔

کیوں۔۔ ؟نوح نے ایک نظر اسے دیکھتے اپنے آپ پر مشکل سے قابو پایا تھا۔اب اس کا گریز خطرناک حد تک ناگوار گزرا تھا تبھی سختی سے اپنے ہونٹوں کو بھینچتا کار گھر کے راستے کی طرف گامزن کر

گیا چہرے پر چٹانوں جیسی سختی در آئی تھی۔جبکے بھوری آنکھیں ضبط سے سرخ ہو گئی تھی۔

°°°°°°°°°°°°°

تم نے لاسٹ ٹائم پر پلان چینج کیوں کیا۔۔؟ نایاب کڑے تیوروں سے استفسار کرتی اس کے سر پر سوار تھی۔ مروہ نے اپنا بلیک حجاب ٹھیک کرتے اسے دیکھا تھا۔ جو آنکھیں پوری سے زیادہ کھولے

انویسٹیگیشن آفیسر بنی ہوئی تھی۔

آجکل کمپیوٹر کا دور ہے۔ بس اسی لیے رسانیت سے جواب دیتی کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھنے لگی۔۔

کیا آج بھی انگلش کے پروفیسر نہیں آئے گے۔ کوفت و بیزاری سے آگے بیٹھی لڑکی سے پوچھا تھا۔

سسٹر آج انگلش کے نئے پروفیسر آئے گے۔ دراصل جو پہلے پروفیسر تھے۔ وہ بیمار ہیں تو یہ نیو سر ہیں۔ سنا ہے بہت ہینڈسم ہیں۔ لڑکی باتونی تھی۔ فوراََ ہی موقع ملتا دیکھ اس سے باتیں کرنے لگی۔

اوکے۔۔ تھینکس۔۔ نایاب کے گھورنے پر جلدی سے معذرت خواہ انداز میں بولتی اس سے جان چھڑا گئی۔۔ویسے اتنی بڑی یونی اور

انگلش کاایک پروفیسر ہاو فنی۔۔!! نایاب کے تبصرے پر وہ بھی سر ہلا گئی۔بات کچھ عجیب سی تھی۔۔

سب اسٹوڈنٹس اِدھر اُدھر کھڑے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ جب کلاس میں ایک مردانہ خوبصورت کڑک آواز گونجی جو ساری کلاس کو الرٹ کر گئی۔ جو جدھر کھڑا تھا۔ اُدھر ہی سیدھا ہو گیا تھا۔ وہ بھی اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی آنے والی ہستی کو دیکھنے لگی۔ کلاس کے دروازے پر کھڑے انسان نے اس کے قدموں تلے سے زمین نکال لی تھی۔ کیایہ بھیانک خواب تھا۔جو وہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

مگر جلد ہی خود کو کمپوز کرتی نایاب کو دیکھنے لگی۔ جو خود دروازے پر

کھڑے اُسامہ حیدر کو دیکھ منہ کھولے کھڑی تھی۔ نایاب بیٹھ جاؤ سر دیکھ رہے ہیں۔ وہ اسے ہوش دلاتی ڈپٹ کر بولی تھی۔ مروہ یار اسامہ بھائی ہمارے پروفیسر ہیں خُوشی سے اس سے بولا نہ جا رہا تھا۔ جبکہ مروہ خاموش تھی بھلا ایک ریسٹورنٹ اونر کو کیا ضرورت پڑ گئی تھی۔ یونی میں

ایز۔آ۔ پروفیسر جاب کرنے کی۔ بارات والے دن بھی اس کی باتوں کو وہ سمجھ نہ سکی تھی۔ وہ اسلام کرنے کے بعد باری باری سب کا مختصر انٹرو لے رہا تھا۔ مروہ نے ضبط سے اپنی کنپٹیاں مسلی تھی۔ کیا وہ اُس کے پیچھے یہاں تک چلا آیا تھا۔۔؟ مروہ اُٹھو سر دیکھ رہے ہیں تمہیں نایاب کے ہلانے پر وہ ہوش میں آتی کھڑی ہوتی اُسے دیکھنے لگی

جو ڈائز پر دونوں کہنیاں جمائے اُسے ہی فرصت سے دیکھ رہا تھا۔

جی تو مس ۔۔!! آپ اتنی سنجیدگی سے مجھے سننے کی بجائے کیا سوچ رہی تھی ۔۔؟مگر اس سے پہلے آپ اپنا مختصر انٹرو کروا دے ۔۔؟ وہ ٹیچر کی طرح ایکٹ کر رہا تھا سو اُسے بھی اسٹوڈنٹ کی طرح ہی بیہیو کرنا تھا۔ شیور سر ۔۔!! میرا نام مروہ نوح ابراہیم ہے۔ میں نے انٹرمیڈیٹ میں ضلع بھر میں اول پوزیشن حاصل کی ہے۔ جہاں اس کے تعارف نے اسامہ کو انگاروں پر لوٹایا تھا۔ وہی کلاس میں موجود سٹوڈنٹ نے اس کے لیے کلیپنگ کرتے داد دی تھی۔

سیٹ ڈاؤن ۔۔!! غصے سے اُسے بیٹھنے کا کہہ کر اُسامہ نے نفرت بھری نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ جو اسے جلاتی خود مزے سے بیٹھ گئ تھی

۔جب کہ مروہ اس کے شیطانی ارادوں سے مکمل بے نیاز نایاب کے خوشی سے دمکتے چہرے کو دیکھ خوش تھی۔۔

٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥٥

شازل بازل کے رزلٹ کو آئے مہینہ ہو چکا تھا۔ دونوں اچھے نمبروں سے پاس ہو گئے تھے۔ اب ہر وقت اس کے پیچھے پڑے رہتے تھے۔ کہ وہ اُنہیں وعدہ کے مطابق بائک دلائےاب بھی وہ ان سے مشکل سے جان چھڑا کر اوپر کمرے میں آئی تھی۔ پتہ نہیں کب وہ دوبارہ کالج جانا شروع کرے گے۔ بائک ملنا ناممکن سی بات تھی۔ نوح

کبھی بھی راضی نہ ہوتا دوسرا عادل ماموں خود ان کی شرارتوں کو

جانتے بوجھتے اُنہیں بائک لے کر دینا کہ رسک نہیں لے سکتے تھے۔

نمبر سے آتی کال کو دیکھ اُس نے غصے سے فون سوئچ آف کر دیا تھا۔

تقریباً ایک ہفتے سے یہ سلسلہ شروع تھا۔ مگر وہ بھی مہا ڈھیٹ تھی

۔ ایک بار بھی ایسی کوئی کال اٹھانے کی غلطی نہ کی تھی۔۔ بہت سے

ایسے واقعات دیکھ اور سن رکھے تھے۔

آج اتوار تھا وہ فارغ تھی۔ یونی سے بھی کوئی ایسا خاص کام نہ ملا تھا۔

بور ہوتی نیچے آگئی تھی۔ مگر وہاں شازل بازل کی ایک ہی رٹ نے

اس کے کان پکا دیئے تھے۔ نہانے کا پروگرام بناتی ڈریسنگ روم میں

جانے ہی لگی تھی۔ جب دروازے پر دستک دے کر حرا اندر چلی آئی

۔ اسے تو وہ بھول ہی گئی تھی ۔ جو خُوبصورت شرٹ اور ٹراؤزر پہنے کہیں جانے کے لیے تیار لگ رہی تھی ۔

چلیں ۔۔۔ ! ! ابھی صرف بارہ بجے ہیں ۔ ہم دو بجے تک باآسانی واپس آ جائیں گے ۔

حرا کی بات کا مطلب سمجھ کر اس نے اپنے خشک ہونٹ تر کئے تھے ۔

آپ آدھا گھنٹہ ویٹ کرے میں فریش ہو جاؤں ۔ حرا اس کی بات پر سر ہلاتی چلی گئی ۔ جبکے وہ وارڈروب سے کپڑے نکالنے ڈریسنگ روم میں چلی گئی ۔

جس وقت وہ واشروم سے نہا کر نکلی تھی ۔ میسج کی مخصوص ٹون پر اس کے چہرے پر شرمیلی سی مسکراہٹ بکھر گئی ۔ جیسے چھپاتی لپک کر

موبایل اٹھا کر نوٹیفکیشن سے ہی ہسبنڈ کے نام سے جگمگاتے میسج کو دیکھ اس پر لکھی تحریر کو دیکھ اُس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

Hi my innocent angel۔۔۔!!

What are you doing۔۔۔??

مزید وہ نہ پڑھ سکی۔ یہ اب اس کا روز کا معمول تھا۔یونی میں ہوتی تو ضرور اس کی خیریت دریافت کرتا رہتا تھا۔ وہ الگ بات تھی کہ وہ سو میں سے ایک فیصد ریسپانس شو کرتی تھی۔

موبائل پر آتی کال کو دیکھ بد حواس ہوتی کال اٹھا گئی۔ کیا کر رہی ہو۔۔؟ لہجہ آج معمول سے ہٹ کر سخت تھا۔اس کے سوال کو اگنور کرتی بے مقصد اپنی دائیں ٹانگ کو اضطرابی کیفیت میں ہلانے لگی۔

جب کہ دوسری طرف اپنے آفس میں بیٹھے نوح نے پکا ارادہ کیا تھا کہ آج واپسی پر کمرے میں ضرور کوئی کیمرہ لگائے گا۔ تا کہ اس میسنی کا پول کھل سکے۔ جو کال اٹینڈ کر کے کچھ بولتی نہ تھی۔ وہ خود ہی بیوقوفوں کی طرح دو تین سوال پوچھتا جواب نہ ملنے پر جب کال کاٹنے لگتا تب منمناتی آواز میں خدا حافظ بول دیتی۔۔۔

آج شام کو اچھا سا تیار ہو جانا تمہیں کہیں لے کر جانا ہے۔ اُس کی چُپی کو ٹوٹتا نہ دیکھ وہ آرڈر دیتا کال بند کر گیا۔

مروہ نے فون کان سے ہٹاتے اپنے سامنے کیا تھا۔ اور بے ساختہ اپنے کانوں کو چھونے لگی جو حد درجہ تپتے محسوس ہو رہے تھے۔

جلدی جلدی پاؤں میں سینڈل پہنتی کلچ اُٹھانے کی فالتو زحمت نہ کرنا

پڑے اس لیے موبائل فراک کی فرنٹ پر بنی پاکٹ میں ڈال گئ مطمئین ہوتی آئینہ میں اپنا عکس دیکھتی جلدی سے الماری سے بلیک کلر کی شال اُٹھا لائی۔ یونی کے پہلے دن بھی وہ کتنے پیار سے زندگی میں پہلی بار اس کو حجاب لینے کی ہدایت کر رہا تھا۔ وہ خیال ذہن میں ابھرتے اس نے صاف اپنے دل کی تیز ہوتی ڈھرکن محسُوس کی تھی۔

وہ اُسے معاف نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر اس کا بدلہ انداز اور کچھ اپنے دل کی بدلتی کیفیت اُسے جھکنے پر مجبور کر رہی تھی۔

وہ اس کی رضامندی کا منتظر تھا۔ وہ محسوس کرتی تھی کئ بار وہ اپنے جذبات پر بندھ باندھتا صرف اُس کی ہاں کا منتظر تھا۔ یہ چھوٹی چھوٹی

باتیں اس کے سیدھا دل پر اثر انداز ہوتی تھیں ۔

○○○○○○○○○○○○○

چیکو میں تھوڑی دیر میں آ جاؤ گی پر و مس تم کمرے میں جاؤ نا پلیز۔

وہ سیڑھیوں سے اترتی کندھے پر بیٹھے چیکو سے مخاطب تھی ۔۔

کہیں جا رہی ہو۔ زویا نے اسے تیار شیار سا دیکھ حیرت سے پوچھا تھا

ہاں ۔۔۔!! دراصل وہ حرا آپی کے ساتھ جا رہی ہوں انہیں کچھ کام

تھا۔۔ تم ذرا اسے پکڑ کر اوپر لے جاؤ۔

حرا آپی کے ساتھ کہاں جا رہی ہو۔ زویا کا لہجہ تفتیش بھرا تھا۔

تم میری دادی اماں نہ بنو۔۔ جاؤ اوپر کوئی پوچھے تو بتا دینا۔۔وہ اُسے

ڈپٹ کر بولی تھی۔

مگر دن کا ایک بج رہے ہیں ابھی نہ جائو شام کو چلی جانا۔ زویا نے

اسے روکنا چاہا۔۔

مروہ آ جاؤ ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔۔!!

حرا کی آواز پر وہ اُسے خدا حافظ کرتی باہر کی طرف لپکی جبکے اُس کے

کانوں میں چیکو کے چیخنے کی آواز ہنوز آ رہی تھی۔

کہاں رہ گئی تھی۔۔۔؟ حرا نے کار اسٹارٹ کرتے

سرسری سا پوچھا تھا۔

کہیں نہیں چلے دیر ہو رہی ہے۔

ہاں۔۔ چلو واقعی دیر تو ہو چکی ہے ذو معنی انداز میں بولتی وہ کار

ابراہیم ہاوس سے نکال چکی تھی۔

oooooooooooooo

اسلام و علیکم بھائی خیریت۔۔۔!! زویا کے لہجے میں شاک تھا۔

مشکل سے ہی اس کا بھائی کبھی آفس میں ہو تو کال کرتا تھا ورنہ اُسے نہیں یاد پڑتا آخری بار کب اُسے کال کی تھی۔

ہاں سب ٹھیک ہے زویا تم دیکھو ذرا تمہاری بھابھی صاحبہ کدھر ہے۔ نوح نے مصروف سے انداز میں کہا۔

وہ تو گھر پر نہیں ہے۔۔!!

کہاں پر ہے۔۔؟ لہجہ میں خود با خود سختی در آئی تھی۔

بھائی ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی وہ حرا آپی کے ساتھ باہر گئی ہے۔ زویا نے بھائی کے تیور دیکھ تحمل سے بتایا تھا۔

کس سے پوچھ کر گئی ہے۔۔؟

کسی سے نہیں میں نے پوچھا تو کہنے لگی کہ تھوڑی دیر میں آ جاؤں گئی واپس۔۔

بھائی آپ کو ایک اور بات بتانی تھی ۔۔ وہ۔۔؟ زویا قدرے جزبز سی ہو کر بولی تھی پتہ نہیں بات سن کے وہ کیسا ریکشن دیتا۔۔

حرا آپی آج کل کچھ زیادہ ہی مروہ کے آس پاس منڈلا رہی تھیں ۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔!! تھوڑا بزی ہوں۔۔نوح نے کال کاٹ کر پریشانی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔ یعنی وہ اس کے لیے اتنی بھی اہمیت نہ رکھتا تھا۔ کہ اسے بتا کر ہی چلی جاتی

اور آخر حرا کے ساتھ گئی کہاں تھی۔۔؟ پریشانی سے سوچتا سامنے پڑی فائل کو غائب دماغی سے دیکھنے لگا ابھی کچھ دیر بعد اس کی اہم میٹنگ تھی۔ مگر بار بار اس کی آواز سننے کو ترستے کانوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر بہن کو کال ملائی تھی۔اور نتیجا صفر نکلا تھا۔

°°°°°°°°°°°°

اور کتنی دیر ہے ۔۔؟مروہ نے پریشانی سے ڈرائیو کرتی حرا سے ایک بار پھر پوچھا تھا۔

کچھ نہیں بس پہنچ گئے ہیں۔ حرا کار روکتی بولی۔

جبکہ مروہ اِدھر اُدھر ویران علاقے کو خوف زدہ نظروں سے دیکھنے لگی

اس کا دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔۔

اُسے کسی کو بتا کر آنا چاہیے تھا۔ کم از کم نوح کو ہی بتا آتی ۔۔

باہر آ جاؤ۔۔۔!! حرا کے کار کا دروازہ کھولنے پر وہ

آیات الکرسی کا ورد کرتی باہر نکل آئی تھی ۔۔

آپی یہاں تو کوئی ہوٹل وغیرہ تو ہے ہی نہیں ۔۔ کال پر مصروف حرا

کو دیکھ اُس نے بے چینی سے پوچھا

اور جلدی سے موبایل نکالتی نوح کو میسج کرنے ہی لگی تھی ۔جب

پیچھے سے ایک سخت ہاتھ اس سے فون چھین گیا۔۔

"تیری کزن اپنے شوہر کو فون کرنے لگی تھی ۔۔" عاشر نے حرا کو دیکھ طنز سے کہا ۔۔

فون کہاں سے آیا تمہارے پاس تم تو خالی ہاتھ آئی تھی ۔۔ حرا کے لہجے نے اور عاشر کے اسے یوں بولنے پر وہ ٹھٹک کر اُنہیں دیکھتی پیچھے کی طرف قدم بڑھانے لگی ۔۔

کیا حرا نے کوئی سازش کی تھی ۔۔ ؟ اس بدترین خیال کے ذہن میں اُبھرتے وہ بنا دیر کیے پلٹ کر بھاگنے لگی ۔۔

اس کے یوں اچانک اندھا دھند دوڑنے پر عاشر بوکھلاتا ہوش میں آتا اس کے پیچھے لپکا تھا ۔

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے جن کی پرواہ کیئے بنا وہ بھاگ رہی تھی۔ پاؤں سے سینڈل ٹوٹ کر دور جا گرا جس کی پرواہ کیئے بنا وہ بھاگتی جا رہی تھی۔

نہیں معلوم کہاں مگر اتنا پتہ تھا اگر وہ رکی تو اپنی عزت ضرور گنوا دے گی۔۔

حرا نے اس کے ساتھ چال چلی تھی۔ اس کو استعمال کیا تھا۔اس کی بھلائی کا جواب برائی سے دیا تھا۔ ایک ایک کر کے اس کی اپنے ساتھ کی گئ ساری باتیں ذہن میں اُبھرنے لگیں۔یہ صلہ ملتا ہے کسی کے

ساتھ اچھائی کرنے کا کوئی اتنا چال باز کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟

ابھی وہ مزید بھاگ پاتی ۔۔ جب اپنے بال سخت جنگلی گرفت کی لپیٹ میں محسوس ہوئے جس نے اُسے درد سے کراہنے پر مجبور کر دیا۔

ابے سالی رُک ۔۔ تجھے نہیں جانے دوں گا منہ پر پڑنے والے زناٹے دار تھپڑوں سے وہ چکراتے سر کے ساتھ پورے قد سے زمین بوس ہوئی تھی۔ ہونٹوں سے خون کا فوارہ نکلتا نیچے بہتا تھوڑی تک جا پہنچا

۔۔

اب دے بھی دو مجھے پیپر میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ حرا خود

اس بھیانک منظر سے گھبراتی عاشر کے سامنے آ کر جلدی سے بولی

۔۔

وہ بھی مل جائے گے ۔۔ پہلے اسے میرے ساتھ ہوٹل میں پہنچا۔

قسم سے تیری کزن بڑی پیاری ہے ۔ تو نے اچھا نہیں کیا اس

کے ساتھ عاشر زمین پر پڑی درد سے کراہتی مروہ کو دیکھ خباثت سے

بولا تھا۔

بکواس نہ کرو اٹھاؤ اسے گھٹیا انسان کوئی آ گیا تو دونوں پھنسے گے ۔۔

ہاتھ نہ لگاؤ مجھے ذلیل انسان دور ہو مجھ سے ابھی عاشر اُسے اُٹھاتا ہی جب وہ اپنا سر اس کے منہ پر مارتی بولی ۔۔

چٹاخ ۔۔ چٹاخ ۔۔۔ تجھے عزت راس ہی نہیں ۔۔۔وہ اس کے بالوں کو بے دردی سے دوبوچ کر اسے گھسیٹنے لگا۔ چھوڑ و مجھے خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو ۔۔ سخت زمین پر گھسیٹنے سے درد سے اس کے منہ سے اذیت ناک چیخیں نکلنے لگی ۔ کیا واقعی آج وہ بے آبرو ہونے والی تھی ۔

تم وہ گدھ ہو جو اپنوں کو بھی نہیں چھوڑتا ۔۔ کبھی سکون سے نہیں رہ پاؤ گی ۔۔ خدا تمہیں غارت کرے ۔ میں نے تمہارے ساتھ بھلائی کرنا چاہی ۔ مروہ شیطان بنی حرا کو دیکھ چلا کر بولی تھی ۔

بکواس بند کرو کتیا ۔۔۔ کونسی بھلائی میری خوشیاں تم نے چھین لی گھر میں میری عزت دو کوڑی کی کر دی تمہارے شوہر نے۔ میرے ماں باپ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتے ۔۔ میرے بھائی تمہارے گن گاتے ہیں ۔۔۔

آج حساب کا دن ہے۔۔ میں نے اسی دن طے کر لیا تھا کہ نوح ابراہیم کو جب تک ذلت و رسوائی کا مزہ نہ چکھا دوں سکون سے نہیں بیٹھوں گی۔۔۔

آج شام کو جب تم لٹی پٹی حالت میں اس کے سامنے ہو گی وہ منظر بھی کیا منظر ہو گا۔۔۔ تب میں اس سے پوچھو گی۔۔ کیسا لگتا ہے جب کوئی آپ کی عزت روند ڈالے۔ دل کرتا ہے نا اُسے جان سے مار ڈالے۔۔وہ اس کے منہ کو زور سے پکڑتی نفرت سے چینخی تھی

۔

میرا کیا قصور ہے ۔۔ مروہ نے اس کی طرف دیکھ بے بسی سے پوچھا

تھا جو عاشر کو ہدایت دے رہی تھی ۔

یا اللہ میں نے تو آج تک کسی کو کچھ نہیں کہا ۔۔ میری عزت کی

حفاظت فرما میرے رب ان شیطانوں سے مجھے بچا لے ۔۔

یہ لڑکی آپ کی کون ہیں اور اسے بے ہوش کیوں ہیں ۔۔ ۔۔؟

یہ میری سسٹر ہے اور یہ میرے ہسبنڈ رسپشنسٹ کو مطمئین کرتے

وہ دونوں اُسے کمرے میں لے آئے تھے ۔۔

بیڈ پر لیٹی بے ھوش مروہ کو دیکھ حرا نے مصنوعی آہ بھری اور پیپر اٹھا کر باہر چل دی۔

آہ ۔۔ نوح ابراہیم ۔۔آہ ۔۔

ooooooooooooo

وہ اپنے آفس روم سے نکل کر میٹنگ اٹینڈ کرنے جا ہی رہا تھا۔جب وہ بلکل صاف شفاف فرش پر اچانک گرتے گرتے بچا۔۔

سر آر یو الرائٹ ساتھ چلتے سیکٹری نے مؤدب انداز میں پوچھا تھا۔

نوح نے فقط سر ہلایا تھا۔۔ ایک کام کرو اویس تم میٹنگ اٹینڈ کرو میری جگہ ۔۔ آئی ایم ناٹ فیلنگ ویل ۔۔۔ اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا فوراً لفٹ کی طرف لپکا تھا

جب سے زویا نے اطلاع دی تھی ۔ وہ لاکھ کام پر دھیان لگانا چاہ رہا تھا

مگر لگا نہ پا رہا تھا۔

گھر کی طرف جاتے ہوئے اچانک وہ چونک کر پاکٹ سے موبائل نکالتا مروہ کے فون کی لوکیشن چیک کرنے لگا۔

اسکرین پر نظر آتی لوکیشن نے اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمکا دی تھی۔۔

oooooooooooo

لفٹ کے کھلتے ہی ابھی وہ باہر نکل ہی پاتی جب کوئی اُسے گردن سے پکڑ کر واپس دھکیلتا لفٹ کی دیوار کے ساتھ لگا گیا۔۔

حرا نے بے تحاشا بڑھتی گرفت پر خود کو چھوڑوانے کی کوشش کرتے اپنے سامنے کھڑے نوح کو دیکھا تھا۔۔ جو بکھرے بالوں سرخ لہو رنگ بھوری آنکھوں سے اسے قتل کر دینے کے درپر تھا۔۔

کہاں ہے میری بیوی ۔۔!! بتاؤ مجھے مکار عورت کہاں ہے وہ باخدا اسے کچھ ہوا تو آج جان سے جاؤ گی میرے ہاتھوں ۔

اس کے گردن پر گرفت ہٹاتے ہی وہ ڈھیٹ بنی آنکھوں سے نکلتے پانی کو صاف کرتی اس کی حالت دیکھ قہقہہ لگانے لگی ۔۔

سو سیڈ ۔۔۔ مسٹر پرفیکٹ نوح ابراہیم ۔چچ ۔ چچ ۔ آپ پرفیکٹ ٹائم پر

نہیں پہنچ پائے اب تک تو وہ بچاری اپنی عزت۔۔۔

بکواس بند کرو۔۔!! نوح نے اس کے منہ کو سختی سے دبوچ کر گن نکالتا اس کے ماتھے پر ٹکا گیا۔۔

ہوش میں ہو ہٹاؤ اسے ۔۔ حرا خوفزدہ ھوتی چلائی تھی۔ میرا دماغ گھوما ہوا ہے ۔۔!! گن لوڈ کرتا اس کے ماتھے پر ٹکا گیا

ایک ۔۔۔

بتاتی ہوں ہٹائو اسے پلیز خوف سے زرد پڑتی وہ اُسے کمرے کی سمت بتا گئی ۔۔

اُسے چھوڑتا وہ اندھا دھند سیڑھیاں چڑھتا مطلقہ کمرے کے سامنے کھڑا ہوتا ایک ہی وار میں لاک پر فائر کرتا کمرے کا دروازہ جھٹکے سے کھول گیا۔۔

اندر نظر آتے منظر نے اس کی بھوری آنکھوں میں مرچی سی بھر دی وہ بیڈ پر اوندھے منہ پڑی تھی۔شرٹ کی ایک آستین بلکل غائب تھی ۔ کیسا اذیت ناک منظر تھا۔

جب اسی پل واشروم سے گنگنا کر نکلتے لڑکے کو دیکھ اُس نے اُسے سوچنے سمجھنے کا موقع دیے بنا اپنے کف موڑتے سائڈ پر پڑی چیئر اُٹھا

کر اس کے سر پر اتنی زور سے دے ماری وہ درد سے بلبلاتا نیچے گرا تھا۔

جرات بھی کیسے ہوئی میری بیوی پر نظر رکھنے کی اندھا دھند اُسے پیٹتا وہ اس کے دونوں بازو توڑ چکا تھا۔ اس کی دونوں ٹانگوں پر فائر کرتا اُسے تڑپ تڑپ کر مرنے کے لیے چھوڑتا اس کی طرف بڑھا تھا۔

بیڈ پر اس کے بے جان پڑے وجود کو سیدھا کرتا اس کے چہرے کی حالت دیکھ بے اختیار اُسے سینے سے لگا گیا۔ سست روی سے چلتی دھڑکن پر پریشانی سے اُسے کا چہرہ تھپتھپانے لگا۔

مروہ ۔۔ مروہ میری جان۔۔ اُٹھو میں آ گیا ہوں ۔ ۔۔!! ہوش کرو یوں نہ کرو گھٹی گھٹی آواز میں بولتا اسے سینے سے لگائے خود میں چھپانا چاہ رہا تھا۔

جو مدھم مدھم سا سانس لے رہی تھی اپنے بازوں میں اس بے ہوش وجود کو اُٹھاتا باہر کی طرف لپکا تھا۔

oooooooooooo

حرا آپی مروہ کدھر ہے وہ آپ کے ساتھ گئی تھی۔۔۔؟ مجھے نہیں پتہ حرا زویا کو اگنور کرتی کمرے میں چلی گئی ۔۔

جو وہ کر چکی تھی ۔۔۔!!

اب اس کے ساتھ کیا ہو گا۔۔؟

کمرے کا دروازہ بند کرتی اس کے ساتھ ہی بیٹھتی چلی گئی ۔۔۔

میں نے صرف وہی کیا جو ان لوگوں نے میرے ساتھ کیا تھا۔ نوح ابراہیم اللہ کرے تمہاری مروہ مر جائے ۔۔ اس کی آنکھوں میں جو جذبات مروہ کے لیے دیکھ کر آئی تھی ۔

وہ اپنے لیے تو کبھی نہ دیکھے ۔۔۔!!

oooooooooooo

ہسپتال میں سرد سی خاموشی تھی ۔ جس جس کو پتہ چلا تھا وہ پریشان بے یقین ہوتا ہسپتال چلا آیا تھا ۔۔

نوح ابراہیم سر ہاتھوں میں گرائے یک ٹک آئی سی یو کے بند دروازے کو دیکھ رہا تھا دہ ماہ پہلے اور آج دو ماہ بعد میں زمین آسمان کا فرق تھا۔۔

آج وہ لڑکی اُسکی زندگی تھی۔ ہاں زندگی ہی تھی ۔ کیونکہ اس کے یوں زندگی سے ناراض ہوتے وجود کو دیکھ اس کو اپنا آپ کچھ نہ لگ رہا تھا ۔

وہ تو اب اُسے کچھ بھی نہ کہتا تھا۔ بس جو وہ کرتی کرنے دیتا مگر خود بھی اس کا خیال رکھنے لگا تھا۔

آئی سی یو کا دروازہ کھول کر نکلتی ڈاکٹر کو دیکھ سب سے پہلے آمنہ بیگم ان کی طرف لپکی تھیں۔۔۔

ہم نے اپنی پوری کوشش کی ہے مگر پیشنٹ کی حالت جوں کی توں ہے اچانک پیش آئے حادثے سے ان کا دماغ سٹک ہو گیا ہے ۔ایسے پیشنٹ ڈر کی وجہ سے ہوش میں ہی نہیں آنا چاہتے فلحال تو آپ سب لوگ دعا کریں انھیں ہوش آ جائے ورنہ ان کے کومے میں جانے کا خطرہ ہے ۔۔

تو آپ کس لیے ہیں اگر وہ خود ہی ساری تکلیفیں .برداشت کرے گی

نوح سلگتے لہجے میں بول کر ڈاکٹر کو حیران کر گیا ۔۔

مسٹر نوح ابراہیم ۔۔ ہم صرف کوشش کر سکتے ہیں ۔ دوسرا میں نے

آپ کو پہلے ہی وارن کیا تھا آپ اپنی وائف کا خیال رکھے ڈاکٹر کے

جواب پر وہ جبڑے کستا ابھی کچھ سخت بولتا جب ابراہیم صاحب

جلدی سے آگے ہوتے موضوع بدل گئے۔ جبکہ وہ شدید بے بسی اور

غصے میں مبتلا ہوتا نرس کی سنے بنا کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا

تھا۔

ڈاکٹر ایسا نا کہیں میری بچی ابھی بہت چھوٹی ہے آمنہ بیگم ترپ کر

ڈاکٹر سے بولی ۔۔

ہم صرف کوشش کر سکتے ہیں۔پیشنٹ پہلے ہی نروس بریک ڈاؤن کا

شکار ہو چکی ہے۔ جس سے ان کی ریکوری کی ول پاور بہت لو ہے۔

لیکن دعا سے ہر چیز بدل سکتی ہے۔ !!

ooooooooo

لوگ تو لوگ تھے جی بھر کر خسارہ کرتے

کم سے کم تم تو نہ نقصان ہمارا کرتے

کر تو لینا تھا تیرے ساتھ گزارا لیکن

اب تیرے ساتھ بھی کرتے تو گزارہ کرتے

کر لیا تھا تو توقع نہ رکھتے ہم سے

عشق تھا قرض نہیں کہ اتارا کرتے

اک بس ہم ہی میسر تھے ہمیں گرتے سمے

خود کو اب آسرا کرتے کہ سہارا دیتے

عشق ہر حال میں کارِ زیاں تھا لیکن

ہم کوئی کام بھی کرتے تو خسارہ کرتے

وہ ٹیرس پر تنہا کھڑا تھا ہاتھ میں بلیک کوفی کا مگ تھا۔ جس سے وہ وقفے وقفے سے گھونٹ بھرتا آسمان پر چمکتے ان گنت ستاروں پر اپنی بھوری آنکھیں ٹکائے ہوئے تھا۔

"نوح بیٹا واپس آ جاؤ میں اور تمہارے بابا تمہیں بہت یاد کرتے ہیں ۔۔" ذہن میں کچھ دیر قبل ماں سے ہوئی گفتگو گونج رہی تھی۔ اُن کا منت بھرا لہجہ اس کے ذہن پر ہتھوڑے برسا رہا تھا۔ وہ کونسا خوشی سے ان سب سے دور یہاں غیر ملک میں رہ رہا تھا۔

پچھلے چار سالوں میں وہ کوئی دو تین دفعہ پاکستان گیا تھا۔

ابھی وہ یونہی سوچوں میں الجھا رہتا جب کمرے سے آتی بچے کی توتلی سی آواز پر ٹیرس سے ملحقہ کمرے میں آیا تھا۔

نائٹ بلب کی روشنی میں اُسے بیڈ پر بیٹھے ارہان کو دیکھ تپ چڑھی تھی۔ مجال ہو جو یہ چوزا کبھی اپنا باجا نہ بجائے۔ جب کہ اس کے مقابلہ میں اذہان تھوڑا کم گو بچہ تھا۔

بھوری آنکھوں سے کمرے میں ان کی ماں کو تلاشا تھا۔

جو اُسے نظر آ بھی گئی تھی۔

صوفے پر مزے سے سوئی اپنے گردونواح سے بلکل بے خبر تھی۔

کیا ہو گیا ہے یار۔۔!! کبھی تو اپنی ٹائمنگ چینج کر لیا کر مگ سائڈ ٹیبل پر رکھتا اسے دیکھنے لگا۔ جو اپنے دونوں بازوؤں کو پورا کھول کر اٹھانے کا اشارہ کر رہا تھا۔

اپنے پارٹنر کو بھی اٹھا لو۔ اذھان کی طرف دیکھتا وہ اسے بھی اپنے دوسرے بازو میں اٹھا لیا۔

کچن میں جا کر ان کے فیڈر تیار کر کے ان کے ننھے ہاتھوں میں پکڑا دیئے۔

جو باپ کی سنگدلی کے عادی ہو چکے تھے۔ تبھی بنا چوں چرا اس کہ دودھ پینے لگے۔

دو سال پہلے ان کی زندگی میں جڑواں بچوں کی آمد سے اس کے کاموں کی فہرست میں کئی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔

چلو آ جاؤ اب خاموشی سے اچھے بچوں کی سو گے اوکے !! اُنہیں سمجھا کر جس طرح گیا تھا اسی طرح واپس لے آیا۔

بیڈ کے درمیان میں دونوں کو لٹا کر خود صوفے پر لیٹی مروہ کو احتیاط سے بازوؤں میں اٹھاتا بیڈ پر لے آیا۔

دائیں طرف اسے لٹا کر خود بیڈ کی بائیں جانب لیٹتا سیدھے ہاتھ سے دونوں کو تھپکنے لگا جو رات کے دو بجے پوری آنکھیں کھولے ہوئے تھے۔ اب گھنٹا تو انہیں سلانے میں لگنا تھا۔

ooooooooo

اس کی آنکھ کسی کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کے لمس سے کھلی تھی۔

آنکھیں کھول کر خود سے لپٹے اذہان کو دیکھ اس کے چہرے پر پیاری سی مسکراہٹ آئی۔ جیسے سنجیدگی سے چھپاتی سوتی بن گئی۔

مما۔۔ مم۔۔۔اٹھو۔۔؟

مما کی جان اتنی جلدی کیوں اٹھ گئے ہو۔؟ مروہ اٹھ کر بیٹھتی اُسے اپنی گود میں لٹا کر گدگدانے لگی۔

ساتھ ہی نظر گھما کر بیڈ کی دوسری سائیڈ پر سوئے نوح اور ارہان کو دیکھ اس کا حیرت کی زیادتی سے منہ کھلا تھا۔

نوح ابراھیم اوندھے منہ سو رہا تھا۔ جبکہ اذہان اس کی کمر پر چڑھ کر بے خبر سویا ہوا تھا۔

یعنی اگر وہ کروٹ بدلتا اس کا معصوم بچہ پلنگ سے نیچے جا کر گرتا۔

جلدی سے گھٹنوں کے بل آگے ہوتی اُس کی کمر سے چپکے ارہان کو

اٹھا کر سائیڈ پر لٹایا تھا۔

اور خود اُسے کینہ توز نظروں سے دیکھنے لگی۔ جو گہری میٹھی نیند سویا

ہوا تھا۔

نوح ابراھیم اُٹھ جائے آپ کی فیملی جاگ چکی ہے۔ اس کے کان کے

قریب جھکتی چینخی تھی۔ نوح نے اس بد تہذیبی پر ہلکی سی آنکھیں کھول کر گھورا تھا۔

جو اس کے کندھے پر چڑھی اس وقت اسے چڑیل ہی لگی تھی۔

مروہ تنگ نہ کرو ساری رات تمہارے بیٹے نہیں سونے دیتے اور صبح صبح تم۔۔!!

میں بھی انسان ہوں۔۔۔!! آخر میں اس کے لہجے میں شکوہ تھا۔

بس آج میں کوئی ناشتہ وغیرہ نہیں بنا رہا!!

حد ہو گئ لڑکی میں تمھارا شوہر ہوں کچھ خیال کرو۔

کیا خیال کروں اگر بھول گئے ہیں تو ایگریمنٹ دکھا دیتی ہوں۔ مروہ

نے تنک کر کہا تھا۔کیسے اپنے لفظوں سے مکر رہا تھا۔

مجھے کوئی ایگریمنٹ یاد نہیں۔ جا کر نماز پڑھو اور ناشتہ بناوابھی شیری اور مایاآ جائیں گے ۔۔!!

نوح کی بات سن کر وہ سنبھل کر بیٹھتی اُسے دیکھنے لگی۔ جو دوبارہ گہری نیند جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

جس وقت وہ بُرے موڈ کے ساتھ کچن میں کھڑی ناشتہ تیار کر رہی تھی۔ ٹھیک اُسی وقت وہ بنیان اور ٹراؤزر پہنے کچن میں داخل ہوا تھا ۔ نوح نے اسے دیکھ اپنا سر کھجایا تھا۔

جو ناراض ناراض سی کام کر رہی تھی۔

مروہ میرا وہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ میں بھلا ایسا سوچ بھی کیسے سکتا

ہوں۔

وہ ایگریمنٹ تو ہمارے رشتے کی نشانی ہے۔

نیند میں تھا نہ اس لیے اول فول بول گیا۔

ہٹو میں اچھا سا ناشتہ بنا کر دیتا ہوں۔اپنی جان کو۔۔!!

اس کی لمبی چوڑی وضاحت پر مروہ ہنوز کان لپیٹے اپنا کام کرتی رہی۔

کیا سوری کروں ۔۔۔؟ قریب جاتا اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر خود سے قریب کرتا کان میں سرگوشی کے انداز میں پوچھنے لگا۔

مروہ اب بھی کچھ نہ بولی بس اُس کی مضبوط گرفت سے خود کو چھڑوانے لگی۔

معاف کر دو یار ناراض نہ ہوا کرو مجھ سے پیار سے اس کے بھرے بھرے گال چومتا اُسے منانے کی کوشش کرنے لگا۔

ایک شرط پر؟ اُسے خود پر جھکتا دیکھ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی تھی۔ جو فدا فدا سا اسے تکتا بس اُسے محسوس کرنے کی کوششوں میں تھا۔

کیسی شرط۔۔؟ نوح کے انداز میں حیرت تھی۔

ہم سب اگلے ہفتے پاکستان واپس جائیں گے وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے

اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔!!

کیوں جائیں گے ۔۔؟؟ اور یہ فضول بات ذہن میں آئی بھی کیسے

تمہارے پل بھر میں سنجیدہ ہوتا اس کا چہرہ ہاتھ سے پکڑ کر اپنے

چہرے کے سامنے کر گیا۔

اس کی بیوی ماہر تھی کیسے اس کے جذبات کی ایسی کی تیسی کرنی ہے۔

فضول بات نہیں ہے ۔۔!! اگلے مہینے زویا کی شادی ہے ۔

میری بیسٹ فرینڈ کی شادی ہو چکی ہے ۔ اس کی شادی میں شرکت نہیں کر سکی ۔ کیونکہ اس وقت ہمارے ہاں ارہان اذہان پیدا ہوئے تھے ۔

مگر اب میں ضرور جاؤں گی ۔۔!! مروہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر

اٹل انداز میں بولی۔

نوح طیش بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

تم بھول گئی ہو۔ کیا ہوا تھا تمہارے ساتھ مگر میں ہرگز کچھ بھی نہیں بھولا۔

تمھیں اتنی مشکلوں سے زندگی کی طرف اس لیے لایا تھا کہ وہاں جا کر پھر کسی نئی سازش کا شکار ہو جاؤ۔۔!!

اس لیے واپس جانے کا خیال دل سے نکال دو۔ میں تمہاری یہ ضد قطعی پوری نہیں کروں گا۔۔ اب جاؤ تیار ہو یونی جانا ہے تم نے میں تب تک باقی کا بریک فاسٹ ریڈی کرتا ہوں۔ شروع میں سنجیدگی سے آخر میں پیار سے بول کر اسے وہاں سے بھیجنا چاہا تھا۔

جو پل بھر میں آنکھوں کو آنسوؤں سے بھرتی رونے لگی تھی۔ یہ

واحد ہتھیار تھا اُسے قائل کرنے کا!!

مما ولی شازل بازل ولی زویا سب ارہان اذہان سے ملنا چاہتے ہیں۔

میں یہاں نہیں رہ سکتی اب مجھے اپنے گھر واپس گھر جانا ہے۔

فرش پر بیٹھ کر زاروقطار رونے لگی۔

مروہ اُٹھو فضول میں ضد نہ کرو طبیعت خراب ہوئی تو اچھا نہیں ہو گا

تمہارے لیے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھانا چاہا مگر وہ دور کھسکتی اُس کی پہنچ سے دور ہو گئی۔

کس سے کال کی ہے بتاؤ مجھے بد دماغ لڑکی۔۔؟ وہ غصے سے چینخا تھا۔

کسی سے بھی نہیں۔۔!! ویسے بھی حرا آپی کی شادی ہوئے تین سال ہو چکے ہیں۔ دو بچے بھی ہیں ان کے

اب وہاں جانے سے کیا ہو جائے گا؟؟

اوکے ۔۔!! چلے جائے گے اب اٹھو تو صحیح ارہان اذہان کمرے میں اکیلے ہیں۔ جاؤ اُنہیں لے کر آؤ!!

سچ کہہ رہے ہیں ۔۔؟

بلکل سچ جاؤ اٹھا لاؤ انہیں مصنوعی مسکراہٹ سے اسے قائل کرنا چاہا

تھا۔

جو ابھی تک فرش پر بیٹھی شکی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"بوب کٹ بالوں کی جگہ اب لمبے گھنے بالوں نے لے لی تھی۔ جس سے اس کی خوبصورتی کئی گنا بڑھ چکی تھی۔

کہیں سے بھی وہ دو جڑوواں بچوں کی ماں نہیں لگتی تھی۔

وعدہ کریں ۔۔!! ہتھیلی آگے کرتی وہ اُسے چھوٹی بچی لگی تھی۔ جو اپنی بات منوانے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی تھی۔

وعدہ اٹھو اب اس کا پھیلا ہوا ہاتھ تھامتا اُسے کھڑا کرتا پلکوں پر اٹکے ننھے ننھے قطروں کو ہاتھوں سے صاف کرتا اس کی خوبصورت بے داغ پیشانی چوم گیا۔

سامنے کھڑی لڑکی اس کی زندگی تھی۔اس واقعہ کے بعد اس کی کوئی بھی خواہش یا خوشی رد نہیں کرتا تھا۔

چاہے وہ اُسے کتنی ہی گراں گزرے ! !

کیونکہ کھو کر دوبارہ پانے کے قرب سے گزرا تھا۔

مروہ نے آنکھیں بند کر کے اس کا محبت بھرا لمس محسوس کیا تھا۔ اور خوش ہوتی اس کے گلے لگ گئی تھی۔

تھینک یو نوح ابراھیم آپ ورلڈ کے بیسٹ ہسبنڈ ہو۔۔!!

اپنی بات کے ماننے پر خوش ہوتی اس کا شکریہ ادا کرنے لگی۔

ویسے بھی اس کے نزدیک زندگی آگے بڑھنے کا نام تھا۔ جب وہ نوح کو معاف کر سکتی تھی ۔ تو وہ بھی یہ کام اس کے لیے کر سکتا تھا۔

۔!!

ڈور بیل کی آواز پر نوح اُسے الگ کرتا باہر کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھول کر آنے والی ہستیوں کو دیکھ

اس کا منہ بنا تھا۔ جو ہنستے مسکراتے چہروں کے ساتھ دروازے میں کھڑے تھے ۔

ہائے ۔۔!! نوح مایا اُسے دیکھ مسکراہٹ دباتی اندر چلی گئی۔ جبکہ شہریار سنجیدگی سے کھڑا اُسے دیکھ رہا تھا۔

آجاؤ تم بھی یار تمھیں کیا انویٹیشن کارڈ دوں ۔۔؟

نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں اسے تپاتا وہ بھی اندر چلا گیا۔

جہاں مروہ مایا کو ایکسائٹڈ ہو کر اپنے پاکستان جانے کے بارے میں بتا رہی تھی۔

چہرہ خُوشی سے جگمگا رہا تھا۔

مگر وہ اب اسے دیکھ کر نظریں جھکائے ہی رکھتا تھا۔۔

اسلام و علیکم ۔۔!! شیری ہم پاکستان جا رہے ہیں آپ بھی چلو ہمارے ساتھ ۔

ہاں بھئی تم بھی چلو۔ مایا میں تو کہتا ہوں تم بھی ریڈی ہو جاؤ ساتھ

والے جو انکل ہیں اُنہیں بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔

نوح قدرے جلے بھنے انداز میں بولتا کمرے میں چلا گیا۔

کیوں کہ سامنے بیٹھی لڑکی شاید نہیں یقیناً بھول چکی تھی کہ اس کے دو معصوم بچے بھی ہیں۔۔!!

کب تک جانا ہے۔؟ شہریار نے نارمل انداز میں پوچھا تھا۔

پچھلے چار سالوں سے وہ وقتاً فوقتاً یہاں آتا جاتا تھا۔

اور اپنے دل کو وہ سنبھال چکا تھا جو اس کا ہے ہی نہیں اس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہیئے۔

کچھ مروہ کے ساتھ پیش آئے حادثے کی وجہ سے اب وہ بس اُسے خوش دیکھنا چاہتا تھا۔ خواہ وہ اس خوشی کا باعث نہ ہو۔۔!!

محبت ہو جاتی ہے۔ کسی سے بھی، کس بھی عمر میں

پر یہ ضروری تو نہیں کہ وہ آپ کو مل بھی جائے۔

وہ بھی صبر کر گیا تھا۔ اللہ نے اس کے دل کو اطمینان دے دیا تھا۔

پتہ نہیں شیری ۔۔۔!! مگر جلد ویسے اب آپ کو شادی کر لینی چاہیے ۔۔ وہ دلچسپی سے مسکراتی اُسے چھیڑ رہی تھی۔ جو ہمیشہ اِس ٹاپک پر بات بدل جاتا تھا۔

بہت جلد کروں گا۔۔!! آج خلاف توقع اس کے جواب نے کمرے سے بچوں کو اٹھا کر لاتے نوح ابراھیم کو حیران کیا تھا۔ وہ دلی طور پر چاہتا تھا کہ شہریار اب اپنی زندگی میں آگے بڑھ جائے ۔۔

کیا واقعی شیری ۔۔۔؟ مروہ کو ابھی تک یقین نہ آیا تھا۔

جس پر وہ فقط اثبات میں سر ہلاتا قریب آتے نوح سے دونوں بچوں

کو پیار کرنے لگا۔

تم دونوں کو ایک ساتھ نہ اٹھاؤ مایا ازہان کو اُس کے ہاتھ سے لیتی

مزے سے بولی

کون ہے وہ لڑکی؟ جس سے تم شادی کر رہے ہو۔ ممی کی ریلٹیو ہے اچھی لڑکی ہے۔ نوح کے پوچھنے پر شہریار اس کے برابر میں بیٹھ کر بتانے لگا۔

مگر اب تو ہم جا رہے ہیں ۔۔!! مروہ افسوس سے بولی

کوئی بات نہیں شادی ویسے بھی سال ڈیرھ بعد کرنی ہے۔ تب تک تم لوگ دوبارہ آ جانا!! شہریار نے اسے تسلی دی۔

ویسے کونسا والا تم پر گیا ہے نوح؟ مایا شہریار کے پاس آ کر بیٹھتی دونوں بچوں کا معائنہ کرنے لگی۔ وہ دونوں میں کوئی فرق ڈھونڈنے کی کوشش میں لگی رہتی تھی۔

مجھے تو اذہان ابراھیم زیادہ پیارا لگتا ہے بلکل تنگ نہیں کرتا۔ نوح

جان کر اونچی آواز میں بولتا ارہان کو دیکھنے لگا جو خود اپنا چھوٹا سا ہاتھ منہ میں ڈال کر بیٹھا اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اُس کی ننھی ننھی چمکتی آنکھیں ہر وقت باپ کو ہی تلاش کرتی رہتی تھیں۔

اب بھی شاید اس کی بات کا مطلب سمجھ کر رونے والا ہو چُکا تھا۔

بھوری آنکھوں میں نمی لئے وہ اپنا باجا بجاتا جب مروہ صوفے سے اٹھتی اُسے شہریار گود سے لے گئی۔

مما ارہان سے زیادہ پیار کرتی ہیں بابا سے بھی زیادہ۔اس کے کان میں سرگوشی کرتی اسے کھلکھلانے پر مجبور کر گئی۔

اب وہ خوش باش ماں کے کندھے سے لگا نوح کو دیکھ کھکھلا رہا تھا۔

نوح ابراھیم اپنی میسنی اولاد کو گھور سکا۔

اُن کی زندگی میں یہ میٹھی سی نوک جھوک چلتی رہتی تھی۔

oooooooooooooo

ابراھیم ہاؤس میں چار سالوں میں بہت کچھ بدل چکا تھا۔ سب سے بڑی تبدیلی صاعقہ بیگم کی آمنہ بیگم سے رویہ میں آئی تھی۔

اور اگر کچھ نہیں بدلا تھا تو وہ یوسف صاحب کا مزاج وہ اب بھی اپنی زندگی میں ہی مگن تھے۔ مروہ کے ساتھ پیش آیا حادثہ بھی ان کے پتھر دل میں دراڑ ڈال سکا۔

شازل بازل نے پولیس فورس جوائن کر لی تھی۔ اب وہ ٹین ایج

لڑکے نہیں بلکے سنجیدہ مزاج کے مضبوط نوجوان بن گئے تھے۔

آجکل گھر میں زویا کی شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں۔

حرا کیوں آئی ہو تم؟ ثمرین بیگم خفگی سے بیٹی سے بولیں تھیں۔ جو دو بچوں کی ماں بن کر بھی سدھری نہ تھی۔

تو کیا کروں آپ لوگوں نے تو مجھے سر سے بوجھ کی طرح اتار پھینکا عیاش آدمی کے ساتھ میری زندگی برباد کر دی۔

نوح ابراھیم آ رہا ہے اپنی فیملی کے ساتھ بھائی صاحب نے سختی سے منع کر دیا ہے تمھارے بابا کو کہ تم اب یہاں نہ آؤ یا پھر ہم الگ ہو جائیں ۔۔!!

مر جائیں یہ دونوں صحیح سلامت نہ لوٹے نفرت سے چلاتی وہ کوئی پاگل لگ رہی تھی ۔

تمھیں میں کیا کہو اپنے بچوں کا خیال کرو ہم پر رحم کرو۔ چلی جاؤ یہاں سے دُور تمہارے بھائی تمھاری حرکتوں سے تنگ ہوتے کئی کئی دن گھر نہیں آتے

سکون سے رہنے دو ہمیں اب اتنی سکت نہیں کے مزید اپنا تماشا بنوا سکے دُکھی لہجے میں بولتیں وہ چلی گئیں۔

جبکے حرا وہی بیٹھی یک ٹک ہلتے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ دماغ میں مسلسل دو نام گونج رھے تھے۔

"نوح ابراھیم، مروہ یوسف "

oooooooooo

After twenty years

بیس سال بعد

ون ۔۔ٹو۔۔ تھری ۔۔ ریڈی گو۔۔!!

ہو۔۔۔۔۔۔ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔!!

سُنسان سڑک پر دو ہیوی بائک پر سوار لڑکے ایک دوسرے کو مات دینے کی کوششوں میں سپیڈ خطرناک حد تک بڑھا چُکے تھے۔ دیکھنے میں وہ کوئی ماہر بائک ریسر لگ رہے تھے۔

ان دونوں نے ایک جیسی بلیک جیکٹ پہنی تھیں۔ جن کی بیک سائڈ

پر بڑے بڑے حروف میں

اے اے درج تھا۔ سیم ورڈ، سیم ڈریسنگ، سیم بائیک چلانے کا انداز

آخر کون تھے یہ دونوں جن کا ہر انداز نرالا تھا۔

کوئی بھی کہانی ختم نہیں ہوتی ہر اختتام ایک نئی کہانی کا آغاز ہوتا ہے

۔

ختم شد